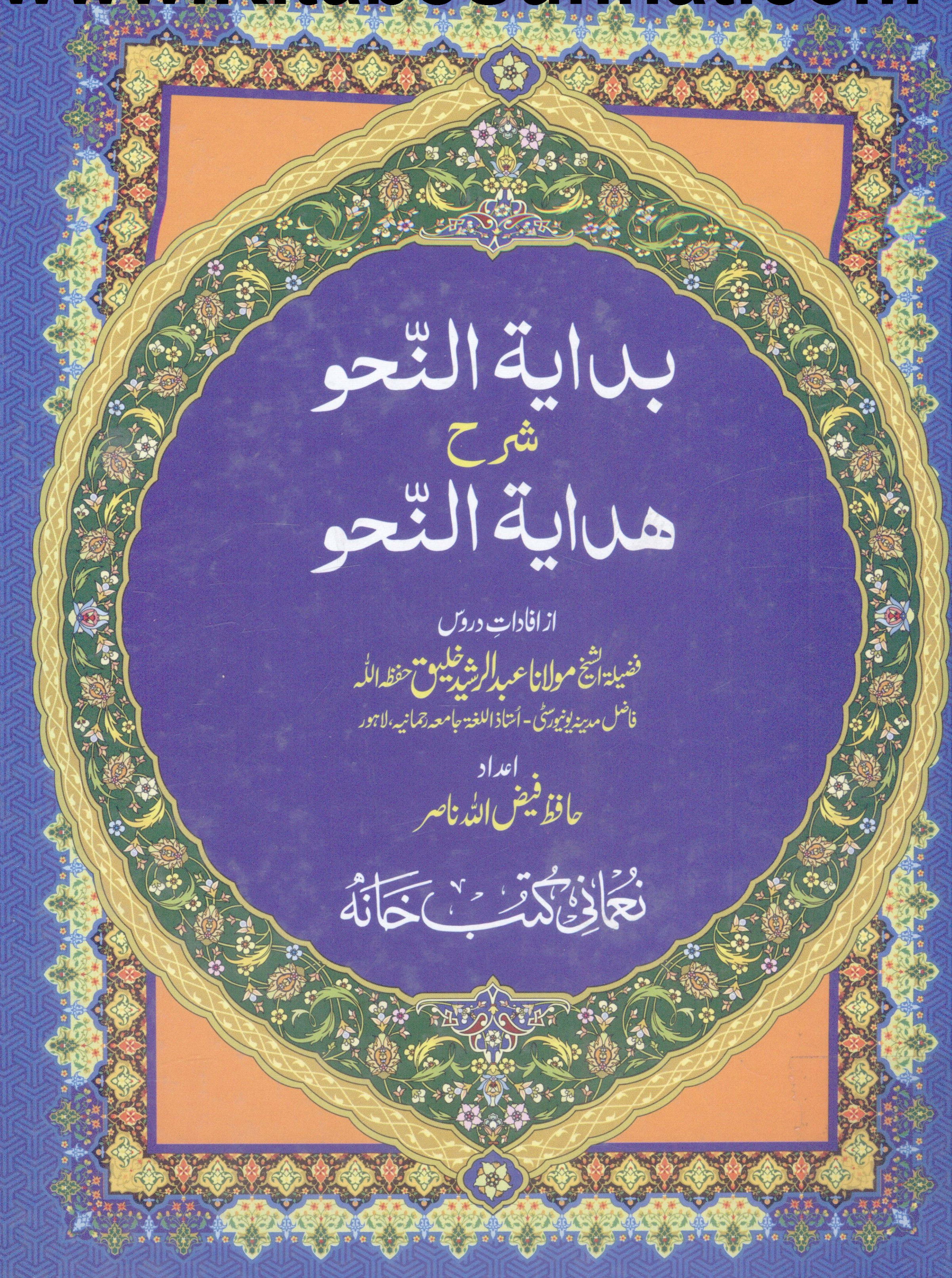
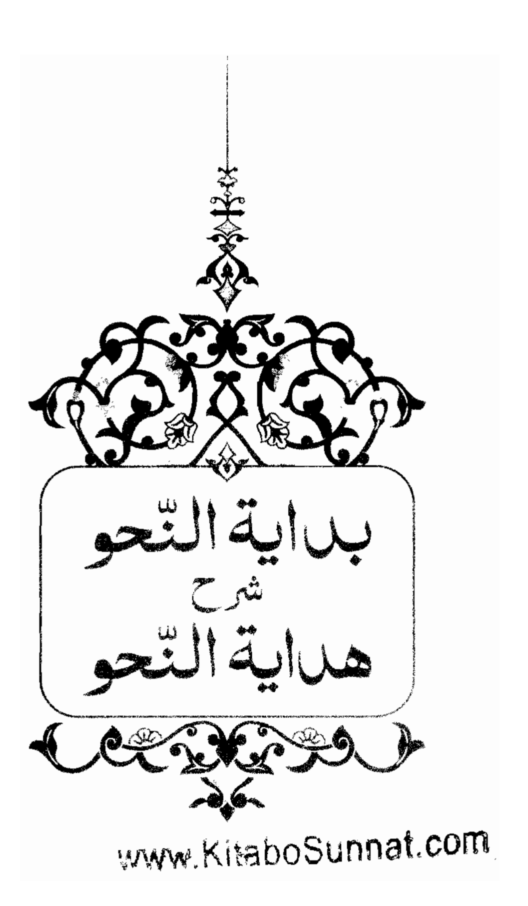
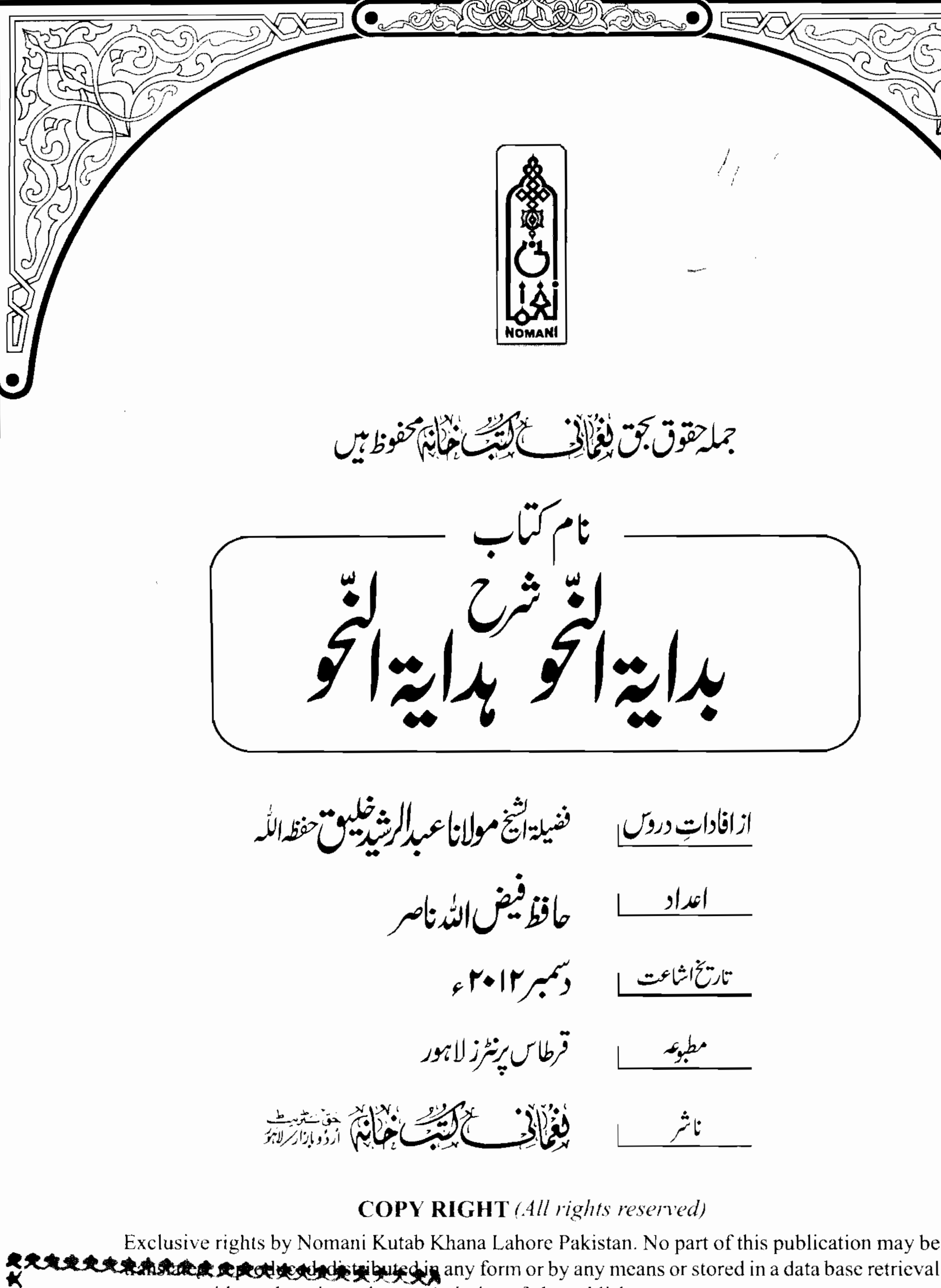

بداية النّحو
شرح
هداية النّحو
از افاداتِ دروس
فضيلة الشيخ مولانا عبد الرشيد خليق حفظه الله
فاضل مدینہ یونیورسٹی - اُستاذ اللغۃ جامعہ رحمانیہ، لاہور
اعداد
حافظ فیض اللہ ناصر
نعمانی کُتب خانہ


بداية النّحو
شرح
هداية النّحو
www.KitaboSunnat.com



نام کتاب

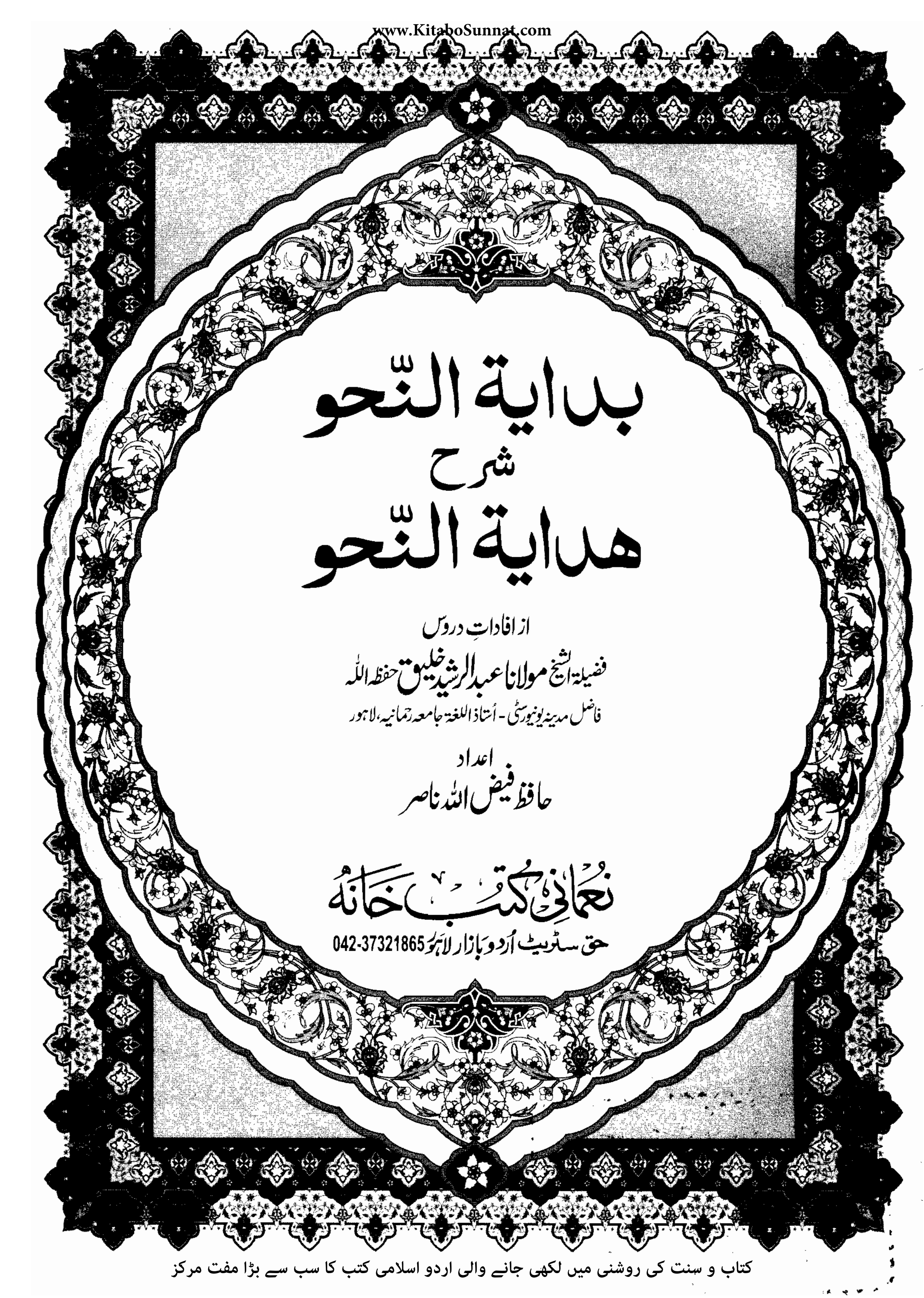
بدایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو

از افادات دروس	فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرشید خلیق حفظہ اللہ
اعداد	حافظ فیض اللہ ناصر
تاریخ اشاعت	دسمبر ۲۰۱۲ء
مطبوعہ	قرطاس پرنٹرز لاہور
ناشر	نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

NOMANI KUTAB KHANA

Haq Street Urdu Bazar, Lahore-Pakistan Tel: 042-37321865

E-Mail: nomania2000@hotmail.com



بدایۃ النّحو
شرح
ھدایۃ النّحو

از افاداتِ دروس

فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرشید خلیق حفظہ اللہ

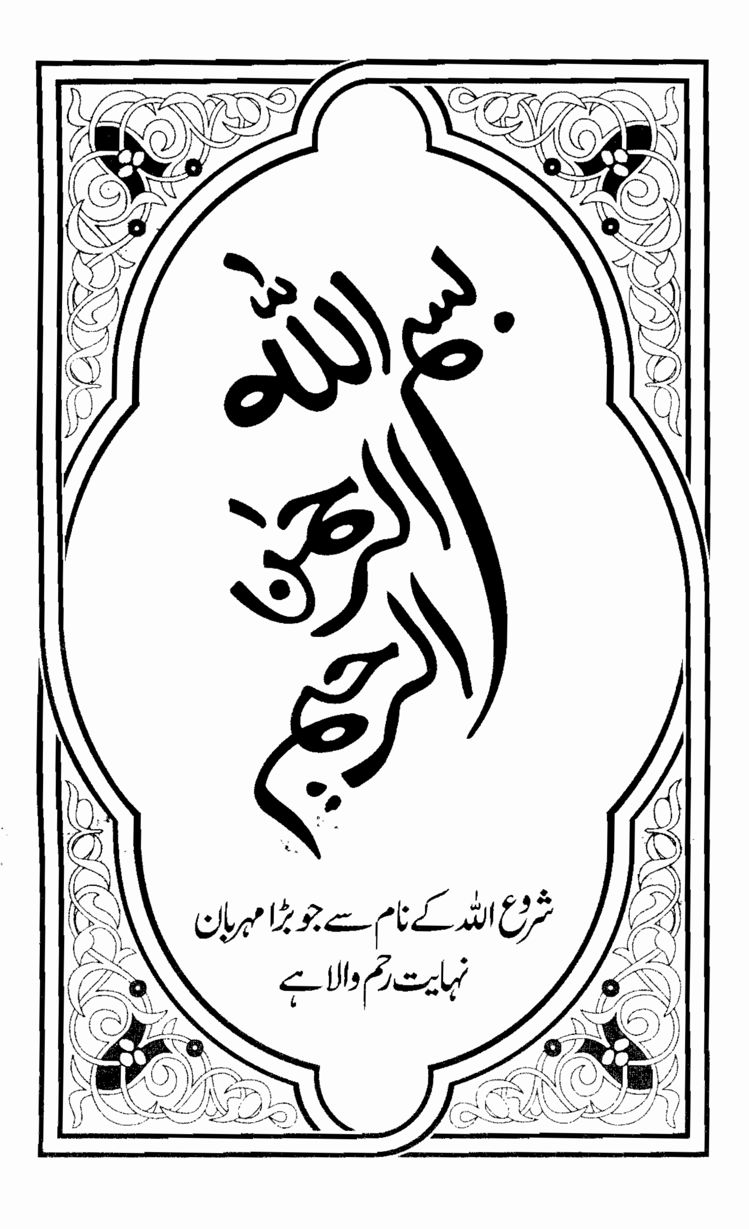
فاضل مدینہ یونیورسٹی - اُستاذ اللغۃ جامعہ رحمانیہ، لاہور

اعداد

حافظ فیض اللہ ناصر

نُعمانی کُتب خانہ

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-37321865


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان
نہایت رحم والا ہے

بدایة النّحو

شرح

ھدایة النّحو

از افاداتِ دروس

فضیلۃالشیخ مولاناعبدالرشیدخلیق حفظہ اللّٰہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی

استاذاللّغۃجامعہ رحمانیہ،لاھور

اِعداد

حافظ فیض اللہ ناصر

فہرس

القسم الأوّل فی الاسم

الباب الأوّل: اسم معرب کی بحث

اَلْمَقْصَدُ الْاَوّلُ فِی الْمَرْفُوْعَات

اَلْمَقْصَدُ الثَّانِیْ فِی الْمَنْصُوْبَاتِ

اَلْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِی الْمَجْرُوْرَاتِ

الخاتمة: توابع کا بیان



الباب الثانی: اسمِ مبنی کی بحث

الخاتمة: اسم کے تمام احکام کا بیان

القسم الثانی فی الفعل

القسم الثالث فی الحروف

پیش لفظ

نحمده ونصلّی علیٰ رسوله الكريم، امابعد!

سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکرگزار ہوں جس نے ہمیں دین کی عالی محنت یعنی دعوت وتبلیغ اور تدریس وتعلیم کے لیے قبول فرمایا، اللہ رب العزت آخری دم تک اس سے وابستہ رکھے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضلِ عظیم سے بندہ ناچیز کو یہ سعادت بخشی کہ علومِ دینیہ کی عظیم مثالی درسگاہ جامعہ رحمانیہ، لاہور میں عرصہ تیس سال سے شعبہ تدریس میں خدمت سرانجام دے رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے نحو کی کتاب ہدایۃ النحو اور شرح ابنِ عقیل کو بارہا پڑھانے کی توفیق بخشی ہے۔ علمِ نحو کہاں تک ضروری ہے اس کا اندازہ حضرات اکابر کی ان عبارات وتحریرات سے ہوتا ہے:

تعلّموا النّحو كماتعلّموا السّنن والفرائض (سیدناعمرِ فاروقؓ)

تعلّموا النّحوفانّه جمال للوضيع وتر كه هجنة للشّريف (ايوب السختيانیؒ)

النّحوفی الكلام كالملح فی الطّعام (قول بعض النحاة)

الصّرف أم العلوم والنّحوأبوها (قول بعض النحاة)

اس لیے اس علم کو سیکھنے کے لیے عربی کتبِ نحو پر بے شمار شروح لکھی گئیں۔ مجھ سے طلبہ کرام اور احباب کی طرف سے یہ اصرار رہا کہ ہدایۃ النحو کی اردو شرح لکھوں، مگر من آنم که من دانم اور مَنْ صَنَّفَ قَدِاسْتُهْدِفَ کی حقیقت کے پیشِ نظر بندہ نے اس میں تأمل کیا۔ حُسنِ اتفاق سے میرے ایک نہایت لائق اور قابلِ فخر تلمیذ حافظ فیض اللہ ناصر نے مجھ سے ہدایۃ النحو پڑھی اور دورانِ سبق بڑی محنت واستیعاب سے روزانہ کا سبق لکھ کر مجھ سے نظرثانی کرواتے رہے۔ تعلیمی سال کے اختتام پر یہ تقریر باقاعدہ ایک کتاب بن گئی جو طولِ مُمِل اور اختصارِ مُخِل سے مبرا تھی۔

موصوف نے اسے عموم فائدے کے لیے زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے کا ارادہ کیا اور بڑی عرق ریزی سے اسے مرتب کر کے طبع کرا رہے ہیں، وہ اپنی اس علمی کاوش اور جہدِ مسلسل پر تحسین وتعریف کے لائق ہیں۔ میں ان کے لیے دِل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو قبول فرما کر انہیں اوجِ کمال پر درخشندہ ستارہ بنا کر چمکائے۔

اس کتاب سے جہاں طلبہ کے لیے استفادہ بہت سہل بنا دیا گیا ہے وہاں اہلِ علم ومدرّسین کے لیے بھی یہ کتاب انتہائی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ طالبانِ علم کو اس سے مستفید فرمائے اور ہماری اس ادنیٰ سی کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ واللہ الموفق والمعین

عبدالرشید خلیق

مدرس جامعہ رحمانیہ

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

مقدمة الكتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

ترجمہ:

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور اچھا انجام متقین کے لیے ہے اور رحمتیں نازل ہوں اس کے رسول پر، اس کی آل پر اور اس کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر۔''

تشریح:

مصنف نے کتاب کی ابتداء بسم اللہ سے کیوں کی؟

مصنف نے کتاب کی ابتداء بسم اللہ سے تین وجوہ کی بنا پر کی:

1. قرآن کریم کی اقتداء کرتے ہوئے کیونکہ قرآن کی ابتداء بھی بسم اللہ سے کی گئی ہے۔
2. نبی کریم ﷺ جب بھی کسی کو خط لکھتے تو شروع میں بسم اللہ لکھتے۔
3. اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے:

((كُلُّ أَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ أَقْطَعُ))

''ہر وہ شاندار کام جس کی ابتداء بسم اللہ سے نہ کی جائے وہ دُم کٹا (بے برکت) ہوتا ہے''۔

(كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال: ٢٤٩١)

بسم اللّٰه:

بسم اللہ میں لفظ ''اللہ'' کی جامعیت میں تمام نام آ گئے، لفظ اَلرَّحْمٰن مختص باللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا، کیونکہ صفاتی ناموں کی دو قسمیں ہیں:

1. مختص باللہ یعنی جو نام صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہیں۔
2. جبکہ کچھ نام اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق پر بھی بولے جا سکتے جیسا کہ اَلرَّحِیْم یہ دوسری قسم میں شامل ہے۔

بسم اللہ کا متعلق:

❀ بسم اللہ کو کس کے متعلق کرنا ہے؟ اس میں دو اقوال ہیں:

❶ کوفی کہتے ہیں کہ اس کو اسم کے متعلق کیا جائے کیونکہ جامع ترکیب وہ ہوتی ہے، جس میں متعلق مختصر ہو، لہٰذا اسم مختصر ہے اس لیے اسے محذوف مان کر اس کے متعلق کریں گے۔

❷ بصری کہتے ہیں کہ اسے فعل کے متعلق کریں گے کیونکہ وہ ایک مکمل کلام بن جائے گی لہٰذا فعل محذوف کو متعلق کریں گے۔

❀ اَلْحَمْدُ کا لام ''لامِ استغراقیہ'' ہے اور یہ مدخول کی عمومیت پر دلالت کرتا ہے۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

❶ ...... بلاواسطہ ❷ ...... بالواسطہ

❶ بلاواسطہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی بغیر کسی واسطہ کے تعریف کی جائے۔

❷ بالواسطہ: اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے واسطے سے تعریف کی جائے یعنی اگر مخلوق کی بھی تعریف کی جائے گی تو درحقیت وہ اللہ ہی کی تعریف ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی اسے پیدا فرمایا ہے۔

لِلّٰہِ:

لِلّٰہ میں لام ''اختصاص'' کا ہے، یعنی تمام تر تعریفات کے لائق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، خواہ وہ تعریف بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ۔

رَبِّ:

رَبِّ کا لفظ صفتِ مشبّہ کا صیغہ ہے۔

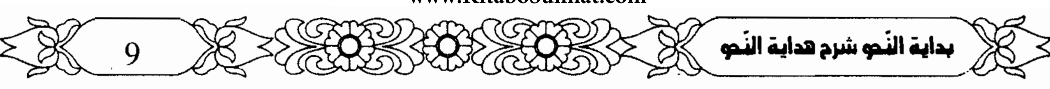
العَالَمِیْنَ:

العَالَمِیْن کیوں بولا گیا؟ حالانکہ عَالَمُ بولنا چاہیے تھا؟

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا پروردگار ہے، جسمیں انسانوں کا جہان، فرشتوں کا جہان، حیوانوں کا جہان بلکہ تمام مخلوقات کے جہان شامل ہیں، اس لیے عَالَمُ کی بجائے عَالَمِیْن بولا گیا۔

اَلْعَاقِبَۃُ:

سے مراد حُسْنُ الْعَاقِبَۃِ یعنی ''اچھا انجام'' ہے۔



اَلصَّلٰوۃُ:

یہ لفظ جب رسول اللہ ﷺ کے لیے بولا جائے تو اس سے مراد درود اور رحمت دونوں ہو سکتے ہیں لیکن جب آل اور اصحاب سے متعلق ہو تو پھر صرف رحمت ہی مراد ہوگی۔

أَجْمَعِيْنَ:

اس میں آپ ﷺ کی آل کا ہر چھوٹا بڑا فرد اور کبار و صغار تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہو گئے ہیں۔

((فهذامختصر مضبوط فى النحو جمعت فيه مهمات النحو علىٰ ترتيب الكافيةِمُبوِّباً ومفصلاً بعبارةٍ واضحةٍ مع ايرادالأمثلة فى جميع مسائلها من غير تعرُّضٍ للأدلة والعللِ لئلا يشوّشُ ذهن المبتدى عن فهم المسائل وسمّيته بهداية النحوِ رجاءً أن يهدى الله تعالىٰ به الطالبين ورتّبته علىٰ مقدمة وثلثة أقسامٍ وخاتمة بتوفيق الملك العزيز العلاّم، أما المقدمة ففى المبادى التى يجب تقديمها لتوقفِ المسائل عليها وفيها فصول ثلثة۔))

ترجمہ:

”پس علم نحو میں یہ ایک مختصر اور (فوائد و بیان کے اعتبار سے) قوی کتاب ہے، میں اس میں نے نحو کے مقاصد ”کافیہ“ کی ترتیب پر یا ایسی ترتیب پر جو کفایت کرنیوالی ہو، جمع کیے ہیں، میں نے اس کے ابواب اور فصول بنائی ہیں۔ واضح عبارات اور کثیر مثالوں کے ساتھ تمام مسائل کو پیش کیا ہے، لیکن دلیلیں اور وجوہات بیان کرنے کے بغیر، تاکہ مسائل سمجھنے میں مبتدی طالبِ علم کا ذہن منتشر نہ ہو جائے۔“

میں نے اس کتاب کا نام هداية النحو یعنی ”علم کی راہنمائی“ رکھا ہے، اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس کے پڑھنے والوں کی راہنمائی فرمائے۔

میں نے اس کو ایک مقدمہ، تین اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتّب کیا ہے، اللہ، غالب بادشاہ اور بہت علم رکھنے والے کی توفیق کے ساتھ۔

رہا مقدمہ تو اس میں ابتدائی باتیں ذکر کی ہیں، ایسی ابتدائی باتیں کہ جن کا مقدم کرنا مسائل کے ان پر موقوف ہونے کی وجہ سے واجب ہے۔

اس میں تین فصلیں ہیں؛ جن کا بیان آگے ہوگا۔

فصل

مبادیاتِ نحو

((فصل النحوعلم باصول یعر ف بها احوال اواخر الکلم الثلث من حیث الاعراب والبناء وکیفیّة ترکیب بعضها مع بعض والغرض منه صیانة الذ هن عن الخطاء اللفظی فی کلا م العرب وموضوعه الکلمة والکلام۔))

ترجمہ:

''نحو اصول کا وہ علم ہے جس کے ذریعے تین کلموں کے آخر کے حالات کو معرب ومبنی کے اعتبار سے پہچانا جاتا ہے اور بعض کو بعض کے ساتھ جوڑنے کی کیفیت کو جانا جاتا ہے اور اس سے غرض کلامِ عرب میں ذہن کو لفظی غلطیوں سے بچانا اور اسکا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔''

تشریح:

ہر علم کے حصول سے پہلے تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے:

❶...... تعریفِ علم ❷...... موضوعِ علم ❸...... غرضِ علم

نحو کی تعریف:

نحو اصول کا وہ علم ہے جس کے ذریعے تین کلموں کے آخر کے حالات کو معرب ومبنی کے اعتبار سے پہچانا جاتا ہے اور بعض کو بعض کے ساتھ جوڑنے کی کیفیت کو جانا جاتا ہے۔

غرض وغایت:

کلامِ عرب میں ذہن کو لفظی غلطیوں سے بچانا۔

نحو کا موضوع:

کلمہ اور کلام

وجۂ حصر:

ان تینوں کا جاننا کیوں ضروری ہے؟

1. تعریف کا جاننا اس لیے تا کہ طلبِ مجہول لازم نہ آئے۔
2. موضوع کا جاننا اس لیے کہ مقصود، غیر مقصود سے ممتاز رہے۔
3. غرض وغایت کا جاننا اس لیے ضروری ہے تا کہ کوشش عبث نہ ہو۔

......❀......

فصل

کلمہ کا بیان

((فَصْلٌ الکلمة لفظ وضع لمعنیً مفرد وهی منحصرةٌ فی ثلثة اقسامٍ، اسمٌ وفعلٌ وحرفٌ لأنها اما أن لا تدل علیٰ معنیً فی نفسها ویقترن معناها بأحد الأزمنة الثلثة وهو الفعل أو تدلَّ علیٰ معنیً فی نفسها ولم یقترن معناها به وهو الاسم۔))

ترجمہ:

''کلمہ ایک لفظ ہے جو وضع کیا گیا ہے مفرد معنی کے لیے اور وہ بند ہے تین قسموں میں، اسم، فعل اور حرف۔ اس لیے کہ بے شک وہ کلمہ یا تو دلالت نہیں کرے گا اس معنی پر جو اسکی ذات میں ہے اور وہ ملا ہوگا تین زمانوں میں سے کسی ایک سے تو وہ فعل ہے، یا وہ اپنے معنی پر جو اس کی ذات میں ہے دلالت تو کرے گا لیکن تین زمانوں میں سے کسی ایک سے ملا ہوا نہیں ہوگا تو وہ اسم ہے۔''

تشریح: کلمہ کی تعریف:

کلمہ ایسا لفظ ہے جو مفرد معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

کلمہ کی اقسام:

یہ تین اقسام میں بند ہے:

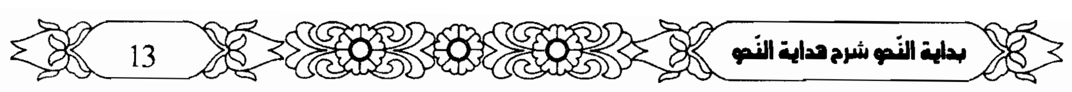
❶ اسم ❷ فعل ❸ حرف

کلمہ کا معنی کیا ہے؟

کلمہ کا معنی ہے زخمی کرنا، یہ معنٰی اس لیے کیا گیا کیونکہ جس طرح شمشیر سے انسان گھائل ہو جاتا ہے اسی طرح بعض باتیں بھی ایسی ہوتی ہیں جو انسان کو زخمی کر چھوڑتی ہیں، بقول شاعر:

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا التِئَامُ
وَلاَ یَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

''نیزوں کے لگائے ہوئے زخموں کا مندمل ہونا ممکن ہے لیکن زبان کے لگائے ہوئے زخم کبھی نہیں بھرتے''۔



لفظٌ:

لفظ کا معنی ہے پھینکنا یعنی مَا یَتَلَفَّظُ الْاِنْسَانُ ''ہر وہ بات جو انسان بولتا ہے'' وہ لفظ ہے۔

وُضِعَ:

وضع کا لفظی معنی ہے رکھنا، اصطلاحی معنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ خاص کر دینا۔

❀ جب اَلْکَلِمَةُ لَفْظٌ کہا تو اس میں مفرد اور مرکب، موضوع اور مہمل چاروں شامل تھے، وُضِعَ کہنے سے مہمل نکل گیا اور لِمَعْنًى مفرد بولنے سے مرکب بھی نکل گیا۔

مفرد کا اعراب:

اس کا اعراب تین طرح سے پڑھا جا سکتا ہے:

❶ منصوب ❷ مجرور ❸ مرفوع

وجۂ اعراب:

❶ جب مُفْرَداً پڑھیں گے تو یہ وُضِعَ کا حال کہلائے گا۔

❷ جب مُفْرَدٍ پڑھیں گے تو یہ لِمَعْنًى کی صفت ہوگا۔

❸ جب مُفْرَدٌ پڑھیں گے تو یہ لَفْظٌ کی صِفت بنے گا۔

کلمہ دو حال سے خالی نہیں:

یا تو وہ ازخود اپنے معنی پر دلالت کرے گا یا نہیں کرے گا، اگر نہیں کرے گا تو حرف کہلائے گا اور اگر کرے گا تو پھر دو حال سے خالی نہیں: اس میں زمانہ پایا جاتا ہے یا نہیں، اگر پایا جاتا ہے تو فعل اور اگر نہیں پایا جاتا تو اسم۔

اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ کا اعراب:

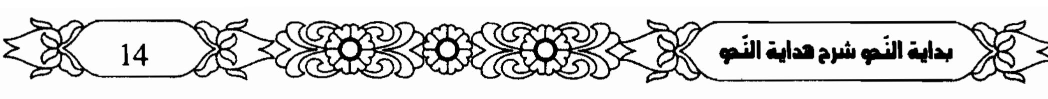
ان کا اعراب دو طرح سے آتا ہے۔

❶ مرفوع ❶ مجرور

وجۂ اعراب:

❶ مرفوع کی صورت میں مبتدا محذوف نکالیں گے۔

❷ مجرور کی صورت میں ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ سے بدل ہوں گے۔



اسم اور فعل کو حرف پر کیوں مقدم کیا گیا؟

اس لیے کہ اسم اور فعل مستقل با الذات ہیں جبکہ حرف محتاج اِلی الغیر ہے۔ چونکہ مستقل با الذات اصل اور محتاج الی الغیر فرع ہوتا ہے، اس لیے اسم اور فعل کو حرف پر مقدم کیا گیا ہے۔

اسم کو فعل پر کیوں مقدم کیا گیا؟

اس لیے کہ فعل جملہ بننے میں اسم کا محتاج ہوتا ہے جبکہ اسم، فعل کا کبھی محتاج نہیں ہوتا، اسی لیے اسم کو فعل پر مقدم کیا گیا ہے۔

اعتراض:

سب سے پہلے کلمہ کی تعریف بیان ہوئی، پھر اس کی تقسیم اور پھر وجہ تقسیم بیان کی گئی، اعتراض یہ ہے کہ وجہِ تقسیم میں حرف کو مقدم کر دیا گیا حالانکہ تقسیم میں اسم و فعل کو مقدم کیا گیا تھا، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

اس کی دو وجہیں ہیں:

1. حرف کے معنی ہیں طرف اور کنارہ، اس لیے تقسیم میں بھی حرف کو ایک طرف کنارے پر ہی رکھا گیا اور وجہ تقسیم میں بھی۔
2. حرف عدم ہوتا ہے جبکہ اسم و فعل وجود ہیں، ہمیشہ عدم پہلے ہوتا ہے اور وجود بعد میں، اس لیے وجہِ تقسیم میں حرف کو مقدم رکھا گیا۔

اعتراض:

تقسیم میں اسم کو فعل پر مقدم کیا گیا تھا، تو وجہ تقسیم میں کیوں مؤخر کیا گیا؟

جواب:

اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں، ایک معنی اور دوسرا زمانہ جبکہ اسم میں ایک ہی چیز یعنی صرف معنی ہی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا فعل اس اعتبار سے قوی ہوا تو اسی لیے اسے مقدم کر دیا گیا۔

اسم کا بیان

((فحد الاسم کلمة تدل علی معنیً فی نفسها غیر مقترن بأحد الأزمنة الثلثة أعنی الماضیَ والحالَ والاستقبالَ کرجلٍ وعلمٍ۔))

ترجمہ:

''اسم وہ کلمہ ہے جو اپنی ذات میں پائے جانے والے معنی پر دلالت کرتا ہے، بغیر تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملنے کے، (تین زمانوں سے) میری مراد ماضی، حال اور مستقبل ہے، مثلاً رَجُلٌ اور عِلْمٌ۔''

تشریح:

اعتراض:

وجہِ حصر میں تو اسم پر فعل اور حرف کو مقدم کیا گیا تھا تو مقامِ تعریف میں اسم کو فعل اور حرف پر کیوں مقدم کیا گیا ہے؟

جواب:

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم قریب تھا لہٰذا اسے تعریف میں ان پر مقدم کر دیا گیا کیونکہ اَلْحَقُّ لِلْقَرِیْبِ ثُمَّ لِلْبَعِیْدِ.

''زیادہ حق قریب والا رکھتا ہے پھر دور والا''۔

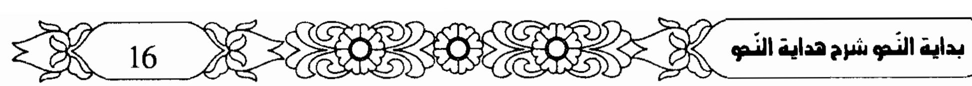
امثلہ:

اسم کی تعریف میں ماتن نے دو مثالیں دی ہیں: رَجُلٌ اور عِلْمٌ اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ پہلی اسم ذات کی مثال ہے اور دوسری اسم وصف کی۔

((وعلامته صحة الاخبار عنه نحو زیدٌ قائمٌ والاضافة نحو غلام زیدٍ ودخول لام التعریف کالرجل والجر والتنوین نحو بزید والتثنیة والجمع والنعتُ والتصغیر والنداء))

ترجمہ:

''اور اسکی علامت یہ ہے کہ صحیح ہو خبر دینا اس سے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اور اضافت ہونا جیسے غُلَامُ زَیْدٍ اور داخل ہونا لامِ تعریف کا جیسے اَلرَّجُلُ اور جر اور تنوین کا آنا جیسے بِزَیْدٍ اور تثنیہ وجمع ہونا، صفت ہونا، مصغّر ہونا، اور حرفِ ندا کا داخل ہونا۔''



تشریح:

اسم کی علامات:

یہاں سے اسم کی علامات بیان کررہے ہیں۔علامات اسم بارہ ہیں:

دوایسی ہیں جن کا تعلق آغاز سے ہے یعنی اس کے شروع میں الف لام یا حرف جر آئے مثلاً اَلرَّجُلُ اور بِزَیْدٍ اور دو کا تعلق آخر سے ہے یعنی اس کے آخر میں تنوین یا تائے تانیث متحرکہ آئے مثلاً زَیْدٌ اور ضَارِبَةٌ۔

آٹھ علامات ایسی ہیں جو مبدوءۃ بالمیم یعنی میم سے شروع ہونے والی ہیں،وہ یہ ہیں:

مسند الیہ ہونا،منسوب ہونا،مصغر ہونا،مضاف ہونا،موصوف ہونا،منادٰی ہونا،مثنیٰ ہونا اور مجموع ہونا۔

امثلہ:

ان آٹھوں علامات کی مثالیں بالترتیب درج ذیل ہیں:

زَيْدٌ قَائِمٌ،بَغْدَادِيٌّ، رُجَيْلٌ،غُلَامُ زَيْدٍ، رَجُلٌ كَرِيْمٌ، يَااَلله، رَجُلَانِ، رِجَالٌ۔

تنوین کی اقسام:

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں:

❶ تنوینِ تمکن ❷ تنوینِ عِوض ❸ تنوینِ مقابلہ ❹ تنوینِ ترنّم ❺ تنوینِ تنکیر

((فان كل هذه خواص الاسم ومعنى الاخبار عنه ان يكون محكوماً عليه لكونه فاعلاً أو مفعولاً اومبتدأ و يسمىّ اسماً لسموه علىٰ قسيميه لا لكونه وِسماً على المعنىٰ۔))

ترجمہ:

''یہ تمام اسم کے خواص (یعنی خاص اسم ہی کی علامات) ہیں اور ''خبر دینا صحیح ہو'' سے مراد یہ ہے کہ وہ محکوم علیہ بن سکے،فاعل یا مفعول یا مبتدا ہونے کی بناء پر۔''

اسم کی لغوی بحث:

اس کے بعد اسم کی لغوی تحقیق کررہے ہیں کہ یہ لفظ اصل میں سِمْوٌ ہے (یعنی ناقص واوی) یہ بصریوں کا قول ہے جبکہ کوفیوں کے نزدیک اسم اصل میں وِسْمٌ (یعنی مثال واوی) تھا۔لیکن ماتن نے لَالِكَوْنِهٖ وِسْماً کہہ کر کوفیوں کے مذہب کو مرجوح قرار دیا ہے اور بصریوں کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ اس کو اسم اس لیے کہتے ہیں کہ یہ کلموں کی دونوں قسموں پر بلند ہے اور وِسْماً کہہ کر بتلائے ہیں کہ اپنے معنی پر علامت ہونے کی وجہ سے اسم نہیں کہتے۔

❀

فعل کا بیان

((وحدُّ الفعل کلمةٌ تدل علیٰ معنیً فی نفسها دلالة مقترنةً بزمانِ ذالك المعنی کضرب یضرب اضرب۔))

ترجمہ:

''فعل وہ کلمہ ہے جو اپنی ذات میں پائے جانے والے معنی پر دلالت کرتا ہے، ایسی دلالت کہ جو اس معنی میں پائے جانے والے زمانے کے ساتھ مقترن ہوتی ہے، جیسے ضَرَبَ ، یَضْرِبُ، اِضْرِبْ.

فعل کی تعریف:

فعل وہ کلمہ ہے جو اپنی ذات میں پائے جانے والے معنی پر دلالت کرتا ہے،ایسی دلالت جو اس معنی (یعنی ماضی، حال اور استقبال) کے کسی زمانہ سے ملی ہوئی ہو جیسے ضَرَبَ (اس میں ماضی کا معنی ہے) یَضْرِبُ (اس مثال میں حال و استقبال دونوں زمانے پائے جا رہے ہیں) اور اِضْرِبْ (میں زمانۂ حال کا معنی ہے)۔

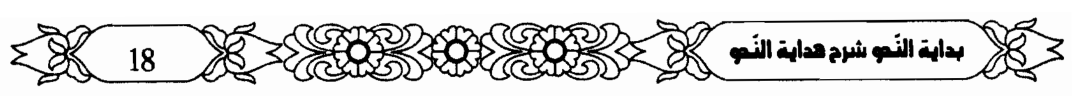
تشریح:

فعل کی تعریف کرتے ہوئے کَلِمَۃٌ کہا تو اسم میں اسم، فعل اور حرف سب شامل تھے۔ **تَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهَا** کی قید سے حرف نکل گیا کیونکہ حرف ذاتی معنی نہیں رکھتا اور **دَلَالَةً مُقْتَرِنَةً بِزَمَانٍ** کی قید سے اسم نکل گیا، کیونکہ اسم میں زمانہ نہیں پایا جاتا۔

((وعلامته ان یصحَّ الاخبار به لاعَنهُ ودخول قد والسین وسوف والجزمِ والتصریفِ الی الماضی والمضارعِ وکونُه امراً اور نهیاً واتصالُ الضَّمائر البارزةالمرفوعة نحوُ ضربتُ و تاء التانیث الساکنة نحو ضربت ونُو نَی التاکیدِ۔))

ترجمہ:

''اور اس کی علامت یہ ہے کہ خبر دینا صحیح ہو اس کے ساتھ، نہ کہ اس سے۔ اور سین، سَوْفَ اور حرف جزم کا داخل ہونا، اور ماضی و مضارع کی طرف گردان بن جانا، اور امر و نہیں ہونا، اور ضمائر بارزہ مرفوع کا ملا ہوا ہونا، جیسے ضَرَبْتُ اور تائے تانیث ساکنہ جیسے ضَرَبَتْ اور تاکید کے دونوں نون۔''



فعل کی علامات:

یہاں سے ماتن فعل کی علامات ذکر کر رہے ہیں۔اب ہم ان سب کو الگ الگ بیان کرتے ہیں اور ان کے علامات ہونے کی وجہ بھی ذکر کریں گے:

ان یصحّ الاخبار به لاعنه:

یعنی کلمہ اگر مخبر بہ ہو تو اسے فعل کی علامت اس وقت قرار دیتے ہیں جب وہ مخبر عنہ نہ بن سکے چنانچہ مخبر بہ اسم کی علامت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ تو مخبر عنہ بھی ہو جاتا ہے۔

قد:

دوسری علامت یہ ہے کہ اس پر قَدْ داخل ہو، یہ اس لیے کہ قَدْ دو معنوں کے لیے آتا ہے۔اگر مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کے معنی پیدا کرتا ہے اور اگر ماضی پر داخل ہو تو تحقیق اور تقریب کے معنی پیدا کرتا ہے، کیونکہ یہ تقریب زمانہ کے ساتھ بہت خاص ہے اور زمانہ فعل میں ہوتا ہے، اسی لیے قَدْ کو فعل کی علامت کہا گیا ہے۔

س اور سَوْفَ:

یہ استقبال کے لیے وضع ہیں اور استقبال بھی فعل کا خاصہ ہے، اسی لیے انہیں بھی علاماتِ فعل میں شمار کیا گیا ہے۔

التصریف الی الماضی والمضارع:

یعنی ماضی اور مضارع کی طرف گردان بننا۔اس لیے کہ زمانہ ہوتا ہی فعل میں ہے تو گردانیں بھی فعل ہی کا خاصہ ہیں، اسی لیے گردان بننے کو فعل کی علامت ذکر کیا گیا۔

امر و نہی:

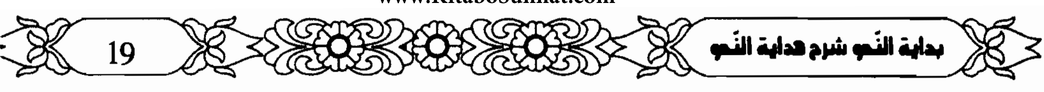
یہ دونوں اس لیے فعل کی علامت ہیں کہ ان میں طلب پائی جاتی ہے اور طلب فعل کا خاصہ ہے۔

ضمائر بارزہ مرفوعہ کا اتصال:

چونکہ ضمائر فاعل کی ہوتی ہیں اور فاعل کا اتصال فعل کے ساتھ ہوتا ہے، اس لیے ضمائر بارزہ مرفوعہ کے اتصال کو علامتِ فعل کہا گیا۔

تائے تانیث ساکنہ:

اس کے علامتِ فعل ہونے کی وجہ بھی سابقہ علامت کی ذکر کردہ وجہ ہی ہے۔



نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ:

یہ دونوں فعلِ طلب کے ساتھ آتے ہیں یعنی ایسے فعل کے ساتھ جس میں طلب کا معنی پایا جاتا ہو اور طلب فعل خاصہ ہے، اسی لیے ان دونوں کو بھی فعل کی علامات قرار دیا گیا ہے۔

((فانَّ کل هذهٖ خواص الفعل ومعنى الاخبار به ان يكون محكوماًبه ويسمىٰ فعلاً باسمِ أصلهٖ وهو المصدرُ لأنَّ المصدرَ هو فعلُ الفاعلِ حقيقةً۔))

ترجمہ:

''پس یقیناً یہ تمام (علامات) فعل کا خاصہ ہیں اور اس کے ساتھ خبر دینے کا معنی یہ ہے کہ وہ محکوم بہٖ (یعنی جس کے ساتھ حکم لگایا جائے) ہو، اس کو فعل کا نام اس کے اصل کے نام کی وجہ سے دیا گیا ہے اور (اس کا اصل) مصدر ہے کیونکہ مصدر ہی حقیقت میں فاعل کا فعل ہوتا ہے۔''

حرف کا بیان

((وحد الحرفِ کلمةٌ لاتدلُّ علیٰ معنیً فی نفسها بل تدلُّ علیٰ معنیً فی غیرها نحوُ من فانَّ معناها الابتداء وهی لاتدلُّ علیه الا بعد ذکرِ مامنه الاِبتداءُ کالبصرةِ والکُوفةِمثلاً تقول سرتُ من البصرةِالی الکُوفةِ۔))

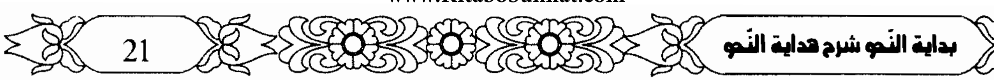
ترجمہ:

''حرف وہ کلمہ ہے جو اس معنیٰ پر دلالت نہیں کرتا جو اس کی ذات میں ہے بلکہ وہ اس معنیٰ پر دلالت کرتا ہے جو اس کے غیر میں ہے، جیسے مِنْ اس کا معنیٰ ہی ابتداء ہے اور یہ ابتداء پر دلالت نہیں کرتا مگر اس کو ذکر کرنے کے بعد جس سے ابتداء ہو جیسے بَصرَہ اور کُوفہ مثلاً آپ اس کو کہیں: سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَی الْکُوْفَةِ ''میں چلا بصرہ سے کُوفہ تک''۔

((وعلامتهٗ ان لا یصحُّ الاخبار عنه ولا به وان لا یقبل علامات الاسماءِ ولا علامات الافعال وللحرف فی کلام العرب فوائدٌ کالربطِ بین الاسمینِ نحوُزیدٌ فی الدارِوالفعلین نحو اُریدُ أن تضرب أواسمٍ وفعلٍ کضربتُ بالخشبةِاوالجملتینِ نحو اِن جاءنِی زیدٌ أکرمتهٗ وغیر ذالك من الفوائد التی تعرفها فی القسم الثالث ان شاء الله تعالیٰ، ویسمّٰی حرفاً لوقوعهٖ فی ألکلام حرفاً ای طرفاً اذ لیسَ مقصوداً باالذَّاتِ مثل المفسد والمسندِالیه۔))

ترجمہ:

''اور حرف کی علامت یہ ہے کہ نہ اس سے خبر دینا صحیح ہو اور وہ اسم کی علامات اور فعل کی علامات کو قبول نہ کرے۔ کلامِ عرب میں حرف کے بہت سے فائدے ہیں مثلاً دو اسموں کے درمیان جوڑ کا فائدہ جیسے زَیْدٌ فِی الدَّارِ اور دو فعلوں کے درمیان جوڑ سے جیسے اُرِیْدُ اَنْ تَضْرِبَ، یا ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان جوڑ کا فائدہ جیسے ضَرَبْتُ بِالْخَشَبَةِ یا دو جملوں کے درمیان جوڑ مثلاً اِنْ جَاءَنِیْ زَیْدٌ اَکْرَمْتُهٗ اس کے علاوہ بھی بہت سے فوائد ہیں جنہیں آپ قسمِ ثالث میں جانیں گے، اِنْ شاءَ اللّٰه. اور اس کا نام ''حرف'' رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ کلام میں ایک طرف واقع ہو جاتا ہے، اس لیے کہ یہ مقصود باالذات نہیں ہوتا۔''



تشریح:

جب ماتن نے حرف کی تعریف بیان کرتے ہوئے کَلِمَةٌ کہا تو اس میں اسم، فعل اور حرف تینوں داخل تھے، جب لَا تَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهَا کہا تو اسم اور فعل دونوں نکل گئے، کیونکہ وہ اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرتے ہیں۔

وَعَلَامَتُهٗ:

یہاں سے مصنف علاماتِ حرف بیان فرمارہے ہیں، حرف کی دو علامات ہیں اور دونوں ہی عدمی ہیں:

1. وہ مخبر بہٖ اور مخبر عنہٗ نہیں ہوتا۔
2. اسماء وافعال کی علامات اس میں نہیں پائی جاتیں۔

وللحروف فی کلام العرب فوائد:

اس سے مصنف ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں:

اعتراض:

اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حرف اپنے معنیٰ فی نفسھا پر دلالت نہیں کرتا تو پھر اس کا کیا فائدہ ہے؟

جواب:

حرف کے بہت سے فوائد ہیں مثلاً ربط (یعنی جوڑ) کا فائدہ۔ اب یہ بعض اوقات دو اسموں کے درمیان ہوتا ہے، یا دو فعلوں کے درمیان، اسی طرح ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان اور کبھی دو جملوں کے درمیان بھی ربط کا فائدہ دیتا ہے۔ ان تمام کی مثالیں پیچھے مذکور ہیں۔

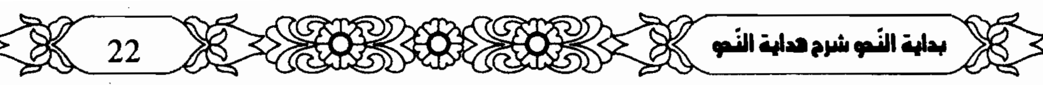
اس کے علاوہ اور بھی فوائد ہیں مثلاً بعض حروف جوازم ہوتے ہیں اور بعض نواصب، بعض تخصیص کے لیے اور بعض حروف مشبّہ بالفعل بھی ہوتے ہیں، یعنی حروف بھی کلامِ عرب میں بہت سے فوائد کے حامل ہیں۔ یہ ساری باتیں آپ تیسری قسم میں پڑھیں گے۔ اِن شاء اللّٰہ

وَیُسَمّٰی حَرْفًا:

مصنف یہاں حرف کی وجہ تسمیہ بیان فرمارہے کہ حرف کو حرف اس لیے کہا جاتا ہے کہ حرف کا لغوی معنی ہے ''طرف'' اور ''کنارہ'' اور چونکہ یہ کلام میں بھی ایک طرف اور کنارے پر واقع ہوتا ہے، اسی لیے اس کو حرف کہتے ہیں۔

اعتراض:

ہم تسلیم نہیں کرتے کہ حرف کلام میں ایک طرف واقع ہوتا ہے بلکہ وہ تو کلام کے درمیان میں بھی آجاتا ہے جیسے



زَیْدٌ فِی الدَّارِ اس میں حرف وسطِ کلام میں واقع ہوا ہے۔

جواب:

ہمارا مقصود آغازِ کلام یا اختتامِ کلام نہیں ہے بلکہ ہماری مراد اس سے یہ ہے کہ وہ مسند و مسند الیہ ہو بلکہ ان کے ایک طرف واقع ہو۔

❁......❁......❁

فصل

کلام کا بیان

((فَصْلٌ الكلام لفظ تضمن كلمتين بالاسناد والاسناد نسبة احدى الكلمتين الى الاخرٰى بحيث تفيد المخاطب فائدة تامة يصح السكوت عليها نحو زيد قائم وقام زيد ويسمّٰى جملة فعُلِمَ ان الكلام لايحصل الا من اسمين نحو زيد قائم ويسمّٰى جملة اسمية أومن فعل واسم نحو قام زيد ويسمّٰى جملةً فعليةً اذالا يوجد المسند والمسند اليه معاً فى غيرِ هِماولا بدَّ للكلامِ مِنهما فان قيل قد نوقض بالنداء نحو يا زيد قلنا حرف النداء قائم مقام أدعو وأطلب وهو الفعل فلا نقض عليه واذا فرغنا من المقدمة فلنشرع فى الأقسام الثلثة والله الموفق والمعين۔))

ترجمہ:

''کلام وہ لفظ ہے جو دو کلمات پر مشتمل ہو اسناد کے ساتھ اور اسناد (سے مراد) دو کلموں میں سے ایک دوسرے کی طرف یوں نسبت کرنا کہ وہ مخاطب کو ایسا مکمل فائدہ دے کہ اس پر خاموش ہونا ٹھیک ہو جیسے زَیْدٌقَائِمٌ (یہ جملہ اسمیہ کی مثال ہے) اور قَامَ زَیْدٌ (یہ جملہ فعلیہ کی) اور اس کا نام ''جملہ'' رکھا جاتا ہے، پس یہ بات علم میں آئی کہ کلام حاصل نہیں ہوتی مگر دو اسموں سے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اور اس کا نام رکھا جاتا ہے ''جملہ اسمیہ''، یا ایک فعل اور ایک اسم سے جیسے قَامَ زَیْدٌ اور اسے ''جملہ فعلیہ'' کا نام دیا جاتا ہے اس لیے کہ نہیں پائے جاتے مسند و مسند الیہ دونوں ا ران دونوں (جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ) کے علاوہ کسی میں، اور کلام کے لیے ان دونوں کا پایا جانا بہت ضروری ہے، پس اگر کہا جائے کہ نداء کے ساتھ یہ قاعدہ توڑ دیا گیا ہے جیسے ''یَازَیْدُ'' تو ہم کہیں گے کہ حرفِ نداء قائم مقام اَدْعُوْ اور اَطْلُبُ کے ہے اور وہ فعل ہے، لہٰذا اس پر کوئی نقض نہیں ہے۔ اور جب ہم مقدمہ سے فارغ ہو گئے ہیں تو اب ہم اقسامِ ثلاثہ کا بیان شروع کریں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا اور مددگار ہے۔''

تشریح:

اَلْکَلَامُ لَفْظٌ:

جب ماتن نے لَفْظٌ بولا تو اس میں مفرد و مرکب اور موضوع و مہمل سب شامل تھے۔ تَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ کی قید لگانے



سے مفرد اور مرکب اس سے نکل گئے اور بِالْاِسْنَادِ بولنے سے مرکّب توصیفی اور مرکب اضافی بھی اس سے نکل گئے۔

کلام کا دوسرا نام:

کلام کا دوسرا نام جملہ ہے۔

جملہ کی اقسام:

جملہ دو حال سے خالی نہیں: اس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکتے ہیں یا نہیں کہہ سکتے۔ اگر نہیں تو جملہ انشائیہ اور اگر کہا جا سکتا ہے تو جملہ خبریہ۔ پھر جملہ خبریہ بھی دو حال سے خالی نہیں: یا تو اس کا پہلا جزو اسم ہوگا یا فعل، اگر اسم ہوگا تو جملہ اسمیہ خبریہ، جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اور اگر فعل ہوگا تو جملہ فعلیہ خبریہ، جیسے قَامَ زَیْدٌ۔ چنانچہ کلام میں مسند و مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے اور یہ دونوں اسی صورت میں ہو سکتے ہیں کہ یا تو وہ دونوں اسم ہوں یا ایک اسم ہو اور ایک فعل۔

اعتراض:

معترض نے یہ اعتراض کر دیا کہ ہم آپ کو ایسی کلام دکھاتے ہیں جو ایک حرف اور ایک اسم سے مرکب ہے جیسے یَازَیْدُ تو اس میں یہ قاعدہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ کلام دو اسموں یا ایک اسم اور ایک فعل سے بنتی ہے؟

جواب:

یَا حرف ِندا اَدْعُوْ یا اَطْلُبُ کے قائم مقام ہے اور اَلْمُقَدَّرُ کَالْمَوْجُوْدِ کے تحت یہ بھی ایک اسم اور ایک فعل ہی ہیں۔ لہٰذا اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔



القسم الأوّل فی الاسم

((وقد مرّ تعريفه وهو ينقسم الى المعرب والمبنى فلنذكر أحكامه فی بابين وخاتمة))

ترجمہ:

''پہلی قسم اسم کے بارے میں ہے اور اس کی تعریف گزر چکی ہے اور وہ تقسیم ہوتا ہے معرب اور مبنی کی طرف، پس ہم اس کے احکام کو دو ابواب اور ایک خاتمہ میں بیان کریں گے۔''

تشریح: اسم کی وجہ تقدیم:

مصنف نے اسم کی بحث کو فعل اور حرف کی بحث پر اس لیے مقدم کیا ہے کہ بہ نسبت فعل اور حرف کے اسم اعلیٰ اور ارفع ہوتا ہے، کیونکہ نہ تو یہ فعل کی طرح زمانے کے ساتھ مقترن ہوتا ہے اور نہ حرف کی طرح محتاج الی الغیر۔

وقد مرّ تعريفه:

یہ جملہ معترضہ ہے اور یہ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ ہر شے کی تقسیم اس کی تعریف پر موقوف ہوتی ہے تو یہاں تعریف کے بغیر ہی تقسیم شروع کر دی گئی ہے تو مصنف نے ''قد مرّ تعريفه'' بول کر اس اشکال کا جواب دے دیا ہے کہ اس کی تعریف گزر چکی ہے۔

قسمِ اوّل کو مصنف نے دو بابوں اور خاتمہ پر تقسیم کیا ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ پہلے باب میں مسائلِ معرب بیان کیے گئے ہیں، دوسرے باب میں مسائلِ مبنی اور خاتمہ میں دونوں کے مشترک مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

الباب الأوّل:

اسم معرب کی بحث

((فصل فی تعریف الاسم المعرب وھوکل اسم رکب مع غیرہ ولا یشبہ مبنی الاصل اعنی الحرف والامر الحاضروالماضی نحو زید فی قام زید لا زید وحدہ لعدم الترکیب ولا ھٰؤلآء فی قام ھٰؤلآء لوجود الشبہ ویسمّٰی متمکناً۔))

ترجمہ:

"یہ فصل اسم معرب کی تعریف میں ہے۔اور اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ جوڑا گیا ہو اور وہ مبنی اصل کے مشابہ بھی نہ ہو۔میری مراد حرف، امر حاضر اور فعل ماضی ہے۔جیسے قَامَ زَیْدٌ میں زَیْدٌ نہ کہ صرف زَیْدٌ میں، ترکیب کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور نہ ہی ھٰؤلآءِ میں اور قام ھٰؤلآءِ میں، مشابہت پائے جانے کی وجہ سے، اور اسکا نام رکھا جاتا ہے متمکن۔"

سوال: مصنف نے معرب کی بحث کو مبنی کی بحث پر مقدم کیوں کیا؟

جواب: اس کی متعدد وجوہ ہیں:

① اسم معرب کے افراد بہ نسبت مبنی کے زیادہ ہیں اور مسائلِ معرب بھی مسائلِ مبنی سے زیادہ ہیں، اس کثرت کی وجہ سے معرب کو مبنی پر مقدم کیا ہے۔

② اسم معرب کی بحث میں منصرف آتا ہے اور اسم منصرف اسماء میں اصل ہے، لہٰذا معرب کو مبنی پر مقدم کیا گیا۔

③ اسم معرب پر اعراب لفظی اور تقدیری دونوں آتے ہیں جبکہ مبنی پر صرف اعراب محلی آتا ہے، اور محلی سے لفظی وتقدیری افضل ہیں۔اس افضلیت کی بناء پر معرب کو مبنی پر مقدم کیا ہے۔

④ لفظ کی وجہ ما فی الضمیر کو ظاہر کرنے کو ہوتی ہے اور اظہار اعراب کے ذریعے سے ہوتا ہے، چونکہ اعراب معرب سے ظاہر ہوتا ہے اس لیے معرب کو مبنی پر مقدم کیا گیا ہے۔

تقسیم کی وجہ حصر:

اسم کی تقسیم جو معرب اور مبنی کی طرف کی گئی ہے اس کی وجہ حصر یہ ہے کہ اسم دو حال سے خالی نہیں: غیر کے ساتھ مرکب ہوگا یا نہیں، اگر غیر کے ساتھ مرکب نہیں ہوگا تو مبنی ہے اور اگر غیر کے ساتھ مرکب ہوگا تو پھر دو حال سے خالی نہیں: مبنی اصل کے مشابہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو مبنی ورنہ معرب۔

مبنی کی اقسام:

اس وجہ حصر سے معلوم ہوا کہ مبنی کی تین قسمیں ہیں:

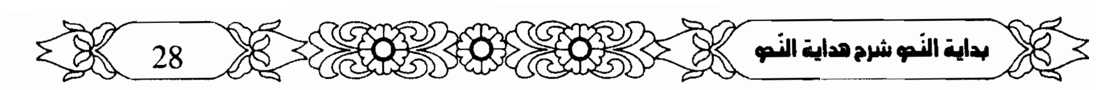
① وہ اسم جو دوسرے کے ساتھ مرکب نہ ہو۔ ② مبنی الاصل ہو۔ ③ مبنی الاصل کے مشابہ ہو۔

سوال: مبنی الاصل کتنے ہیں؟

جواب: مبنی الاصل تین ہیں:

① حروف ② فعل ماضی ③ امر حاضر

امر کے ساتھ حاضر کی قید اس لیے لگائی ہے کہ امر غائب بالاتفاق معرب ہے البتہ امر حاضر میں اختلاف پایا گیا ہے کہ معرب ہے یا مبنی؟ جمہور کے نزدیک مبنی ہے اور یہی مذہب مصنف کے نزدیک مختار ہے۔



فصل

اسم معرب کا حکم

((فصل حكمه أن يختلف اٰخره باختلاف العوامل اختلافاً لفظياً نحوجاء نی زيدٌ ورأيتُ زيداً ومررتُ بزيدٍ أو تقديرياً نحو جا ء نی موسٰی ورأيتُ موسٰی ومررتُ بموسٰی۔الاعراب مابه يختلف آخرالمعرب كا لضمة والفتحة والكسرة والواو والالف والياء واعراب الاسم علٰی ثلاثة أنواعٍ رفع ونصب وجر والعامل مابه رفع أونصب أوجر ومحل الاعراب من الاسم هوالحرف الاخير مثال الكلّ نحو قام زيد فقام عامل وزيد معرب وضمة اعراب والدال محل الاعراب واعلم أنه لا يعرب فی الكلام العرب الاالاسم المتمكن والفعل المضارع وسيجئ حكمه فی القسم الثانی ان شاء الله تعالیٰ۔))

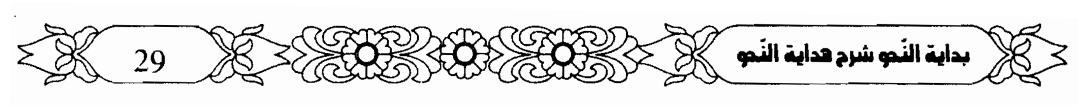
ترجمہ:

''اسم معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے اختلاف سے بدلتا رہتا ہے، وہ ختلاف لفظی ہو جیسے، جَاءَنِیْ زَیْدٌ، رَأَیْتُ زَیْدًا اور مَرَرْتُ بِزَیْدٍ یا وہ اختلاف تقدیری ہو جیسے جَاءَنِیْ مُوْسٰی، رَأَیْتُ مُوْسٰی اور مَرَرْتُ بِمُوْسٰی. اور اعراب وہ ہے کہ جسکی وجہ سے معرب کا آخر بدل جائے جیسے ضمہ، فتحہ، کسرہ، الف اور یاء۔ اور اسم کے اعراب تین قسم پر ہیں، رفع، نصب اور جر، اور عامل سے مراد وہ ہے جس کی وجہ سے رفع، نصب اور جر آتے ہیں۔ اور محلِ اعراب اسم کا آخری حرف ہوتا ہے، ان تمام کی مثال جیسے قَامَ زَیْدٌ، اس میں قَامَ عامل ہے، زَیْدٌ معرب ہے، ضمہ اعراب ہے اور دال محلِ اعراب ہے۔ جان لیجیے کہ کلامِ عرب میں کوئی معرب نہیں ہوتا سوائے اسم متمکن اور فعل مضارع کے، اور اسکا حکم دوسری قسم میں عنقریب آئے گا۔'' ان شاء اللہ تعالیٰ

تشریح:

معرب کا حکم:

جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ عامل کا عمل قبول کر لیتا ہے یعنی اس پر داخل ہونے والے عامل کے بدلنے سے اس کا اعراب بھی بدل جاتا ہے۔



اعراب کی اقسام:

اعراب کے اس اختلاف کی دو قسمیں ہیں کہ وہ اختلاف لفظاً ہو گا یعنی اسم کے آخری حرف پر لفظی طور پر کوئی تبدیلی واقع ہو گی جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ اس میں جَاءَ کا فاعل ہونے کی وجہ سے زَیْدٌ مرفوع ہے اور رَأَیْتُ زَیْدًا میں مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور مَرَرْتُ بِزَیْدٍ میں ''ب'' جارہ کے داخل ہونے کی وجہ سے جر کو قبول کر لیا۔ یا پھر اعراب تقدیراً ہو گا یعنی اختلافِ عوامل سے اسم کے آخری حرف پر اعراب لفظوں میں ظاہر نہیں ہوتا جیسے جَاءَنِیْ مُوْسٰی، رَأَیْتُ مُوْسٰی اور مَرَرْتُ بِمُوْسٰی. اب ان تینوں مثالوں میں عامل تو بدلا ہے لیکن لفظی تبدیلی ظاہر نہیں ہوئی اور ان تینوں کا اعراب تقدیری طور پر ہے۔

اعراب:

اعراب سے مراد وہ چیز ہے جس کی وجہ سے اسم معرب کا آخر بدل جاتا ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں:

① اعراب بالحرکت جیسے ضمہ، فتحہ اور کسرہ

② اعراب بالحرف جیسے واؤ، الف اور یاء

اسم کا اعراب:

اسم کا اعراب تین طرح سے آتا ہے، رفع، نصب اور جر۔ عامل اگر ناصب ہو گا تو اعراب نصبی ہو گا، اگر عامل جار ہو گا تو اعراب جری ہو گا اور اگر ان دونوں میں سے کوئی عامل نہ ہو گا تو رفعی اعراب آئے گا۔

عامل:

جس کے داخل ہونے کی وجہ سے اسم کا اعراب بدلتا ہے اسے عامل کہتے ہیں جیسے بِزَیْدٍ میں ''ب'' عامل ہے۔

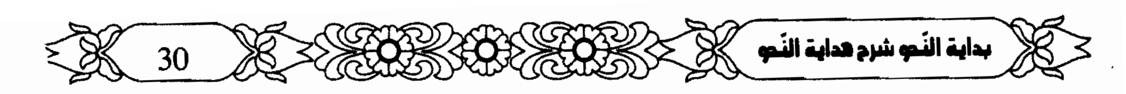
محلِ اعراب:

اسم معرب کے جس حرف پر عامل کا عمل ظاہر ہوتا ہے اسے محلِ اعراب کہتے ہیں جیسے بِزَیْدٍ میں ''د'' محلِ اعراب ہے۔

واعلم:

یہاں مصنف فائدہ کے طور پر یہ بتلا رہے ہیں کہ پوری کلامِ عرب میں صرف اسم متمکن اور فعل مضارع ہی معرب ہوتے ہیں، باقی تمام مبنی ہی ہوتے ہیں۔





فصل

اسم کے اعراب کی اقسام

((فصل فی أصناف اعراب الاسم وھی تسعة أصناف: الأول ان یکون الرفع باالضمة والنصب بالفتحة والجر بالکسرة ویختص بالمنفرد المنصر ف الصحیح وھو عند النحاة مالا یکون فی اٰخرہٖ حرف علة کزیدٍ وبالجار مجری الصحیح وھو مایکون فی اٰخرہٖ واوٌ أو یاءٌ ما قبلھما ساکنٌ کدلوٍوظبیٍ وبا لجمع المکسر المنصرف کرجالٍ تقول جاء نی زیدٌ ودلوٌ وظبیٌ ورجالٌ ورأیتُ زیداً ودلواً وظبیاً ورجالاً ومررتُ بزیدٍ ودلوٍ وظبیٍ ورجالٍ۔))

ترجمہ:

''یہ فصل اسم کے اعراب کی اقسام میں ہے اور وہ نو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ کہ رفع ہوگا ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ اور یہ خاص کیا گیا ہے مفرد منصرف صحیح کے ساتھ۔ نحویوں کے نزدیک صحیح وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرفِ علت نہ ہو جیسے زَیْدٌ اور (یہ اعراب خاص ہے) جاری مجریٰ صحیح کے ساتھ، اس سے مراد وہ اسم ہے جس کے آخر میں ''وْ'' یا ''یْ'' ماقبل ساکن ہو جیسے دَلْوٌ اور ظَبْیٌ اور (اسی طرح یہ خاص ہے) جمع مکسر منصرف کے ساتھ جیسے رِجَالٌ، تُو کہے جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَدَلْوٌ وَظَبْیٌ وَرِجَالٌ اور رَاَیْتُ زَیْداً وَدَلْواً وَظَبْیاً وَرِجَالاً: مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَدَلْوٍ وَظَبْیٍ وَرِجَالٍ.

تشریح:

مفرد سے مراد:

مفرد وہ اسم ہے جو تثنیہ وجمع کے مقابلہ میں ہو، یاد رہے کہ جو اسم مضاف یا شبہ مضاف اور جملہ کے مقابلہ میں ہو وہ مفرد نہیں ہوگا۔

صحیح سے مراد:

نحویوں کے نزدیک صحیح وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرفِ علت نہ ہو۔ مصنف نے یہ اس لیے فرمایا ہے کیونکہ صرفیوں کے نزدیک صحیح وہ ہے جس میں نہ ہمزہ ہو، نہ حرفِ علت ہو اور نہ ہی تضعیف پائی جائے چنانچہ مَرَّ، وَعَدَ، أَمَرَ

صرفیوں کے نزدیک صحیح نہیں ہیں مگر نحویوں کے نزدیک صحیح ہیں، کیونکہ ان کے آخر میں حرفِ علت نہیں ہے اور اسی طرح زَيْدٌ بھی صرفیوں کے نزدیک صحیح نہیں ہے لیکن نحویوں کے نزدیک صحیح ہے۔

جاری مجریٰ صحیح سے مراد:

جاری مجریٰ صحیح کا معنی ہے صحیح کے قائم مقام اور اس سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کے آخر میں 'وْ' یا 'یْ' ماقبل ساکن ہو، اسے جاری مجریٰ صحیح اس لیے کہتے ہیں کہ سکونِ ماقبل کی وجہ سے کلمہ میں خِفت آ جاتی ہے جیسے دَلْوٌ، ظَبْیٌ.

جمع مکسر سے مراد:

وہ جمع ہے جس میں واحد کی بناء سلامت نہ رہے جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ.

اعراب:

ان تینوں اسموں کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ، حالت نصبی میں فتحہ اور حالت جری میں کسرہ آتا ہے۔ ماتن نے اصنافِ تسعہ میں سے ان اصناف کو سب سے پہلے اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ اصل اعراب میں اعراب بالحرکت ہے اور اعراب بالحرف فرع ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ اعراب بالحرف دراصل اعراب بالحرکت سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ جب فتحہ کو کھینچا جاتا ہے تو ''الف'' پیدا ہوتا ہے اور جب ضمہ کو کھینچا جائے تو ''واؤ'' پیدا ہوتا ہے، اور اسی طرح کسرہ کو کھینچا جائے تو ''ی'' پیدا ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ اعراب بالحرف ہے اور اعراب بالحرکت اصل ہے اور اصل، فرع پر مقدم ہوتا ہے۔ پھر احوالِ ثلاثہ میں حرکاتِ ثلاثہ کے ساتھ اعراب بیان کر کے اشارہ کر دیا ہے کہ اعراب لفظی اصل ہے بہ نسبت اعراب تقدیری کے۔ انہی دو وجوہ سے اسے مقدم کیا گیا ہے۔

((الثانی ان یکون الرفع باالضمة والنصب والجر باالکسرة ویختص بجمع المؤنثِ السالم تقول هن مسلماتٌ و رأیتُ مسلماتٍ ومررتُ بمسلماتٍ۔))

ترجمہ:

''اور دوسری قسم یہ کہ رفع ہو ضمہ کے ساتھ اور نصب و جر ہو کسرہ کے ساتھ، اور یہ خاص کیا گیا ہے جمع مؤنث سالم کے ساتھ، جیسے تُو کہے هُنَّ مُسْلِمَاتٌ، رَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ اور مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ۔''

تشریح:

جمع مؤنث سالم سے مراد:

اس سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کی جمع ''الف تا'' کے ساتھ آتی ہو برابر ہے کہ اس کا مفرد مذکر ہو یا مؤنث (مذکر

کی مثال) خَالٌ اسکی جمع خَالِيَاتٌ ہےاوراسی طرح (مؤنث کی مثال) مُسْلِمَةٌ اس کی جمع مُسْلِمَاتٌ ہے۔

وجہ تقدیم:

جمع مؤنث سالم کو غیر منصرف پر مقدم اس لیے کیا ہے کہ غیر منصرف اپنے وجود میں اسبابِ منع صرف کا محتاج ہوتا ہے اور اس کو جاننے میں تفصیل درکار ہوتی ہے بہ خلاف جمع مؤنث سالم کے کہ وہ تفصیل کی محتاج نہیں ہوتی۔ اس لیے جمع مؤنث سالم کو غیر منصرف پر مقدم کیا گیا ہے۔ باقی اس کی نصب، جَر کے تابع اس لیے کی گئی ہے کہ غیر منصرف میں جر نہیں ہے تو وہاں جَر تابع نصب کے تھی یہاں نصب کو جَر کے تابع کر دیا گیا ہے تا کہ دونوں میں فرق کر دیا جائے۔

((الثالث ان يكون الرفع بالضمة والنصب والجر با الفتحة ويختصّ بغير المنصرف كعمرَ تقول جاء نى عمرُ ورأيتُ عمرَ ومررتُ بعمرَ۔))

ترجمہ:

''تیسری قسم اس کا اعراب رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب وجر فتحہ کے ساتھ ہوگا اور یہ خاص کیا گیا ہے غیر منصرف کے ساتھ۔ جیسے جَاءَ عُمَرُ، رَأَيْتُ عُمَرَ اور مَرَرْتُ بِعُمَرَ۔''

تشریح:

ان تینوں مثالوں میں پہلی اور دوسری مثال کا اعراب حرکتی لفظی ہے جبکہ تیسری مثال کا اعراب حرکتی تقدیری ہے۔

((الرابع أن يكون الرفعُ با لواوِ والنصبُ بالا لف والجر بالياءِ ويختص بالأسماء الستّة مكبّرة موحّدة مضافة الى غير ياء المتكلم وهى أخوك وأبوك وهنوك وحموك وفموك وذومالٍ تقول جاء نى أخوك ورأيت أخاك ومررتُ بأَخيك وكذلك البواقى۔))

ترجمہ:

''چوتھی قسم یہ کہ رفع ہوگا واؤ کے ساتھ اور نصب الف کے ساتھ اور جر یا کے ساتھ یہ خاص کیا گیا ہے اسمائے ستہ کے ساتھ اس حال میں کہ وہ مکبرہ ہوں، موحدہ ہوں اور یائے متکلم کے علاوہ کسی دوسری ضمیر کی طرف مضاف ہوں، تو کہے جَاءَنِيْ أَخُوْكَ، رَأَيْتُ أَخَاكَ اور مَرَرْتُ بِأَخِيْكَ، اور اسی طرح باقی کی مثالیں۔''

تشریح:

اعراب کی شروط:

مصنف نے اسمائے ستہ کے ساتھ تین شرائط لگائی ہیں: مکبّرہ ہوں، موحدّہ ہوں اور مضاف الیٰ غیرِ یاءِ المتکلم ہوں۔

وجہ شروط:

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ مصغرہ ہوئے تو اعراب حرفی نہیں بلکہ حرکتی ہوگا جیسے جَاءَنِیْ أُبَیٌّ، رَأَیْتُ أُبَیًّا، مَرَرْتُ بِأُبَیٍّ۔ اور اگر وہ تثنیہ وجمع ہوئے تو انکا اعراب بھی تثنیہ وجمع والا ہی ہوگا اور اسی طرح اگر وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہوئے تو اس صورت میں ان کا اعراب تینوں حالتوں میں حرکتی تقدیری ہی ہوگا جیسے جَاءَنِیْ أَبِیْ، رَأَیْتُ أَبِیْ، مَرَرْتُ بِأَبِیْ.

گویا ان تینوں شروط کے نہ پائے جانے سے اسمائے ستہ کا اصل اعراب اس پر نہیں آسکتا چنانچہ ان تینوں شروط کے پائے جانے کی قید لگائی گئی ہے۔

اسماء اور معانی:

یہ اسماء کل چھے ہیں: أَبٌ (باپ)، أَخٌ (بھائی)، هَنٌ (قبیح چیز یا گندی بات) حَمٌ (دیور، مصنف نے متن میں اس کے ساتھ مؤنث کی ضمیر لاکر اشارہ کر دیا کہ حَمٌ ہوتا ہی عورت کا ہے)، فَمٌ (منہ)، ذُوْمَالٍ (مال دار شخص، اس سے مصنف نے یہ بتلایا ہے کہ اس اعراب کا مذکور اس وقت ہوتا ہے کہ جب اسکا مضاف الیہ اسم ظاہر ہو)۔

((الخامس أن يكون الرفع بالالف والنصب والجر بالياء المفتوح ماقبلها ويختص بالمثنّٰى وكلا مضافاً الىٰ مضمرٍ واِثنان واثنتان تقول جاء نى الرجلان كلاهما واثنان واثنتان ورأيتُ الرَجلَين كليهما واثنين واثنتين ومررتُ بالرجلين كليهما واثنين واثنتين۔))

ترجمہ:

"پانچویں قسم (اعراب کی) یہ کہ رفع ہوگا الف کے ساتھ اور نصب جر یا ماقبل مفتوح کے ساتھ، اور یہ خاص کیا گیا ہے تثنیہ کے ساتھ اور کِلا کے ساتھ کہ جب وہ مضاف ہو ضمیر کی طرف اور اِثْنَانِ کے ساتھ اور اِثْنَتَانِ کے ساتھ (خاص کیا گیا ہے)۔ تُو کہے: جَاءَ نِی الرَّجُلَانِ کِلَاهُمَاوَاثْنَانِ وَاثْنَتَانِ، رَأَیْتُ الرَّجُلَیْنِ کِلَیْهِمَا وَاثْنَیْنِ وَاثْنَتَیْنِ اور مَرَرْتُ بِالرَّجُلَیْنِ کِلَیْهِمَا وَاثْنَیْنِ وَاثْنَتَیْن."

تشریح:

تثنیہ سے مراد:

تثنیہ ہر وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف ہو یا ''ی'' ماقبل مفتوح ہو اور نون مکسور کا اضافہ کیا جائے جیسے رَجُلٌ سے رَجُلاَنِ اور رَجُلَیْنِ۔

اضافت الیٰ ضمیر کی وجہ:

اگر کِلا کی اضافت اسم ظاہر کی طرف ہوگی تو اس وقت یہ اعراب نہیں ہوگا بلکہ اس صورت میں اعراب حرکتی تقدیری ہوگا جیسے جَاءَ کِلاَ رَجُلَیْنِ، رَأَیْتُ کِلاَ رَجُلَیْنِ اور مَرَرْتُ بِکِلاَ رَجُلَیْنِ۔

یہ فرق اس لیے کیا گیا کہ کِلا لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے اور معنیٰ کے لحاظ سے تثنیہ ہے، لہٰذا دونوں باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ اگر اس کا مضاف الیہ اسم ضمیر ہے تو پھر معنیٰ کا اعتبار کرتے ہوئے تثنیہ کا اعراب دیا جائے گا اور اگر مضاف الیہ اسم ظاہر ہو تو اس وقت لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے مفرد کا اعراب دیا جائے گا۔

اِثْنَان اور اِثْنَتَان:

اِثْنَان اور اِثْنَتَانِ تثنیہ نہیں بلکہ ملحق بالتثنیہ ہیں۔ تثنیہ اس لیے نہیں کہ تثنیہ وہ اسم ہوتا ہے کہ جس کے آخر میں علامتِ تثنیہ ہو اور اگر علامتِ تثنیہ کو حذف کر دیا جائے تو مفرد باقی رہے اور ان دونوں میں اگر علامتِ تثنیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے تو مفرد باقی نہیں رہتا کیونکہ اسکا مفرد اِثْنٌ نہیں بلکہ وَاحِدٌ ہے، اس لیے اِثْنَانِ اور اِثْنَتَانِ کو ملحق بالتثنیہ کہتے ہیں۔

اعراب:

ان تینوں کا اعراب حالت رفعی میں الف اور نون مکسور اور حالت نصبی و جری میں یا ماقبل مفتوح اور نون مکسور ہوگا جیسے جَاءَ نِی الرَّجُلاَنِ کِلاَهُمَا وَاثْنَانِ وَاثْنَتَانِ، رَأَیْتُ الرَّجُلَیْنِ کِلَیْهِمَا وَاثْنَیْنِ وَاثْنَتَیْنِ اور مَرَرْتُ بِالرَّجُلَیْنِ کِلَیْهِمَا وَاثْنَیْنِ وَاثْنَتَیْنِ۔

((السادس ان يكون الرفع بالواو المضموم ما قبلها والنصب والجر بالياء المكسور ما قبلها ويختص بجمع المذكر السالم نحو مسلمون وأولو وعشرون مع أخواتها تقول جاء نى مسلمون وعشرون وأولو مال ورايتُ مسلِمين وعشرين وأولى مالٍ ومررتُ بمسلمين وعشرين وأولى مال۔))

ترجمہ:

''چھٹی قسم یہ کہ ہوگا رفع واوَ ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب وجر یا ماقبل مکسور کیساتھ اور یہ خاص کیا گیا ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ جیسے مُسْلِمُوْنَ اور اُولُوْا کے ساتھ اور عِشْرُوْنَ مع اخواتہا ،تُو کہے جَاءَنِیْ مُسْلِمُوْنَ وَعِشْرُوْنَ وَاُولُوْا مَالٍ،رَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ اور مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ۔''

تشریح:

أخواتها سے مراد:

عِشْرُوْنَ کی اَخَوَاتُ سے مراد ثلاثون،اربعون،خمسون،ستّون،سبعون،ثمانون اور تسعون ہیں۔

ملحقات کی توجیہہ:

عشرون اور اُولوا کو جمع مذکر سالم کے ملحقات کہا گیا ہے،اُولوا کو اس لیے کہ اس کا مفرد اس کے لفظ سے نہیں بلکہ ذُوْ ہے،اور عشرون واخواتھا کو اس لیے کہ اس کے آخر میں اگر چہ واوَ،نون کی زیادتی ہے لیکن اگر اس زیادتی کو حذف کر دیا جائے تو مفرد نہیں رہتا کیونکہ عِشْرٌ، عِشْرُوْنَ کا مفرد نہیں ہے بلکہ یہ ایک مستقل عدد کا نام ہے۔

اعراب:

ان تینوں کا اعراب یہ ہے کہ ان کی رفعی حالت ایسی واوَ کے ساتھ آئے گی جس کے ماقبل حرف کو ضمہ دیا گیا ہو اور نصبی وجری حالت ایسی یاء کیساتھ آئے گی جس کے ماقبل حرف کو کسرہ دیا گیا ہو جیسے جَاءَنِیْ مُسْلِمُوْنَ وَعِشْرُوْنَ وَاُولُوْا مَالٍ،رَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ اور مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ.

((واعلم أن نون التثنية مكسورة أبدًاونون جمع السلامة مفتوحة أبدا وكلاهما تسقطان عند الاضافة تقول جاء نی غلاما زيدٍ ومسلموا مصر))

ترجمہ:

''اور جان لو کہ نون تثنیہ کا ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور نون جمع کا ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور یہ دونوں اضافت کے وقت گر جاتے ہیں جیسے تُو کہے جَاءَنِیْ غُلَامَا زَیْدٍ اور مُسْلِمُوْمِصْرَ۔''

تشریح:

نون تثنیہ مکسور کیوں ہوتا ہے؟

نون تثنیہ کا اس لیے مکسور کیا جاتا ہے کہ نون حرف ہے تو حرف مبنی علی السکون ہوتا ہے تو جب اسے حرکت دی گئی تو

اَلسَّاكِنُ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرَةِ کے تحت کسرہ کی حرکت دی گئی۔

نون جمع کیوں مفتوح ہوتا ہے؟

اور نون جمع مذکر سالم کو تثنیہ سے فرق کرنے کے لیے فتحہ کی حرکت دی گئی اور ضمہ اس لیے نہیں دیا گیا کیونکہ وہ ثقیل تھا۔

سقطِ نون بوقتِ اضافت:

چونکہ یہ دونوں (نون تثنیہ اور نون جمع) تنوین کے عِوض میں ہوتے ہیں اور تنوین اضافت کے وقت گر جاتی ہے، ایسے ہی یہ دونوں نون بھی بوقتِ اضافت گر جاتے ہیں۔ لہٰذا جب غُلَامَانِ کی اضافت کی جائے تو غُلَا مَا زَيْدٍ کہا جائے گا اور جب مُسْلِمُوْنَ کی اضافت کی جائے تو مُسْلِمُوْمِصْرَ کہا جائے گا۔

السلامة کی قید:

ماتن نے نون کے ساتھ سلامت کی قید اس لیے لگائی ہے کیونکہ جمع مکسر کا نون مضموم بھی ہوتا ہے اور مکسور بھی جیسے شَيٰطِيْنِ کا نون۔

((السابع أن يكون الرفع بتقدير الضمة والنصب بتقدير الفتحة والجر بتقدير الكسرة ويختص با لمقصور وهو مافى اٰخره ألف مقصورةٌ كعصا وبالمضاف الىٰ ياء المتكلم غير جمع المذكر السالم كغلامى تقول جاء نى عصاً وغلامى ورأيتُ عصاًوغلامى ومررتُ بعصاً وغلامى۔))

ترجمہ:

''ساتویں قسم یہ کہ رفع ہوگا ضمہ تقدیری کے ساتھ اور نصب ہوگی فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جر ہوگی کسرہ تقدیری کے ساتھ اور یہ خاص کیا گیا ہے اسم مقصور کے ساتھ اور (اسم مقصور) وہ ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصا اور (خاص ہے اس اسم کے ساتھ) جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو، علاوہ جمع مذکر سالم ہونے کے جیسے غُلَامِىْ، تُو کہے جَاءَنِىْ عَصاً وَغُلَامِىْ، رَاَيْتُ عَصاً وَغُلَامِىْ اور مَرَرْتُ بِعَصاً وَغُلَامِىْ.

تشریح:

اسم مقصور سے مراد:

اسم مقصور اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو، جیسے عَصَا.

وجہ تسمیہ:

چونکہ الف اپنے اوپر حرکات کو داخل کرنے سے منع کرتا ہے اور قصر کا معنی ہی منع ہے تو جس اسم کے اوپر الف ہو اسے مقصور کہہ دیتے ہیں۔

اعراب:

جب یہ اسم اپنے اوپر لفظاً حرکت قبول نہیں کرتا تو تینوں حالتوں میں اسکا اعراب تقدیری ہی ہوگا، اسی طرح جو اسم مضاف الی الیاء ہو اس کا اعراب بھی تینوں حالتوں میں تقدیری ہی ہوگا۔

((الثامن ان یکونَ الرفعُ بتقدیرالضمّۃِ والجرّبتقدیرالکسرۃ والنصب بالفتحۃِ لفظاًویُختصُّ بالمنقوصِ وھومافی اٰخرہ یاء ماقبلھا مکسورٌ کَالْقَاضِی تقول جَاءَنِی الْقَاضِیْ ورَأَیْتُ الْقَاضِیَ و مَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ))

آٹھویں قسم (اعراب کی) یہ ہے کہ رفع ہو ضمہ تقدیری کے ساتھ اور جر ہو کسرہ تقدیری کے ساتھ اور نصب ہو فتحہ لفظی کے ساتھ اور یہ خاص کیا گیا ہے منقوص کے ساتھ اور (اسم منقوص) وہ ہے جس کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو جیسے قَاضِیُ، تُو کہے جَاءَنِیُ الْقَاضِیُ، رَأَیُتُ الْقَاضِیَ اور مَرَرْتُ بِالْقَاضِیُ۔"

تشریح:

اسم منقوص سے مراد:

اس سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ہو اور اسے پہلے حرف پر کسرہ ہو جیسے قَاضِیُ.

وجہ تسمیہ:

اس کو اسم منقوص اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب یہ الف لام کے بغیر آتا ہے تو اس کا لام کلمہ گر جاتا ہے اور قَاضٍ رہ جاتا ہے۔

اعرابِ تقدیری کی وجہ:

اسم منقوص میں ضمہ اور کسرہ تقدیری اس لیے ہوتے ہیں کہ یہ دونوں لفظاً "ی" پر ثقیل ہیں۔ ضمہ اس لیے ثقیل ہے کہ یاء کسرہ کو کھینچنے سے پیدا ہوتی ہے اور کسرہ وضمہ آپس میں ضد ہیں تو اگر اس پر ضمہ لائیں گے تو اجتماعِ ضِدَّین ہو جائے گا۔ اور کسرہ اس لیے ثقیل ہے کہ یاء دو کسروں کے قائم مقام ہوتی ہے تو اگر اس پر ایک اور کسرہ داخل کر دیا جائے گا تو یہ تین کسرے ہو جائیں گے اور توالیٔ امثال بھی موجبِ ثقل ہے لہٰذا اسم منقوص میں ضمہ اور کسرہ تقدیری ہوگا، چونکہ فتحہ

میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں اس لیے نصبی حالت میں فتحہ ہی آئے گا۔

((التاسع ان یکون الرفع بتقدیر الواووالنصب والجر با لیاء لفظاً ویختص بجمع المذکر السالم مضافاً الیٰ یاء المتکلم تقول جاء نی مسلمیَّ تقدیرہ مسلموی اجتمعت الواو والیا ء والاؤلی منہما ساکنۃ فقلبت الواوُ یاءً واُدغِمت الیاء فی الیاء واُبدِلت الضمۃ بالکسرۃ لمناسبۃ الیاء فصار مسلمیَّ ورأیتُ مسلِمِیَّ ومررتُ بمسلمیَّ۔))

ترجمہ:

''نویں قسم یہ کہ رفع ہوگا واؤ تقدیری کے ساتھ اور نصب و جر ہوگی یاء تقدیری کے ساتھ اور یہ قسم خاص کی گئی ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ، درآں حال کہ مضاف ہو یائے متکلم کی طرف، جیسے تُو کہے جَاءَنِیْ مُسْلِمِیَّ کہ اصل میں یہ مُسْلِمُوْیَ ہے، واؤ اور یاء جمع ہوئے، پہلا ان میں سے ساکن تھا تو واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا اور یاء کا یاء میں ادغام کر دیا گیا اور ضمہ کو یاء کی مناسبت سے کسرہ کے ساتھ بدل دیا گیا تو مُسْلِمِیَّ ہوگیا اور رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ،وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ۔''

تشریح

حالت رفعی میں واؤ تقدیری سے مراد یہ ہے کہ وہ لفظوں میں تو موجود نہیں لیکن اپنی اصل کے اعتبار سے وہ تقدیراً موجود ہے کیونکہ اصل میں یہ مُسْلِمُوْنَ تھا۔ یاء کی طرف اضافت کی گئی تو مُسْلِمُوْیَ ہوگیا اور پھر متذکرہ بالا تعلیل کے مطابق مُسْلِمِیَّ بن گیا۔ حالتِ نصبی وجری میں ''ی'' لفظی طور پر موجود ہے۔

❁......❁......❁

فصل

منصرف اور غیر منصرف کا بیان

((فصل الاسم المعرب علی نو عین منصرف وهو مالیس فی سببین أوواحد یقوم مقامهما من الأسباب التسعة کزیدٍ ویسمّٰی الاسم المتمکنه وحکمه ان ید خله الحرکات الثلاث مع التنوین تقول جاء نی زیدٌ ورأیتُ زیداًومررت بزیدٍوغیر منصرفٍ وهومافیه سببان أوواحد منهما یقوم مقامهما۔))

ترجمہ:

''اسم معرب دوقسموں پر ہے،منصرف اور یہ وہ اسم ہے جس میں اسباب تسعہ میں سے دوسبب پائے جائیں یادو کے قائم مقام کوئی سبب پایا جائے جیسے زَیْدٌ اور نام رکھا جاتا ہے اسمِ متمکن اور اسکا حکم یہ کہ داخل ہوسکتی ہیں اس پرتینوں حرکات بمعہ تنوین کے،جیسےتو کہے جَاءَنِیْ زَیْدٌ،رَأَیْتُ زَیْداً اور مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اور غیر منصرف یہ وہ اسم ہے جسمیں کوئی سے دوسبب یاان کے قائم مقام ایک سبب پایا جائے۔''

تشریح:

اسم معرب کی اقسام:

اسم معرب کی دوقسمیں ہیں:

① منصرف ② غیر منصرف

منصرف:

منصرف اس اسم کو کہتے ہیں جس میں اسبابِ تسعہ میں سے دوسبب یا دو کے قائم مقام کوئی ایک سبب نہ پایا جائے جیسے زَیْدٌ اوراسے اسم متمکن بھی کہتے ہیں۔

حکم:

اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکات یعنی فتحہ،ضمہ،کسرہ اورتنوین داخل ہو سکتے ہیں جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ،رَأَیْتُ زَیْداً اورمَرَرْتُ بِزَیْدٍ۔

غیر منصرف:

اس سے مراد وہ اسم ہے جس میں اسبابِ تسعہ یعنی اسبابِ منع صرف میں سے کوئی سے دو سبب پائے جائیں یا ایک ایسا سبب پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو جیسے اَحْمَدُ۔

((والأسباب التسعة هی العدل والوصف والتانیث والمعرفة والعجمة والجمع والتركیب والألف والنون الزائدتان ووزن الفعل وحكمه أن لا یدخله الكسرة والتنوین ویكون فی موضع الجر مفتوحاً أبداً تقول جاء نی أحمدُ ورأیتُ أحمدَ ومررتُ بِأحمدَ۔))

ترجمہ:

"اسبابِ تسعہ یہ ہیں: عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، الف ونون زائدتان اور وزن فعل اور حکم ان کا یہ ہے کہ نہیں داخل ہوتے ان پر کسرہ اور تنوین اور یہ محلِ جر میں بھی ہمیشہ مفتوح رہتے ہیں جیسے تُو کہے: جَاءَنِیْ أَحْمَدُ، رَأَیْتُ أَحْمَدَ اور مَرَرْتُ بِأَحْمَدَ"

تشریح:

اسبابِ تسعہ:

اسبابِ تسعہ سے مراد اسبابِ منع صرف ہیں اور ان کی تعداد نو ہے:

① عدل ② وصف ③ تانیث ④ معرفہ ⑤ عجمہ ⑥ جمع
⑦ ترکیب ⑧ الف نون زائدتان ⑨ وزن فعل

حکم:

ان کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہو سکتے۔ اور یہ جری حالت میں بھی مفتوح ہی رہتے ہیں جیسے جَاءَنِیْ أَحْمَدُ، رَأَیْتُ أَحْمَدَ اور مَرَرْتُ بِأَحْمَدَ. اب یہاں تیسری مثال میں اَحْمَدَ جری حالت میں بھی مفتوح ہے اور اسبابِ منع صرف کے پائے جانے کی وجہ سے اس نے کسرہ کو قبول نہیں کیا۔

((اما العدل فهو تغیر اللفظ من صیغته الأصلیة إلی صیغة أخرٰی تحقیقاً أو تقدیراً ولا یجتمع مع وزن الفعل أصلاً ویجتمع مع العلمِیّة كعمرَ وزفرَ ومع الو صفِ كثلا ثَ ومثلثَ وأخرَ وجمعَ۔))

ترجمہ:

”رہا عدل پس یہ وہ ہے کہ بدل جانا لفظ کا اپنے اصلی صیغہ سے دوسرے صیغہ کی طرف حقیقتاً یا تقدیراً اور نہیں جمع ہوتا عدل وزن فعل کے ساتھ کبھی بھی اور یہ جمع ہوتا ہے علمیت کے ساتھ جیسے عُمَرُ اور زُفَرُ اور وصف کے ساتھ جیسے ثُلٰثُ، مَثْلَثُ، اُخَرُ اور جُمَعُ۔“

تشریح:

عدل کا معنی:

عدل کا لغوی معنی پھرنا اور مڑنا ہے، نحویوں کی اصطلاح میں ایک لفظ کو اپنے اصلی صیغہ سے پھیر کر دوسرے صیغے کی طرف لے جانا عدل کہلاتا ہے۔

عدل کی اقسام:

عدل کی دو قسمیں ہیں: ① عدل تحقیقی ② عدل تقدیری

عدلِ تحقیقی:

وہ عدل ہے جس میں غیر منصرف کے علاوہ کوئی دوسری چیز معدول عنہ پر دلالت کر رہی ہو جیسے ثُلَاثُ کہ اس کا معنی ہے تین تین، تو معنی میں کلمہ کا تکرار دلالت کر رہا کہ اس کا اصل ثَلاثَۃٌ وَ ثَلاثَۃٌ تھا۔

عدلِ تقدیری:

وہ عدل ہے جس میں غیر منصرف کے علاوہ کوئی اور چیز معدول عنہ پر دلالت نہ کر رہی ہو جیسے عُمَرُ وَزُفَرُ کہ ان کا اصل عَامِرٌ وَ زَافِرٌ ہے اور معنوی لحاظ سے کوئی شے دلالت نہیں کر رہی بلکہ اس کے معدول عنہ کو فرض کر لیا گیا ہے۔

عدم اجتماع کی وجہ:

وزنِ فعل اور عدل کبھی جمع نہیں ہو سکتے، اسکی وجہ یہ ہے کہ عدل کے اپنے چھے اوزان متعین ہیں، اور یہ چھے اوزان ایسے ہیں کہ کوئی فعل ان اوزان پر نہیں آتا، اس لیے ماتن نے کہا کہ عدل وزنِ فعل کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ عدل کے اوزان یہ ہیں:

عدل کے اوزان:

① فُعَالُ جیسے ثُلَاثُ ② مَفْعَلُ جیسے مَثْلَثُ ③ فُعَلُ جیسے عُمَرُ

④ فِعَالِ جیسے قِطَامِ ⑤ فَعْلِ جیسے اَمْسِ ⑥ فَعْلٌ جیسے سَحَرٌ

علمیت اور وصفیت کے ساتھ اجتماع:

عدل علمیت اور وصفیت کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے، علمیت کی مثال عُمَرُ وزُفَرُ یہاں ایک عدل مع ایک علمیت کے ہے۔ وصفیت کی مثال ثُلٰثُ ومَثْلَثُ اور اُخَرُ وجُمَعُ. ماتن نے جو ثُلٰثُ ومَثْلَثُ مثال دی ہے یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے اور اُخَرُ وجُمَعُ یہ مثال عدل تقدیری کی ہے۔

اُخَرُ وجُمَعُ عدل تقدیری کیسے ہوئے؟

یہ عدل تقدیری اس لیے ہیں کہ اُخَرُ جمع ہے اُخْرٰی کی اور اُخْرٰی مؤنث ہے اٰخِرٌ کی، اٰخِرٌ افعل التفضیل ہے اور افعل التفضیل کا استعمال تین میں سے کسی ایک طریقے کے ساتھ ہوتا ہے:

① اضافت کے ساتھ جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ

② مِنْ کے ساتھ جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ بَکْرٍ

③ الف لام کے ساتھ جیسے جَاءَ نِی الْاَفْضَلُ

اور جب اُخَرُ کا استعمال ان تینوں طریقوں کے علاوہ ہوا تو ہم نے جان لیا کہ یہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بدلا ہوا ہے، یہی عدل تقدیری ہے۔

اور جُمَعُ جمع ہے جُمْعَاءُ کی اور جُمْعَاءُ مؤنث ہے اَجْمَعُ کی، تو گویا یہ وزن ہے اَفْعَلُ فُعَلاءُ کا۔

قاعدہ:

قاعدہ یہ ہے کہ اگر اَفْعَلُ فُعَلاءُ وصفی ہوں تو ان کی جمع فُعْلٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے اَحْمَرُ سے حَمْرَاءُ کی جمع حُمْرٌ کے وزن پر آتی ہے اور اگر وہ اسمی ہوں تو پھر ان کی جمع دو وزنوں پر آتی ہے، یا تو فَعَالَۃٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے صَحْرَاءُ کی جمع صَحَارَۃٌ یا فَعْلَوَاۃٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے صَحْرَوَاۃٌ۔

((اما الوصف فلا یجتمع مع العلمیۃ أصلاً وشرطہ أن یکون وصفاً فی أصل الوضع فأسودُ وأرقمُ غیر منصرفٍ وان صارا اسمین للحیَّۃِ لِاصالتھما فی الوصفیۃ وأربع فی مررتُ بنسوۃٍ أربعٍ منصرفٌ مع أنہ صفۃ ووزن الفعل لعدم الاصالۃ فی الوصفیۃ۔))

ترجمہ:

”پس جو وصف ہے وہ علمیت کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوتا اور اسکی شرط یہ ہے کہ وہ وصف ہو اصل وضع میں، پس اَسْوَدُ اور اَرْقَمُ غیر منصرف ہیں، اگرچہ وہ سانپ کے دو نام بن گئے ہیں، اس لیے کہ ان دونوں کی اصل

وصفیت ہے اور مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ أَرْبَعٍ میں أَرْبَعٌ منصرف ہے صفت ہوتے ہوئے بھی اور وزنِ فعل بھی ہے، وصفیت میں اصل نہ ہونے کی بناء پر"

تشریح:

عدم اجتماع کی وجہ:

وصفیت کبھی علمیت کے ساتھ جمع نہیں ہوتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ وصفیت عموم کا تقاضا کرتی ہے جبکہ علمیت خصوص کا اور عموم وخصوص بیک وقت جمع نہیں ہو سکتے۔

وصف کی شرط:

ماتن نے وصف کی یہ شرط لگائی ہے کہ وہ باعتبارِ اصل (یعنی وضع کے اعتبار سے) وصف ہو، چنانچہ اگر کوئی اسم ایسا ہے جو باعتبار وضع کے وصف تھا لیکن بطور اسم استعمال ہو رہا ہے جیسے أسود اور أرقم کہ یہ سانپ کے نام بن چکے ہیں تو یہ غیر منصرف ہی ہوں گے بوجہ اصلی ہونے کے وضع کے اعتبار سے اور اس کے برعکس مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ أَرْبَعٍ میں أَرْبَعٍ منصرف ہے حالانکہ وزنِ فعل بھی ہے اور صفت بھی، لیکن اس کے باوجود بھی غیر منصرف نہیں کیونکہ یہ وضع کے اعتبار سے وصف نہیں بلکہ اسم ہے۔

((أما التانيث بالتاء فشرطه أن يكون عَلَماً كطلحةَ وكذالك المعنویُّ ثم المعنویُّ ان كان ثلاثياً ساكن الأوسط غيرأعجميٍ يجوز صرفه وتركه لأجل الخفة ووجودالسببين كهندٍوالا يجب منعه كزينبَ وسقَروماهَ وجورَ والتانيثُ با لألف المقصورة كحبلى والممدودةِكحمراءَ ممتنع صرفهما البتّة لأن الألف قائم مقام السببين التانيثِ ولزومِه۔))

ترجمہ:

"اور جو تانیث بالتاء ہے، پس اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے طلحة اور اسی طرح معنوی ہے، پھر معنوی اگر ثلاثی ہو، درمیان والا حرف ساکن ہو عجمی نہ ہو تو جائز ہوگا اس کا منصرف ہونا اور اس کا چھوڑنا (یعنی غیر منصرف ہونا) خفت کی وجہ سے اور دو سبب پائے جانے کی وجہ سے جیسے هند وگرنہ اس کا منع واجب ہے جیسے زینب، سقر، ماہ اور جور اور تانیث الف مقصورہ کے ساتھ جیسے حُبْلٰی اور الف ممدودہ کے ساتھ جیسے حَمْرَاءُ ان دونوں کا منصرف ہونا ممتنع ہے لازمی طور پر، اس لیے کہ الف دو سبب کے قائم مقام ہے (اور وہ) تانیث اور اس کا لزوم ہیں۔"

تشریح:

تائے تانیث سے مراد:

اس سے مراد وہ تاء ہے جو اسم کے آخر میں زیادہ کی جاتی ہے اور حالتِ وقف میں وہ ساقط ہو جاتی ہے جیسے طَالِبَةٌ کہ یہ وقف کی حالت میں طَالِبَهْ ہو جاتی ہے، اس تعریف سے اُخْتٌ اور بِنْتٌ کی تاء نکل گئی کیونکہ ان میں تاء زائدہ نہیں بلکہ لام کلمہ ہے۔

تانیث کی اقسام:

تانیث بالتاء کہہ کر مصنف نے تانیث کی قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے، تانیث کی دو قسمیں ہیں:

① تانیث لفظی ② تانیث معنوی

تانیث لفظی:

وہ ہوتی ہے جس میں علامتِ تانیث لفظوں میں موجود ہو جیسے طَالِبَةٌ.

تانیث معنوی:

وہ ہوتی ہے جس میں علامتِ تانیث لفظوں میں موجود ہو نہ جیسے بُشْرٰی

تانیث میں شرط:

تانیث بالتاء میں علمیت کو شرط قرار دیا ہے تا کہ تائے تانیث اس میں ثابت رہے اور گر نہ سکے، کیونکہ اگر علمیت شرط نہ ہوتی تو تاء کے سقوط کا احتمال تھا اور اگر تانیث معنوی ہو تو اس کے غیر منصرف ہونے کے لیے علمیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ وہ ثلاثی نہ ہو اور اگر ثلاثی ہے تو پھر ساکن الاوسط نہ ہو اور عربی نہ ہو چنانچہ زینب غیر منصرف ہے کیونکہ یہ علم ہے اور زائد عن الثلاثی ہے اور سقر غیر منصرف ہے کیونکہ وہ ثلاثی متحرک الاوسط ہے اور ماہ و جور یہ بھی غیر منصرف ہیں اس لیے کہ یہ عربی نہیں عجمی لفظ ہیں۔

اگر تانیث معنوی میں مذکورہ شروطِ ثلاثہ نہ پائی جائیں جیسے هِنْدٌ کہ یہ نہ تو زائد عن الثلاثی ہے، نہ متحرک الاوسط ہے اور نہ ہی عجمی ہے تو پھر اس میں دو وجہیں ہوں گی:

① انصراف ② عدمِ انصراف

انصراف اس لیے کہ یہ خفیف ہے اور عدمِ انصراف اس لیے کہ دو سبب اسبابِ منع صرف میں سے پائے جا رہے ہیں، ایک معرفہ اور دوسرا تانیث۔

تانیث لفظی جو الف کے ساتھ ہوتی ہے، برابر ہے کہ الف مقصورہ ہو یا الف ممدودہ، اسے وجوباً غیر منصرف کہیں گے

کیونکہ الف قائم مقام دو سببوں کے ہے، ایک تانیث اور دوسرا لزومِ تانیث، گویا ایک سبب ہی دو سببوں کے قائم مقام ہے۔

التانیث ولزومہ:

التانیث کی "ث" اور لزومہ کی "م" میں تینوں اعراب جائز ہیں:

① اگر مرفوع پڑھیں گے تو مبتدا محذوف کی خبر بنائیں گے۔

② جب منصوب پڑھیں گے تو اَعْنِیْ فعل محذوف نکالیں گے۔

③ اور مجرور پڑھنے کی صورت میں انہیں سببین سے بدل بنائیں گے۔

((اماالمعرفة فلا يعتبر فى منع الصرف منها الا العلمية وتجتمع مع غير الوصف۔))

ترجمہ:

"رہا معرفہ پس نہیں اعتبار کیا جائے گا منع صرف میں اس سے مگر علمیت اور جمع ہوتا ہے وصف کے علاوہ کے ساتھ۔"

تشریح:

معرفہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے صرف علمیت شرط ہے معلوم ہوا کہ علمیت کے علاوہ دیگر اقسام کا عدم انصراف میں کوئی اعتبار نہیں، پھر یہ معرفہ وصف کیساتھ جمع نہیں ہوتا، اسکی وجہ یہ ہے کہ معرفہ ذاتِ معین دلالت کرتا ہے اور وصف ذاتِ مبہم پر اور ان دونوں کے درمیان تضاد ہے جیسے اُحْمَرُ لہٰذا وصفیت کے ساتھ معرفہ جمع نہیں ہوگا۔

((اما العجمة فشرطها أن تكون علَماً فى العجمة وزائدةً علىٰ ثلاثة أحرفٍ كابراهيم أو ثلاثياً متحرك الأوسط كشتر فلجام منصرف لعدم العلمية ونوح منصرف لسكون الأ وسط۔))

ترجمہ:

"جو عجمہ ہے پس اسکی شرط یہ ہے کہ لغتِ عجم میں وہ علم ہو اور تین حروف سے زائد ہو جیسے ابراھیم یا تین حروف والا ہو تو درمیان والا حرف متحرک ہو جیسے شَتَر پس لجام منصرف ہے علمیت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور نوح منصرف ہے درمیان والا حرف ساکن ہونے کی وجہ سے۔"

تشریح:

عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو اور یہ شرط اس لیے لگائی جاتی ہے کہ اس میں تغیر کا

احتمال تھا کیونکہ لفظ کا نطق عربوں کی زبان پر ثقیل تھا، تو ممکن تھا کہ اس میں خفت پیدا کرنے کے لیے اس میں تغیر کر لیتے چنانچہ اس احتمال کو ختم کرنے کے لیے علمیت کو شرط قرار دیا گیا اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ تین حروف سے زائد ہو جیسے ابراھیم اور اگر تین حرفی ہو تو متحرک الاوسط ہو، یہ دونوں چیزیں بھی اسی لیے قرار دی گئیں تا کہ ثقل باقی نہ رہے۔

پس اگر ایک لفظ عجمی ہے لیکن علم نہیں تو منصرف ہوگا جیسے لِجَامٌ یا پھر علم تو ہے لیکن زائد عن الثلاثی نہیں اور نہ متحرک الاوسط ہے تو وہ بھی منصرف ہے جیسے نُوحٌ۔

((أما الجمع فشر طه أن يكون علىٰ صيغة منتهى الجموع وهو أن يكون بعد ألف الجمع حرفان كمساجدَ أوحرف مشدَّدٌ مثل دوآبَّ أو ثلاثة أحرفٍ أوسطها ساكن غير قابلٍ للهاء كمصابيح فصياقلةٌ وفرازنةٌ منصرفٌ لقبولهما الهاء وهوأيضاً قائم مقام السببين الجمعيةِ ولزومِها وامتناعِ أن يجمع مرة أخرٰى جمع التكسير فكأنه جُمع مرتين))

ترجمہ:

”جو جمع ہے تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کے صیغہ کے وزن پر ہو اور (منتہی الجموع) وہ ہے کہ الف جمع کے بعد اس میں دو حرف ہوں جیسے مَسَاجِد، یا حرفِ مشدّد ہو جیسے دَوَابّ یا تین حرفی تو درمیان والا حرف ساکن ہو ”ہ“ کو قبول کرنے والا نہ ہو جیسے مَصَابِيح، پس صَيَاقِلَةٌ اور فَرَازِنَةٌ منصرف ہیں ”ہ“ کو قبول کرنے کی وجہ سے اور وہ بھی قائم مقام ہے دو سببوں کے جمع اور لزومِ جمع اور اسے ممتنع ہونا کہ جمع بنائی جائے دوسری مرتبہ جمع تکسیر تو گویا وہ جمع لائی گئی ہے دو مرتبہ۔“

تشریح:

جمع میں شرط:

جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو۔

منتہی الجموع سے مراد:

اس جمع کو کہتے ہیں جس میں الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مَسَاجِدُ یا ایک حرف مشدد ہو جیسے دَوَابّ یا تین حرف ہوں اور درمیان والا حرف ساکن ہو جیسے مَصَابِيحُ.

دوسری شرط:

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ جمع ہاء کو قبول کرنے والی نہ ہو، ہاء سے مراد وہ تاء ہے جو حالتِ وقف میں ہاء بن جاتی ہے

جیسے صَیَاقِلَةٌ اور فَرَازِنَةٌ یہ دونوں منصرف ہیں کیونکہ ہاء کو قبول کر لیتے ہیں۔

شروط کی وجہ:

جمع میں دو شرطیں لگائی گئی ہیں: ایک وجودی یعنی منتہی الجموع ہو اور دوسری عدمی یعنی ہاء کو قبول نہ کرے۔ ان دونوں شرطوں کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ منتہی الجموع ہوگی تو اس کی مزید جمع نہ بن سکے اور وہ تغیر سے محفوظ رہے اور ہاء کو قبول نہ کرنے کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر وہ ہاء کو قبول کرے گی تو اسکی مشابہت مفرد کے ساتھ ہو جاتی ہے اور مشابہتِ مفرد کی وجہ سے اس کی جمعیت میں ضعف اور خلل واقع ہوتا ہے، لہٰذا یہ شرط لگائی گئی کہ وہ جمع ہاء کو قبول کرنے والی نہ ہو۔

جمع منتہی الجموع بھی قائم مقام دو سببوں کے ہے: جمعیت اور لزومِ جمعیت، یعنی ایک خود جمع ہونا اور دوسرا مزید جمع نہ بننا، تو گویا یہ دو بار جمع ہوئی ہے۔

((اما التركيب فشرطه ان يكون علماً بلا اضافةولا اسناد كبعلبكّ فعبدالله منصرف ومعديكرب غير منصرف وشابَّ قرنا ها مبنيٌ۔))

ترجمہ:

"جو ترکیب ہے تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو بغیر اضافت اور بغیر اسناد کے جیسے **بَعْلَبَكّ**، پس عبداللہ **منصرف** اور **معدی کرب** غیر منصرف ہے اور **شابَّ قرناها** مبنی ہے۔"

تشریح:

ترکیب میں شروط:

ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے شرط ہے کہ وہ علم ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ترکیبِ اضافی یا اسنادی نہ ہو۔

وجہ شروط:

علم کی شرط لگانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تغیر سے محفوظ رہ سکے، ترکیبِ اضافی نہ ہونے کی شرط کہ وجہ یہ ہے کہ اضافت تو غیر منصرف کو بھی منصرف بنا دیتی ہے اور ترکیب اسنادی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ترکیبِ اسنادی تو جملہ میں ہوتی ہے اور جملہ مبنی ہوتا ہے جبکہ منصرف اور غیر منصرف معرب کی اقسام ہیں۔ جیسے **شَابَ قَرْنَاهَا** مبنی ہیں کیونکہ ان میں ترکیبِ اسنادی ہے اور **عبدالله** غیر منصرف نہیں کیونکہ اس میں ترکیبِ اضافی ہے۔

معديكرب اور **بعلبكّ** یہ غیر منصرف ہیں، اس لیے کہ یہ ترکیب کے ساتھ علم بھی ہیں اور ان میں نہ تو ترکیبِ اضافی ہے اور نہ ہی اسنادی۔

ترکیب غیر منصرف کا سبب کب بنتی ہے؟

ترکیب غیر منصرف کا سبب اس وقت بنتی ہے جب دو کلموں کو جوڑ کر ایک کر لیا جائے اور ان دونوں میں سے کوئی بھی حرف نہ ہولہٰذا اَلنَّجْمُ اور بَصْرِیٌّ یہ ترکیب میں شامل نہیں ہیں، کیونکہ النجم میں پہلا کلمہ حرف ہے اور بصری میں دوسرا کلمہ حرف ہے۔ پھر ترکیب میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ دونوں کلموں کے درمیان کسی حرف کا واسطہ نہ ہولہٰذا اَحَدُوَعِشْرُوْنَ کو ترکیب نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اس میں دو کلموں کو جوڑ کر ایک تو کیا گیا ہے لیکن درمیان میں حرف کا واسطہ ہے۔

البتہ بعلبكّ ترکیب میں داخل ہے کیونکہ یہاں دونوں کلمے اسم ہیں اور دونوں میں کسی حرف کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ بعلبك اصل میں دو نام ہیں، بعل بت کا نام ہے اور بكّ بانی شہر بادشاہ کا نام ہے اور دونوں کو ملا کر ایک شہر کا نام رکھ دیا گیا ہے۔

((أماالألف والنون الزائدتان ان كانتا فی اسم فشرطه أن يكون عَلَماً كعمرانَ وعثمانَ فسعدانٌ اسم نبت منصرف لعدم العلمية وان كانتا فی صفة فشرطه ان لا يكون مؤنثه علیٰ فعلانةٍ كسكران فندمان منصرف لوجود ندمانة۔))

ترجمہ:

''الف ونون زائدتان اگر یہ دونوں اسم میں واقع ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ علَم ہوں جیسے عِمْرَانَ اور عُثْمَانَ، پس سَعْدَانٌ جو ایک گھاس کا نام ہے یہ منصرف ہے علمیت کے نہ ہونے کی وجہ سے اور اگر وہ دونوں صفت میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ آتی ہو جیسے سَكْرَانَ پس نَدْمَانٌ منصرف ہے نَدْمَانَةٌ کے پائے جانے کی وجہ سے۔''

تشریح:

الف ونون زائدتان کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دو صورتیں ہیں:

① اگر الف ونون زائدتان اسم میں ہوں تو اس اسم کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے عُثْمَان، عِمْرَان اور اگر الف ونون زائدتان اسم میں تو ہوں لیکن وہ علَم نہ ہو تو وہ غیر منصرف نہیں ہوگا، چنانچہ سَعْدَانٌ ایک گھاس کا نام ہے، اس میں الف نون زائدتان ہے لیکن علَم نہیں لہٰذا غیر منصرف نہیں ہوگا۔ علمیت کو شرط قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس اسم میں تغیر نہ ہو سکے۔

② اگر الف ونون زائدتان وصف میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس وصف کی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ آتی ہو چنانچہ سَكْرَانٌ غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث سَكْرَانَةٌ نہیں آتی بلکہ سُكْرٰی آتی ہے

اور نَدْمَانٌ منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث نَدْمَانَةٌ آتی ہے۔

((أما وزن الفعل فشرطه أن يختص بالفعل ولايوجد فى الاسم الا منقولاً عن الفعل كشمَّر وضُربَ وان لم يختص به فيجب أن يكون فى أوله احدٰى حروف المضارعة ولا يدخله الهاء كأحمد ويشكر وتغلب ونرجس فيعمل منصرف لقبولها الهاء كقولهم ناقة يعملة۔))

ترجمہ:

"رہا وزن فعل، پس اسکی شرط یہ ہے کہ وہ خاص کیا گیا ہو فعل کے ساتھ اور نہ وہ پایا جاتا ہو اسم میں مگر فعل سے نقل ہو کر جیسے شَمَّرَ اور ضُرِبَ اور اگر وہ فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو واجب ہے کہ اس کے شروع میں حروفِ مضارع میں سے کوئی حرف داخل ہو اور اس پر "ۃ" داخل نہ ہوتی ہو جیسے أحمد، یشکر، تغلب اور نرجس پس یَعْمَلٌ منصرف ہے ہاء کو قبول کرنے کی وجہ سے جیسے ان کا قول نَاقَةٌ یَعْمَلَةٌ۔"

تشریح:

وزنِ فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ وزنِ فعل کے ساتھ مختص ہو اور اس میں وہ وزن بغیر نقل کے نہ پایا جائے جیسے شَمَّر اور ضُرِبَ کہ یہ دو وزن یعنی فَعَّلَ اور فُعِلَ فعل کے ساتھ خاص ہیں اور اسم میں یہ وزن نہیں پائے جاتے اِلّا یہ کہ وہ وزن نقل کر کے اسم میں پایا جائے اور اگر وہ وزنِ فعل کے ساتھ خاص نہیں تو پھر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کے اوّل میں حروفِ مضارعت (اَتَیْنَ) میں سے کوئی ایک حرف پایا جائے اور اس کے آخر میں ہاء نہ آسکے (ہاء سے مراد وہ تاء ہے جو حالتِ وقف میں ھاء بن جاتی ہے) اسکی مثال یَشْکُرُ، تَغْلُبُ اور نَرْجِسُ ہے کہ یہ اوزان فعل کے ساتھ خاص نہیں اور ان کے اوّل میں حروف مضارعت بھی ہیں اور ان کا آخر تاء کو بھی قبول نہیں کرتا چنانچہ نَاقَةٌ یَعْمَلَةٌ منصرف ہے اس لیے کہ اس نے تاء کو قبول کیا ہے۔

((واعلم ان كل ما شُرط فيه العلمية وهو المؤنث بالتاء والمعنويُّ والعجمة والتركيب والاسم الذى فيه الالف والنون الزائدتان اولم يشترط فيه ذالك واجتمع مع سبب واحد فقط وهو العلم المعدولُ ووزنُ الفعل اذا نكّر صرف أما فى القسم الاول فلبقاء الاسم بلا سبب واما فى الثانى فلبقائه علىٰ سبب واحد تقول

جاء نی طلحۃُ وطلحۃٌ اٰخر وقام عمرُ و عمرٌ اٰخر وضرب احمدُ واحمدٌ اٰخر۔))

ترجمہ:

''جان لے کہ (ان اسبابِ تسعہ میں سے ہر وہ سبب) جس میں علمیت کی شرط لگائی گئی ہے وہ مؤنث بالتاء اور مؤنث معنوی، عجمہ، ترکیب اور وہ اسم ہے جس میں الف ونون زائدتان ہوں۔ یا وہ کہ جس میں علمیت کی شرط نہیں لگائی گئی اور وہ فقط ایک ہی سبب کے جمع ہو جاتی ہے اور وہ علمِ معدول اور وزن فعل ہے، جب اسے نکرہ کر دیا جائے تو منصرف ہو جائے گا۔ البتہ پہلی قسم میں اسم کے بلا سبب باقی رہ جانے کی وجہ سے اور دوسری قسم میں اس کے باقی رہ جانے کی وجہ سے صرف ایک سبب پر، تو کہے: جَاءَنِیْ طَلْحَۃُ وَ طَلْحَۃٌ اٰخَرُ اور قَامَ عُمَرُ وَ عُمَرٌ اٰخَرُ اور ضَرَبَ أَحْمَدُ وَ أَحْمَدٌ اٰخَرُ''

تشریح:

اسباب منع صرف میں سے کچھ ایسے سبب ہیں جن کے سبب منع صرف بننے کے لیے علمیت شرط تھی جیسے تانیث بالتاء، تانیث معنوی، عجمہ، ترکیب، الف ونون مزیدتان فی الاسم یہ تمام اس وقت سبب بنتے ہیں جبکہ ان کے ساتھ علمیت ہو، اگر علمیت نہ ہو تو پھر یہ سبب نہیں بنتے اور دوسری قسم ہے جن میں علمیت شرطِ سبب تو نہیں لیکن بطورِ سبب ثانی کے ان کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے تو ان دونوں مذکورہ قسموں میں جب اسم کو نکرہ کر دیا جائے تو وہ بجائے غیر منصرف کے منصرف ہو جائے گا، پہلی قسم میں اس لیے منصرف ہو جائے گا کہ وہ اسم میں بغیر سبب کے رہ جائے گا اور غیر منصرف کے لیے دو سببوں کا ہونا ضروری ہے دوسری قسم میں بھی یہی ہے۔

((وکل مالا ینصرف اذا أُضیف اَو دخلہٗ اللام فدخلہ الکسرۃ نحو مررت بأحمدکم وبا لأحمدِ۔))

ترجمہ:

''اور ہر وہ اسم جو منصرف نہ ہو، جب اس کی اضافت کر دی جائے یا اس پر لام داخل ہو جائے تو اس پر کسرہ آجائے گا، جیسے مَرَرْتُ بِأَحْمَدِ کُمْ وَ بِالْأَحْمَدِ''۔

تشریح:

غیر منصرف کب منصرف بنتا ہے؟

یہاں ماتن ایک اور مسئلہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں، وہ مسئلہ یہ ہے کہ ہر غیر منصرف پر جب الف لام داخل ہو جائے یا اسکی اضافت کردی جائے تو وہ غیر منصرف سے منصرف ہو جائے گا جیسے أحمد غیر منصرف ہے



بوجہ وزن فعل اور علمیت کے، لیکن اگر اضافت اِلیٰ الغیر کردی جائے یا اس پر الف لام داخل کردیا جائے تو یہ منصرف ہو جائے گا، تو اس پر دخول کسرہ جائز ہوگا اور کہا جائے گا: مَرَرْتُ بِالْأَحْمَدِ، مَرَرْتُ بِأَحْمَدِكُمْ

وجہ انصراف:

اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر منصرف کو فعل کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے تنوین اور کسرہ دیا جاتا ہے، لیکن جب اسکی اضافت کردی جائے یا اس پر الف لام داخل کردیا جائے تو چونکہ یہ اسم کے خاصّے ہیں، تو پھر اس اسم کی مشابہت فعل کے ساتھ ضعیف ہوجاتی ہے اور اس پر کسرہ اور تنوین آسکتے ہیں۔



المقصد الاوّل فی المرفوعات

((الأسماءُ المرفُوْعَاتُ ثمانيةُأقسام الفاعِلُ ومفعولُ مالم يُسَمَّ فاعلُهٗ والمبتدأ والخبر وخبرأنَّ وأَخواتهاواِسم كاَنَ وأخواتِهاواسمُ ماولاالمشبهتين بلَيس وخبرُلاالتى النفى الجنس))

ترجمہ:

''پہلا مقصد مرفوعات میں: اسمائے مرفوعات کی آٹھ قسمیں ہیں: فاعل، مفعول مالم يُسم فاعلهٗ، مبتدا، خبر، اِنّ و أخواتها کی خبر، کان و أخواتها کا اسم، ماوَلا مشابه بِلَیس کا اسم اور لائے نفی جنس کی خبر۔''

تشریح:

مقصد کی لغوی بحث:

مقصد، یا تو مصدر میمی ہے بمعنی قصد کرنا، یا ظرف کا صیغہ ہے بمعنی جائے قصد۔ لیکن ان دونوں معنوں میں یہ بمعنی مفعول کے ہے یعنی مقصد بمعنی مقصود کے۔ مصدر بمعنی مفعول بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ جیسے لِباس بمعنی ملبوس، کتاب بمعنی مکتوب، شراب بمعنی مشروب۔

سوال: مقاصدِ ثلاثہ میں سے ماتن نے مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کیوں کیا؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ مرفوعات مشتمل ہیں مسند الیہ پر اور مسند الیہ **عمدة فی الکلام** ہوتا ہے چنانچہ جو قسم عمدة فی الکلام پر مشتمل ہے اس کا حق ہے کہ اس کو مقدم کیا جائے۔

مرفوعات کس کی جمع ہے؟

مرفوعات جمع ہے مرفوعٌ کی نہ کہ مرفوعۃٌ کی، کیونکہ اس کا موصوف اَسْمَاءٌ آتا ہے اور اس کی واحد اِسْمٌ ہے اب اگر اِسْمٌ کی صفت مَرْفُوْعَةٌ لائی جائے تو موصوف وصفت میں مطابقت نہ رہے گی لہٰذا یہ کہنا پڑے گا کہ مرفوعات، مرفوعٌ کی جمع ہے۔

اعتراض:

اعتراض یہ ہے کہ اگر مَرفوعات جمع ہے مرفوعٌ کی تو پھر اسے الف تاء کے ساتھ کیوں لایا گیا، واؤ نون یا پھر

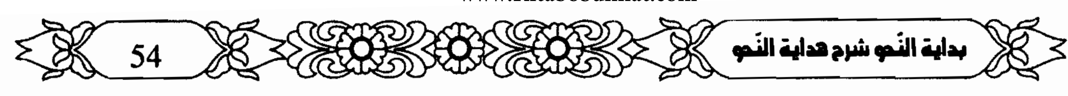
یاءنون کے ساتھ کیوں نہیں لایا گیا؟

جواب:

یہ ہے کہ چونکہ **مَرْفُوْعٌ** مذکر غیر ذوی العقول ہے اور مذکر غیر ذوی العقول کی جمع الف تاء کے ساتھ آتی ہے جیسے **الأیام الخالیات** کہ اس میں خَالیات جمع ہے خَالٌ کی، کیونکہ مفرد میں یَوْمُ خَالٍ کہا جاتا ہے، لیکن یہ غیر ذوی العقول تھا اس لیے اس کی جمع خالیات لائی گئی، اس قاعدہ کے پیش نظر **مَرْفُوْعٌ** کی جمع **مَرْفُوْعَاتٌ** لائی گئی ہے۔

مرفوعات آٹھ ہیں:

مبتدا ، **خبر**، **فاعل**، **نائب فاعل**، **کَانَ** کا اسم، **مَا وَلَا** کا اسم، **اِنَّ** وغیرہ کی خبر اور لائے نفی جنس کی خبر۔



فصل

اسم فاعل کا بیان

((فصل الفاعِلُ كُل اسمٍ قبله فعلٌ أو صفةٌ أُسنِدَ إليه علىٰ معنًى اَنَّهٗ قَام بهٖ لاوقع عليه نحو قام زيدٌ و زيدٌ ضاربٌ أبوه عمداً وماضرب زيد عمراً وكلُّ فعل لا بدَّله من فاعل مرفُوعٍ مظهرٍ كذهب زيدٌ أو مضمرٍ بارزٍ كضربتُ زيدًا ومُستترٍكزيدٌذهب وان كان الفعلُ متعدياً كان له مفعُولٌ بهٖ ايضاً نحو ضرب زيدٌ عمراً وان كان الفاعِلُ مظهراوُحِّدَ الفعل ابدًانحو ضَرَبَ زيدٌ وضَرَبَ الزيدانِ وضرب الزيدون واِن كان مضمراً وُحِّدللواحَدنحو زيدٌ ضرَب وثُنِّيَ للمثنّٰى نَحو الزيدان ضربا وجُمعَ للجمع نحو الزيدون ضربوا))

ترجمہ:

''فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا صفت واقع ہو جو اسناد کیے گئے ہوں اس کی طرف اس معنی پر کہ وہ اس کے ساتھ قائم ہے نہ کہ اس پر واقع ہے جیسے **ضَرَبَ زیدٌ،زَیْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرواً،ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً** اور ہر فعل کے لیے فاعل مرفوع ظاہر کا ہونا ضروری ہے جیسے **ذَهَبَ زیدٌ** یا مستتر کا ہونا جیسے **زَیْدٌ ذَهَبَ** اور اگر فعل متعدّی ہو تو اس کے لیے مفعول بہ کا ہونا بھی جیسے **ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً** اور اگر فاعل ظاہر ہو تو اس کا فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا جیسے **ضَرَبَ زیدٌ،ضَرَبَ الزیدانِ** اور **ضرب الزیدون** اور اگر فاعل ضمیر ہو تو واحد کے لیے واحد لایا جائے گا جیسے **زیدٌ ضرَب** اور تثنیہ کے لیے تثنیہ لایا جائے گا جیسے **الزیدان ضَرَبا** اور جمع کے لیے جمع لایا جائے گا جیسے **الزیدون ضَربُوا**۔''

تشریح :

فاعل سے مراد:

فاعل ہر اس اسم کو کہتے ہیں جس سے پہلے فعل یا صیغہ صفت ہو جیسے **ضَرَبَ زیدٌ، ضَارِبٌ زَیْدٌ**، پہلے کی قید سے وہ ترکیب نکل گئی جس میں فعل یا صیغہ صفت اس کے بعد ہو جیسے **زَیْدٌ قَامَ** یا **زَیْدٌ ضَارِبٌ غُلَامَه**.
دوسری قید فاعل کی تعریف میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس فعل کی نسبت اسم کی طرف اس طور پر ہو کہ وہ فعل اسم کے ساتھ قائم نہ ہو کہ وہ فعل اس پر واقع ہو، چنانچہ **ضَرَبَ زَیْدٌ** اور **زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامه** اس کی قید سے

فاعل کی تعریف سے نکل گئے۔

وَكُلُّ فِعْلٍ لَا بُدَّ مِنْ فَاعِلٍ:

ہر فعل کے لیے فاعل کا ہونا ضروری ہے اس لیے کہ فعل وصف ہوتا ہے اور ہر وصف کے لیے کسی ذات کی ضرورت ہوتی ہے جس کے ساتھ اس وصف کا قیام ہو۔

پھر فاعل دو حال سے خالی نہیں: یا اسم ظاہر ہوگا یا ضمیر۔ اسم ظاہر کی مثال ضَرَبَ زَيْدٌ اور اگر ضمیر ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا ضمیر بارز یعنی ظاہر ہوگی جیسے ضَرَبْتُ زَيْداً یا ضمیر مستتر یعنی پوشیدہ ہوگی جیسے زَيْدٌ ذَهَبَ یہاں ذَهَبَ کا فاعل هُوَ ضمیر ہے جو کہ مستتر ہے۔

اگر فعل لازم نہ ہو بلکہ متعدّی ہو تو فاعل کے ساتھ مفعول کا پایا جانا ضروری ہے۔

پھر فعل کا فاعل دو حال سے خالی نہیں: یا فاعل اسمِ ظاہر ہو گا یا ضمیر، اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جائیگا جیسے: ﴿ ضَرَبَ زَيْدٌ، ضَرَبَ الزَّيْدَانِ، ضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ ﴾

اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل میں اصل افراد ہے اور اس کو تثنیہ یا جمع فاعل کی حالت ظاہر کرنے کے لیے لایا جاتا ہے لیکن جب فاعل خود ظاہر ہو تو فعل کو تثنیہ یا جمع لانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر اسم ظاہر کی صورت میں فعل کو تثنیہ و جمع لایا جائے تو تعدّدِ فاعل لازم آتا ہے جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ، ضَرَبَا الزَّيْدَان، ضَرَبُوْا الزَّيْدُوْنَ، لہٰذا فعل کو ہر حال میں مفرد لایا جائے گا اور اگر فعل کا فاعل ضمیر ہو تو پھر فاعل مفرد کے لیے فعل مفرد اور فاعل تثنیہ کے لیے فعل تثنیہ اور فاعل جمع کے لیے فعل جمع لایا جاتا ہے جیسے:

﴿ زَيْدٌ ضَرَبَ، اَلزَّيْدَانِ ضَرَبَا، اَلزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا ﴾

((وان كان الفاعِلُ مؤنّثا حقيقتاً وهو مابازائهٖ ذكرٌ من الحيوان أُنِّثَ الفعل أبداً ان لم تفصِل بين الفعل والفاعِل نحو قامت هندٌ وان فَصَّلتَ فلك الخيارُ فى التذكير والتانيث نحو ضربَ اليوم هندٌ وان شئتَ قُلْتَ ضَرَبتِ اليومَ هند و كذٰلِكَ فى المؤنث الغير الحقيقى نحو طَلَعتِ الشمسُ وان شئت قلت طَلَعَ الشمسُ هذا اذا كَان الفعلُ مسنداً الى المظهرو ان كان مسنداً الى المضمر أُنِّث أبدًا نحو الشمس طَلَعَتْ))

ترجمہ:

"اور اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور اس سے مراد وہ مؤنث ہے جس کے مقابلہ میں کوئی جاندار مذکر

ہوتو فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا اگر فاصلہ نہ ہوا فعل اور فاعل کے درمیان جیسے قامت هندٌ اور اگر فاصلہ ہوا تو تیرے لیے تذکیروتانیث میں اختیار ہے جیسے ضربَ الیوم هندٌ اور اگر تو چاہے تو کہہ ضَربتِ الیومَ هندٌ اور اسی طرح مؤنث غیر حقیقی میں ہے جیسے طَلَعتِ الشمسُ اور اگر تُو چاہے تو یُوں کہہ طَلَعَ الشمسُ جب فعل کی اسناد کی گئی ہو اسم ظاہر کی طرف اور اگر اس کی اسناد کی گئی ہو ضمیر کی طرف تو ہمیشہ مؤنث ہی لایا جائے گا جیسے الشمسُ طَلَعَتْ''

تشریح:

فعل کا فاعل اگر مؤنث حقیقی ہو یعنی ایسی مؤنث جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر ہو اور فعل و فاعل کے درمیان کسی چیز کا فاصلہ نہ ہو تو اس صورت میں فعل کو وجوباً مؤنث لایا جاتا ہے جیسے قَامَتْ هِنْدٌ اور اگر فاعل کے مؤنث ہونے کی صورت میں ان مذکورہ دو شرطوں میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے تو پھر فعل کو مؤنث و مذکر دونوں طرح لانا جائز ہے۔

فاعل کی مثال: ضَرَبَ الْیَوْمَ هِنْدٌ اس ترکیب میں هِنْدٌ مؤنث حقیقی ہے لیکن فعل وفاعل کے درمیان اَلْیَوْمَ کا فاصلہ ہے۔ تو فعل کو مؤنث لا کر ضَرَبَتِ الْیَوْمَ هِنْدٌ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس طرح اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو پھر بھی دونوں طرح یعنی مذکر و مؤنث پڑھ سکتے ہیں جیسے طَلَعَ الشَّمْسُ وطَلَعَتِ الشَّمْسُ لیکن یہ وجہیں اس وقت جائز ہیں جب فعل کی اسناد مؤنث غیر حقیقی کی طرف ہو اور اگر اس کی اسناد ضمیر کی طرف ہے تو پھر فعل کو مؤنث لایا جائے گا (قولاً واحداً) جیسے اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ.

((وجمعُ التکسیر کالمؤنثِ الغیر الحقیقی تقولُ قام الرجَالُ وان شئتَ قلتَ قامتِ الرجالُ والرجالُ قامت ویجوز فیه الرجالُ قامُوا))

ترجمہ:

''اور جمع مکسر مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے جیسے تو کہے قام الرجَالُ اور اگر تُو چاہے تو کہہ قامتِ الرجالُ اور الرجالُ قامتْ اور جائز ہے اس میں الرجالُ قامُوا کہنا بھی۔''

تشریح:

جمع مکسر کا حکم:

یہاں جمع تکسیر کا بیان کیا جا رہا ہے اور فرما رہے ہیں کہ جمع تکسیر کا حکم مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے یعنی فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح ذکر کر سکتے ہیں جیسے قَامَ الرِّجَالُ، قَامَتِ الرِّجَالُ اور اگر فاعل ضمیر ہو تو اس میں فعل

کو مؤنث پڑھیں گے جیسے اَلرِّجَالُ قَامَتْ اور یہاں اَلرِّجَالُ قَامُوْا پڑھنا بھی جائز ہے۔

((ویجب تقدیم الفاعلِ علی المفعول اذاکانامقصورین وخِفت اللَّبس نحو ضرب موسیٰ عیسیٰ ویجوز تقدیم المفعول علی الفاعِل ان لم تخفِ اللبس نحوأکل الکمثری یحیٰ وضرب عمراً زیدٌ ویجوز حذف ذوالفعل حیث کانت قرینة نحو زیدٌ فی جواب مَن قالَ من ضَرَب وکذا یجوزُحذف الفعل والفاعِل معا کَنعم فی جواب مَنْ قالَ أقَامَ زیدٌ وقد یُحذَف الفاعِلُ ویُقام المفعُولُ مقامَهٗ اِذَا کانَ الفعلُ مجهولاً نحو ضُرِبَ زیدٌ وهُو القسم الثّانی مِنَ المرفوعات))

ترجمہ:

''اورواجب ہے فاعل کومفعول پر مقدم لانا جب وہ دونوں اسم مقصور ہوں اور تُو التباس سے ڈرے جیسے ضَرَبَ مُوسٰی عِیسٰی اور جائز ہے مفعول کوفاعل پر مقدم لانا اگر تجھے التباس کا خوف نہ ہو جیسے اَکَلَ الکُمَّثْرٰی یَحْیٰ اور ضَرَبَ عَمْرواً زَیْدٌ اور جائز ہے فعل کا حذف کرنا جہاں کوئی قرینہ ہو جیسے زیدٌ کہنا اس شخص کے جواب میں جو کہے مَنْ ضَرَبَ؟ اور اسی طرح جائز ہے فعل اور فاعل دونوں کا حذف کرنا جیسے نَعَمْ کہنا اس شخص کے جواب میں جو کہے اَقَامَ زَیْدٌ؟ اور کبھی فاعل حذف کردیا جاتا ہے اور مفعول کو اس کا قائم مقام بنادیا جاتا ہے جب فعل مجہول ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ اور وہ مرفوعات کی دوسری قسم ہے۔''

تشریح:

اصل کلام یہ ہے کہ فاعل کو مقدم اور مفعول کو مؤخر کیا جائے کیونکہ فاعل عمدۃ فی الکلام ہے اور مفعول فضلہ ہے اور عُمدہ کا حق ہے کہ فُضلہ پر مقدم کیا جائے۔لیکن بعض اوقات مفعول کو مقدم کرنا اور فاعل کو مؤخر کرنا جائز ہے جب کوئی قرینہ پایا جائے اور التباس کا خطرہ نہ ہو۔ یہ قرینہ دو قسم پر ہے:

لفظی:

یعنی حرکت کی وجہ سے: وجہ یہ ہے کہ دونوں میں امتیاز پایا جائے اور التباس کا خطرہ نہ ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْراً.

معنوی:

یاوہ قرینہ ہو جو فاعل ومفعول میں التباس پیدا نہ ہونے دے جیسے اَکَلَ الکمثرٰی یحیٰ یہاں تقدیم



باوجود قرینہ معنوی دلالت کر رہا ہے کہ کمثریٰ مفعول اور یحیٰ فاعل ہے اگرچہ لفظوں میں مفعول مقدم اور فاعل مؤخر ہے، لیکن اگر کلام میں کوئی قرینہ لفظی یا معنوی نہ پایا جائے تو فاعل کو مقدم کرنا اور مفعول کو مؤخر کرنا واجب ہے جیسے ضَرَبَ مُوْسٰی عِیْسٰی. یہاں موسیٰ فاعل اور عیسیٰ مفعول ہے اب اگر مفعول کو مقدم کر دیا جائے تو کہا جائے گا کہ ضَرَبَ عِیْسٰی مُوْسٰی جو یہ دلالت کرے کہ عِیْسٰی مفعول مقدم ہے اور مُوْسٰی فاعل مؤخر ہے، بلکہ بظاہر کلام سے یہ معلوم ہوگا کہ عِیْسٰی فاعل اور مُوْسٰی مفعول ہے جو کہ خلافِ مقصود ہے۔

فعل کا حذف:

بعض اوقات کلام سے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے، کسی قرینہ کی وجہ سے مثلاً کسی نے آپ سے پوچھا: مَنْ ضَرَبَ؟ تو آپ نے کہا زَیْدٌ یہاں پر فعل حذف ہے کیونکہ سوال کا قرینہ پایا جا رہا ہے اس کے وجود پر اور بعض اوقات کلام میں فعل و فاعل دونوں کو حذف کر دیا جاتا ہے کسی قرینہ کی وجہ سے، جیسے کہا جائے: أَقَامَ زَیْدٌ؟ تو آپ نے کہا نَعَمْ اب یہاں فعل اور فاعل دونوں حذف ہیں۔



فصل

تنازع فعلین کا بیان

((اِذا تَنَازَعَ الفعلانِ فِي اِسمِ ظَاهِرِ بعدهُماأى أرادَ كُلُّ واحدٍمِّن الفعلينِ أن يعملَ فى ذٰلك الاسمِ))

ترجمہ:

''یہ فصل ہے اس بارے میں کہ جب جھگڑا کریں دو فعل اسم ظاہر میں جو اُن دونوں کے بعد واقع ہو یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک چاہے کہ وہ اس اسم میں عمل کرے۔''

تشریح:

تنازع فعلین سے مراد:

جب دو فاعل یعنی دو عامل اسم ظاہر میں واقع ہوں، اُن دونوں کے بعد ماتن نے (اَیْ اَرَادَ) کہہ کر اشارہ کر دیا کہ جھگڑے سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک فعل اسے اپنا معمول بنانا چاہے اور یہ وضاحت اس لیے کی گئی کہ بظاہر تنازع تو ذی روح چیزیں کیا کرتی ہیں جبکہ فعل تو غیر ذی روح ہے تو ماتن نے اَرَادَ کہہ کر اس شبہ کا ازالہ کر دیا۔

((فهٰذا انَّما يكون علىٰ اَرْبَعَة أقسامٍ: الأوّل أن يتنازعا فى الفاعليةِ فقط نحوضرَبَنِى وأكرَمَنى زيدٌ:الثانى أن يتنازعافى المفعوليةِ فقط نحوُ ضربتُ وأكرمتُ زيداً، الثالث أن يتنازعافى الفاعليةِ والمفعولية ويقتضى الأوّلُ الفاعلَ والثانى المفعولَ نحو ضربَنِى واكرمتُ زيداً ، الرّابعُ عكسُهٗ نحوُ ضربتُ وأكرمَنِى زيدٌ))

ترجمہ:

''پس یہ چار قسموں پر ہے: پہلی یہ کہ وہ دونوں جھگڑا کریں فاعلیت میں صرف جیسے ضَرَبَنِی وَاَکرَمَنِیْ زِیْدٌ، دوسری کہ وہ دونوں جھگڑیں مفعولیت میں صرف جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ

زَیْدًا، تیسری یہ کہ وہ دونوں جھگڑیں فاعلیت اورمفعولیت میں اور پہلا تقاضا کر رہا ہو فاعل کا اور دوسرا مفعول کا جیسے ضَرَبَنِی وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا اور چوتھی اس کے برعکس ہے جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی زَیْدٌ."

تشریح:

یہ تنازع فعلین چار قسموں پر ہے:

① دونوں فعل، فاعل کا تقاضا کر رہے ہوں جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ.

② دونوں فعل، مفعول کا تقاضا کر رہے ہوں جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا

③ پہلا فعل، فاعل کا اور دوسرا مفعول کا تقاضا کر رہا ہو جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا

④ پہلا فعل، مفعول کا اور دوسرا فاعل کا تقاضا کر رہا ہو جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ

((واعلم أنَّ فی جمیع ھٰذہ الأقسامِ یجوزُ اِعمال الفعل الأوّلِ واِعمالُ فعل الثانی خلافاًللفرّاءِ فی الصّورة الاولیٰ والثالثة أن یعمل الثانی ودلیلهٗ لزومُ أحد الأمرین امّا حذف الفاعلِ أوِ الاضمارِ قبل الذکرِ وکلاھمامحذورانِ وھٰذافی الجوازِ وامّا لاختیارُ ففیهِ خلاف البصریّین فاِنّھُم یختارُون اِعمال الفعلَ الثانی اعتباراً للقُربِ والجوارِوالکُوفِیّونَ یختارونَ اِعمال الفعلِ الاوّلِ مراعاةً للتقدیمِ والاستحقاقِ))

ترجمہ:

"اور جان لے کہ ان تمام صورتوں میں پہلے فعل کو عمل دینا جائز ہے اور دوسرے فعل کو عمل دینا بھی بخلاف فرّاء کے پہلی اور تیسری صورت میں کہ دوسرے کو عمل دیا جائے گا اور اس کی دلیل ہے دو اُمور میں سے ایک کا لازم آنا، رہا فاعل کا حذف کرنا یا اضمار قبل الذکر تو یہ دونوں ہی ممنوع ہیں اور یہ جواز میں ہے اور رہا اختیار تو اس میں بصریوں کا اختلاف ہے، پس وہ دوسرے فعل کو عمل دینا مختار سمجھتے ہیں قرب اور جوار کا اعتبار کرتے ہوئے اور کوفی پہلے فعل کو عمل دینا مختار سمجھتے ہیں تقدیم اور استحقاق کی رعایت کرتے ہوئے۔"

تشریح:

ان اقسام اربعہ میں جمہور کے نزدیک پہلے فعل کو بھی عمل دیا جا سکتا ہے اور دوسرے فعل کو بھی، البتہ فرّاء کے نزدیک صورت اولیٰ اور صورتِ ثالثہ میں دوسرے فعل کو عمل دینا ناجائز ہے، کیونکہ ان دونوں صورتوں میں پہلا

فعل فاعل کا تقاضا کر رہا ہے، اگر دوسرے کو عمل دیتے ہیں تو پہلا دو حال سے خالی نہیں: یا تو اس کے فاعل کو حذف کریں گے یا بطورِ ضمیر لائیں گے اور یہ دونوں اَمر جائز نہیں۔

حذف اس لیے ناجائز ہے کہ اس میں عمدہ کا حذف لازم آتا ہے اور عمدہ کا حذف صحیح نہیں۔ضمیر اس لیے ناجائز ہے کہ اس میں ضمیر مرجع سے مقدم ہو جائیگی اور ضمیر کا مرجع سے تقدیم ناجائز ہے لہٰذا فرّاء کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں پہلے کو عمل دینا واجب ہے۔

البتہ جمہور کے نزدیک ان تمام صورتوں میں دونوں کو عمل دیا جاسکتا ہے۔ پھر جمہور کا اختلاف آپس میں اختیار اور فضیلت میں ہے۔

بصریوں کے نزدیک ثانی فعل کو عمل دینا مختار ہے کیونکہ وہ معمول کے قریب تر ہے اور پڑوس میں ہے اور **اَلْحَقُّ لِلْاَوَّلِ ثُمَّ لِلْاٰخِرِ** کے تحت پہلے کو عمل دینا افضل ہے۔

((فان أعملت الثانی فانظر ان کان الفعلُ الأوّلُ یقتضی الفاعلَ أضمرتَہٗ فی الأوّلِ کماتقولُ فی المتوافِقَینِ ضربنی واکرمنی زیدٌ و ضربانی واکرمانی ا لزیدانِ و ضربونی واکرمونی الزیدونَ وفی المتخالفَینِ ضربَنِی واکرمتُ زیداً وضربَانِی واکرمتُ الزیدَینِ وضربُونِی واکرمتُ الزیدِینَ))

ترجمہ:

"پس اگر آپ دوسرے کو عمل دیں تو دیکھئے کہ اگر پہلا فعل تقاضا کر رہا ہے فاعل کا تو پہلے میں اس کو ضمیر دے دیں جیسا کہ تُو کہے متوافقین میں: **ضربني واكرمني زيدٌ و ضرباني واكرماني الزيدانِ و ضربوني واكرموني الزيدون** اور متخالفین میں: **ضربَنِي واكرمتُ زيداً وضربَانِي واكرمتُ الزيدَينِ وضربُونِي واكرمتُ الزيدِينَ**"

تشریح:

یہاں سے ماتن بصریوں کے مذہب کی تفصیل بیان فرمارہے، ہیں چنانچہ فرمایا کہ جب آپ نے دوسرے فعل کو عمل دیا تو دیکھیں پہلا فعل کیا چاہتا ہے؟ اگر پہلا فعل، فاعل کا تقاضا کر رہا ہے تو فاعل بطور ضمیر لائیں (حذف اس لیے نہیں کر سکتے کہ فاعل عمدہ ہے اور عمدہ کا حذف ناجائز ہے) چنانچہ مذکورہ صورت میں جب دونوں فعل، فاعل کا تقاضا کر رہے ہوں جیسے ماتن نے متوافقین سے تعبیر کیا ہے تو آپ کہیں گے: ﴿ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ، ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدَانِ، ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدُوْنَ﴾

اور اگر پہلا فعل، فاعل کا اور دوسرا مفعول کا تقاضا کر رہا ہو جیسے ماتن نے متخالفین سے تعبیر کیا ہے، تو یہاں بھی اسم ظاہر کو ثانی معمول بنا کر فعل اوّل کا فاعل بطور ضمیر لائیں گے جیسے :﴿ضَرَبَنِي وَاَكْرَمْتُ زَيْداً، ضَرَبَنِي وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ، ضَرَبُوْنِي وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ﴾

((وان كان الفعل الاوّلُ يقتضى المفعولَ ولم يكُنِ الفعلانِ من أفعالِ القلُوبِ حذفتَ المفعولَ من الفعلِ كماتقولُ فى المتوافقَينِ ضَربتُ وأكرمتُ زيداً وضربتُ وأكرمتُ الزَيدَينِ وضربتُ وأكرمتُ الزَيدِينَ وفى المتخالفَينِ ضربتُ وأكرَمنى زيدٌ وضربتُ وأكرمنى الزيدانِ وضربتُ وأكرمنى الزيدُونَ وان كان الفعلانِ من أفعالِ القلوبِ يجبُ اظهارالمفعولِ للفعلِ الاوّلِ كماتقولُ حسِبنِي منطلقاً وحسبتُ زيداً منطلقاً اذلايجوزُ حذفُ المفعولِ من أفعالِ القلوبِ واضمارُالمفعولِ قبل الذكرِ هٰذاهُوَ مذهبُ البصريِّينَ))

ترجمہ:

''اور اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کر رہا ہو اور وہ دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے نہ ہوں تو تُو فعل کے مفعول کو حذف کرے گا جیسے تُو کہے متوافقین میں: ضربتُ واكرمتُ زيداً وضربتُ واكرمتُ الزَيدَينِ وضربتُ واكرمتُ الزَيدِين اور متخالفین میں: ضربتُ واكرَمنى زيدٌ وضربتُ واكرمنى الزيدانِ وضربتُ واكرمنى الزيدُونَ اور اگر وہ دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے ہوں تو پہلے فعل کے مفعول کا اظہار واجب ہے جیسے تُو کہے: حسِبني منطلقاً وحسبتُ زيداً منطلقاً اُس وقت جائز نہیں ہوگا افعالِ قلوب کے مفعول کا حذف کرنا اور مفعول کا اضمار قبل الذکر، یہی مذہب ہے بصریوں کا۔''

تشریح:

اگر فعلِ اوّل، مفعول کا تقاضا کر رہا ہو اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے بھی نہ ہوں تو اس صورت میں فعل اوّل کے مفعول کو حذف کر دیا جائے گا اور متوافقین کی صورت میں یُوں کہیں گے:

﴿ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْداً، ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ، ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ﴾

اور متخالفین کی صورت میں کہا جائے گا:

﴿ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي زَيْدٌ، ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ، ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ۔﴾

لیکن اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو پھر اوّل کے مفعول کو ظاہر لانا واجب ہے (ضمیر اس لیے نہیں لائیں گے

کہ اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور حذف اس لیے نہیں کریں گے کہ افعال قلوب کے مفعول کا حذف کرنا لازم آئے گا اور یہ دونوں امر ناجائز ہیں لہٰذا فعل اوّل کا مفعول اسمِ ظاہر کی صورت میں لایا جائے گا) اور یوں کہا جائے گا: ﴿حَسِبَنِیْ مُنْطَلِقاً، حَسِبْتُ مُنْطَلِقًا زَیْداً﴾۔

((واماّ ان أعملت الفعل الأوّل علیٰ مذهب الكوفِيِّينَ فانظران كان الفعل الثانی يقتضی الفاعلَ أضمرتَ الفاعلَ فی الفعلِ الثانی كماتقولُ فی المتوافقينِ ضَربنی وأكرمنی زيدٌ وضربنی وأكرمانی الزيدانِ وضربنی وأكرمونِی الزيدُونَ وفی المتخالفينِ ضربتُ وأكرمتُ زيداً وضربتُ وأكرمانی الزَيدَينِ وضربتُ وأكرمونِی الزَيدِينَ))

ترجمہ:

''اور اگر آپ پہلے فعل کو عمل دیں کُوفیوں کے مذہب پر تو آپ فاعل کو ضمیر دیں دوسرے فعل میں جیسے تُو کہے متوافقین میں: ضَربنی واكرمنی زيدٌ وضربنی واكرمانی الزيدانِ وضربنی واكرمونِی الزيدُونَ اور متخالفین میں ضربتُ واكرمتُ زيداً وضربتُ واكرمانی الزَيدَينِ وضربتُ واكرمونِی الزَيدِينَ''

تشریح:

اب مصنف یہاں کوفیوں کا مذہب تفصیل سے پیش کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ نے فعلِ اوّل کو عمل دیا تو دیکھئے کہ فعلِ ثانی کیا چاہتا ہے؟ اگر وہ فاعل چاہتا ہے تو فاعل کو بصورتِ ضمیر لائیں گے اور متوافقین کی صورت میں کہا جائے گا:

﴿ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ، ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَانِ الزَّیْدَانِ، ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمُوْنِیْ الزَّیْدُوْنَ، ﴾

اور متخالفین کی صورت میں کہا جائے گا:

﴿ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْداً، ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَانِی الزَّیْدَیْنِ، ضَرَبْتُ وَاَکْرَمُوْنِیْ الزَّیْدَیْنِ۔﴾

((وإن كان الفعل الثانی يقتضی المفعولَ ولم يكن الفعلان من أفعالِ القلوبِ جازَفيهِ الوجهانِ حذف المفعولِ والاضمارُ والثانی هوالمختَارُ ليكونَ الملفوظ مطابقاً للمرادِ امّاالحذفُ فكماتقولُ فی المتوافقين ضربتُ وأكرمتُ زيداً وضربتُ

وأكرمتُ الزَيدَينِ وضربتُ وأكرمتُ الزَّيدِينَ وفی المتخالفَينِ ضربنی وأكرمتُ زیدٌ وضربنی وأكرمتُ الزیدان وضربنی وأكرمتُ الزیدُونَ وامّاالاضمارُفكماتقولُ فی المتوافقینِ ضربتُ وأكَرمتُهُ زیداً وضربتُ وأكرمتُهماالزیدَینِ وضربتُ وأكرمتُهُم الزَیدِینَ وفی المتخالفَینِ ضرَبنی وأكرمتُهُ زیدٌ وضربنی واكرمتُهماالزیدَانِ وضربنی واكرمتُهم الزیدُونَ))

ترجمہ:

''اوراگردوسرافعل مفعول کاتقاضا کررہاہواوروہ دونوں فعل افعالِ قلوب سے نہ ہوں تو اس میں دووجہیں جائز: ہیں مفعول کاحذف اوراضمار اوردوسراہی مختار ہے تاکہ ملفوظ مطابق ہوجائے مراد کے،رہاحذف توجیسا کہ تُو کہے متوافقین میں ضربتُ واكرمتُ زیداً وضربتُ واكرمتُ الزَیدَینِ وضربتُ واكرمتُ الزَّیدِینَ اور متخالفین میں ضربنی واكرمتُ زیدٌ وضربنی واكرمتُ الزیدانِ وضربنی واكرمتُ الزیدُونَ اور رہااضمارتوجیسا کہ تُو کہے متوافقین میں ضربتُ واكرمتُهُ زیداً وضربتُ واكرمتُهماالزیدَینِ وضربتُ واكرمتُهُم الزَیدِین اور متخالفین میں ضرَبنی واكرمتُهُ زیدٌ وضربنی واكرمتُهماالزیدَانِ وضربنی واكرمتُهم الزیدُونَ''

تشریح:

اگر دوسرافعل مفعول کا تقاضا کررہاہواوروہ دنوں فعل افعال قلوب میں سے بھی نہ ہوں تو اس وقت ثانی میں دووجہیں جائز ہیں:

① مفعول کاحذف ② اضمار

اضمار افضل ہے حذفِ مفعول سے، کیونکہ اضمار کی صورت میں ملفوظ مراد کے مطابق ہوجائے گا اور وجہ حذف کی صورت میں متوافقین میں یُوں کہاجائے گا:

﴿ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَیْداً،ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ،ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ۔﴾

اورمتخالفین کی صورت میں یُوں کہاجائے گا:

﴿ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَیْدٌ،ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّیْدَانِ،ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّیْدُوْنَ۔﴾

اوروجہ اضمار کی صورت میں متوافقین میں یُوں کہا جائے گا:

﴿ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهٗ زَیْداً،ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمَا زَیْدَیْنِ،ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّیْدِیْنَ۔﴾

اور متخالفین کی صورت میں یُوں کہا جائے گا:

﴿ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُهٗ زَیْدٌ،ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُهُمَازَیْدَانِ،ضَرَبُتُ وَاَکْرَمْتُهُمُ الزَّیْدُوْنَ۔﴾

((وامّااذاكان الفعلانِ من أفعالِ القلوبِ فلابُدَّ من اظهارالمفعولِ كماتقولُ حسِبَنی وحسِبْتُهمامنطلقين الزيدان منطلقاً وذٰلك لانَّ حسبَنی وحسبتُهماتنازعا فی منطلقاً واعملتَ الأوّل وهو حسِبَنی وأظهرتَ المفعولَ فی الثانی فاِن حذفتَ منطلقينِ وقلتُ حسِبنی وحسبتُهماالزيدانِ منطلقاً يلزمُ الاقتصارُ علىٰ أحدالمفعولينِ فی أفعالِ القلوبِ وهو غيرُ جائزٍ واِن اضمرتَ فلا يخلومن أن تُضمرَ مفرداً وتقولُ حسِبنی وحسبتُهماإيّاهُ الزيدان منطلقاً وحينئذٍ لايكونُ المفعولُ الثانی مطابقاً للمفعولِ الأوّلِ وهوهُمافی قولِكَ حسبتُهماولايجوزُ ذٰلكَ أو اَن تضمرَمثنّی وتقولُ حسبنی وحسبتهماایاهماالزيدانِ منطلقاً وحينئذٍ يلزمُ عودُ الضميرِالمثنّی الی اللفظِ المفرد وهو منطلقاًالذی وقعَ فيه التنازعُ وهٰذا أيضاً لايجوزُ واذالم يجُز الحذفُ والاضمارُ كماعرفتَ وجبَ الاظهارُ))

ترجمہ:

"اور رہا یہ کہ جب دونوں فعل افعالِ قلوب سے ہوں تو مفعول کا اظہار ضروری ہے جیسے تُو کہے **حسِبَنی وحسِبْتُهمامنطلقين الزيدانِ منطلقاً** اور یہ اس لیے ہے کہ **حسِبَنی** اور **حسِبْتُهما** دونوں **منطلقاً** میں جھگڑ پڑے ہیں اور تُو نے پہلے کو عمل دیا اور وہ **حسِبَنی** ہے اور تُو نے دوسرے میں مفعول کا اظہار کیا پس اگر تُو **منطلقين** کو حذف کر دے اور کہے **حسِبنی وحسبتُهماالزيدانِ منطلقاً** تو لازم ہوگا دو مفعولوں میں سے ایک پر اقتصار افعالِ قلوب میں اور وہ جائز نہیں ہے اور اگر تُو ضمیر دے پس وہ نہیں خالی ہوگا اس سے کہ تُو مفرد کو ضمیر دے گا اور تُو کہے گا **حسِبنی وحسبتُهماایّاهُ الزيدانِ منطلقا** اور اس وقت دوسرا مفعول پہلے مفعول کے مطابق نہیں ہوگا اور وہ **هُما** ہے تیرے قول **حسبتُهما** میں اور یہ جائز نہیں ہے یا یہ کہ تُو ضمیر دے تثنیہ کو اور کہے **حسبنی وحسبتهما اياهما الزيدانِ منطلقاً** تو اس وقت لازم آئے گا تثنیہ کی ضمیر کا لوٹانا مفرد لفظ کی طرف اور وہ ہے جس میں تنازع واقع ہوا ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے اور جب حذف اور اضمار دونوں جائز نہ ہوئے جیسا کہ تُو نے جانا تو اظہار واجب ہوا۔"

تشریح:

اگر وہ فعل، افعال قلوب میں سے ہوتو پھر ثانی کے لیے فعل کا اظہار ہونا ضروری ہوگا کیونکہ اگر فعل کو حذف کریں تو افعال قلوب کے مفعول کا حذف کرنا لازم آئے گا تو یہ جائز نہیں۔ اور اگر بصورت ضمیر لایا جائے تو دو میں سے ایک خرابی ضرور آئے گی مثال کے طور پر اگر عبارت یوں ہو:

حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُہُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا

تو یہاں کوفیوں کے مذہب کے مطابق اوّل کو عمل دیا گیا اور مُنْطَلِقاً کو حَسِبَنِیْ کا مفعولِ ثانی بنا دیا گیا جبکہ اس کا پہلا مفعول ''ی'' ضمیر ہے جو اس کے ساتھ متصل ہے۔ ادھر حَسِبْتُہُمَا میں مفعول (ضمیر تثنیہ) اس کے ساتھ موجود ہے۔ اب یہاں دوسرے کے لیے کیا کِیا جائے؟ اگر حذف کرتے ہیں تو افعالِ قلوب کے مفعول کا حذف کرنا لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے اور اگر مفعولِ ثانی کو بصورتِ ضمیر لایا جائے گا تو دو حال سے خالی نہیں: یا تو مرجع کی مطابقت کی وجہ سے ضمیر مفرد لائی جائے گی اور کہا جائے گا حَسِبَنِی وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقاً تو اس وقت یہ خرابی آئے گی کہ مفعولین میں مطابقت نہ رہے گی، کیونکہ مفعول اوّل هُمَا ضمیر تثنیہ ہے اور مفعولِ ثانی اِيَّاهُ ضمیر مفرد ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے۔

اور اگر ضمیر تثنیہ لائی جائے تو پھر دونوں مفعولوں میں اگرچہ مطابقت پائی جا رہی ہے لیکن ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں پائی جا رہی اور کہا جائے گا: حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقاً کیونکہ ضمیر تثنیہ ہے اور مرجع (منطلقاً) مفرد، جبکہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت ہونا ضروری ہے۔

جب یہ مذکورہ احتمالات ناجائز ہوئے تو لامحالہ مفعولِ ثانی کو بصورتِ اسمِ ظاہر لایا جائے گا اور یوں کہا جائے گا: حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَيْنِ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقاً اب اس ترکیب میں حَسِبَنِیْ کا مفعول اوّل هُمَا ضمیر ہے اور مفعولِ ثانی مُنْطَلِقَيْنِ ہے اور اَلزَّيْدانِ، حَسِبَنِی کا فاعل ہے۔



فصل

مفعول مالم یُسَمّ فاعلہ کا بیان

((فصل:مفعول مالم يُسَمّ فاعله وهو كلُّ مفعولٍ حُذِفَ فاعلُهٗ واُقيمَ هو مقامهٗ نحو ضُرِبَ زيدٌ وحكمهٗ فى توحيدِ فعلهٖ وتثنيتهٖ وجمعهٖ وتذكيرهٖ وتانيثهٖ علىٰ قياسِ ماعرفتَ فى الفاعلِ))

ترجمہ:

''مفعول مالم یُسَمّ فاعلُہ، سے مراد ہر وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور اس کو اس کی جگہ پہ رکھ دیا گیا ہو جیسے ضُرِبَ زیدٌ اور اس کا حکم اس کے فعل کو واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر ومونث لانے میں اسی حکم پر قیاس ہے جو آپ فاعل میں جان چکے ہیں۔''



فصل

مبتدا وخبر کا بیان

((فصل المبتدأ والخبر همااسمان مجردانِ عن العَوامِلِ اللّفظية احدهمامسندٌ اليه ويسمّٰى المبتدأ والثانی مُسندٌ به ويسمّی الخَبر نحو زيدٌقائمٌ و العامِلُ فيهمامعنوی وهو الابتداء))

ترجمہ:

''مبتدااورخبر دواسم ہیں جوخالی ہوتے ہیں عواملِ لفظیہ سے،ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے اور اسے مبتدا کا نام دیاجاتا ہے اوردوسرا مسند بہ ہوتا ہے اوراسے خبر کا نام دیاجاتا ہے جیسے زیدٌقائمٌ اوران دونوں میں عامل معنوی ہے اور وہ مبتدا ہے۔''

تشریح:

یہاں مبتدا وخبر کوایک ساتھ کیوں لایا گیا ہے؟

ماتن پیچھے ہر بحث کا الگ مستقل طور پہ ذکر کرتے آئے ہیں،لیکن یہاں انہوں نے اپنی عادت کے خلاف ان دونوں کواس لیے جمع فرمایا ہے کہ ان دونوں میں تلازم ہے اور ان کا عامل بھی ایک ہی ہے اور ان کے احکام بھی آپس میں قدرے مشترک ہیں، ان وجوہ کی بنیاد پر ماتن نے دونوں کوایک فصل میں جمع فرمایا ہے۔

عوامل لفظیہ کی قید:

مبتدا اور خبر دونوں ایسے لفظ ہوتے ہیں جوعوامل لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں،عوامل لفظیہ کی قید سے کَانَ وأخواتها،مَاوَلَا، لائے نفی جنس اور افعال قلوب کے معمول نکل گئے، کیونکہ ان تمام میں عوامل لفظیہ ہوتے ہیں جبکہ مبتدا وخبر کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ عوامل لفظیہ سے خالی ہوں، کیونکہ ان دونوں میں ابتداء عمل کرتی ہے اور ابتدا کہتے ہی تجرّدعن العوامل کو ہیں۔

مبتدااور خبر میں مبتدا کومسند الیہ اورمحکوم علیہ اورخبر کومسند بہ اورمحکوم بہ کہتے ہیں۔

((وأصل المبتدأ أن يكونَ مَعرفةً وأصل الخبرأن يكون نكرةً والنكرةُ اذاوُصِفَتْ

جاز ان تَقَعَ مبتدأ نحوقوله تعالیٰ: وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وكذااذاتُخُصِّصَتْ بوجهٍ اٰخَرَ نحوأرَجُلٌ فی الدارأم امرأةٌ وماأحدٌ خيرٌ منك وشرٌّ اَهَرَّ ذاناب وفی الداررجلٌ وسلامٌ عليكَ وإن كان أحدالاسمين معرفةً والاٰخرُنكرةً فاجعل المعرفَةَمبتدأً اوالنكرة خبراً البتةكما مروإن كَانا معرفتين فاجعل ايَّهُماشئتَ مبتدأً والاٰخَرَ خبراً نحوا اللّٰه تعالیٰ الهنا ومُحَمَّدٌنَبِيُّنَا و اٰدمُ أبونا))

ترجمہ:

''اورمبتدا کی اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہواورخبر کی اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو،اورنکرہ کی جب صفت لائی جائے تو جائز ہے کہ وہ مبتداواقع ہوجائے جیسے قولہٗ تعالیٰ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اور اسی طرح جب کسی دوسری وجہ سے اس کی تخصیص کردی جائے جیسے اَرَجُلٌ فِي الدَّارِاَم امْرَأَةٌ ؟،مَااَحَدٌ خَيرٌ مِنْكَ،شرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ،فِي الدَّارِرَجُلٌ اورسَلَامٌ عَلَيْكَ اوراگر دواسموں میں سے ایک معرفہ ہواوردوسرانکرہ ہوتو معرفہ کومبتدابنادواورخبرکونکرہ بنادولازمی طور پر جیسا کہ گزرچکا ہے اوراگر وہ دونوں معرفہ ہوں توان میں سے جسے بھی تم چاہومبتدابنادواوردوسرے کوخبر جیسے اَللّٰهُ تَعَالیٰ اِلٰهُنَا اور مُحَمَّدٌنَبِيُّنَا اوراٰدَمُ اَبُونَا''

تشریح:

مبتدا چونکہ محکوم علیہ ہوتا ہے لہٰذا اس کی شان یہ ہے کہ معرفہ ہواورخبر وصف ہوتی ہے لہٰذا اس کی شان یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔

یہاں ماتن ان مقامات کو بیان فرمارہے ہیں کہ جب نکرہ مبتدا بن سکتا ہے اور وہ چھے مقامات ہیں:

① نکرہ موصوفہ ہو جیسے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ
② نکرہ مضافہ ہو جیسے سَلَامِيْ عَلَيْكَ
③ نکرہ عاملہ ہو جیسے رَغْبَتٌ فِي الْخَيْرِ
④ نکرہ تحت النفی ہو جیسے مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ
⑤ نکرہ تحت الاستفہام ہو جیسے أَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمِ امْرَأَةٌ
⑥ خبر مقدم ہو جیسے فِي الدَّارِ رَجُلٌ

جب کلام میں دو اسم ہوں ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ تو اس وقت معرفہ مبتدا اور نکرہ خبر ہوگی لیکن اگر دونوں اسم معرفہ ہوں تو پھر آپ کو اختیار ہے جسے چاہیں مبتدا بنالیں اور جسے چاہیں خبر بنالیں جیسے اَللّٰهُ اِلٰهُنَا،مُحَمَّدٌ

نَبِیُّنَا، اٰدَمُ اَبُوْنَا. یہاں دونوں اسموں کو چاہے مبتدا بنالیں اور چاہیں تو خبر بنالیں۔

((وقد یکون الخبر جملةً أسمیّةً نحو زیدٌأبوہ قائمٌ أو فعلیّةً نحوزیدٌ قام أبوہ أو شرطیّةً نحوزیدٌان جاءَ نی فأکرمتہُ أوظرفیّةً نحوزیدٌ خلفَكَ وعمرٌ وفی الدارِ والظرف متعلق بجملةعند الاکثروھی استقرّ مثلاً تقولُ زیدٌفی الدّارِتقدیرہٗ زیدنَ استقرّ فی الدار))

ترجمہ:

”اور کبھی خبر ہوتی ہے جملہ اسمیہ جیسے زیدٌأبوہ قائمٌ اور کبھی فعلیہ جیسے زیدٌ قام أبوہ یا شرطیہ جیسے زیدٌان جاءَ نی فأکرمتہُ یا ظرفیہ جیسے زیدٌ خلفَكَ اور عمروٌفی الدارِ اورظرف متعلق ہوتا ہے جملہ کے اکثر کے نزدیک اوروہ استقرَّ ہے مثلاً تُو کہے: زیدٌفی الدّار تو اس کی تقدیر عبارت ہوگی: زیدنِ استقرّ فی الدارِ“

تشریح:

مبتدا کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے اور جملہ بھی، پھر جملہ: اسمیہ بھی ہوتا ہے اور فعلیہ بھی۔

جملہ اسمیہ کی مثال: زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ جملہ فعلیہ کی مثال: زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ

بعض اوقات جملہ ظرفیہ بھی خبر بنتا ہے جیسے زَیْدٌ خَلْفَكَ اور عَمْرٌو فِی الدَّارِ اور کبھی جملہ شرطیہ بھی خبر بنتا ہے جیسے زَیْدٌ اِنْ جَاءَنِیْ فَاَکْرَمْتُہٗ اور جب جملہ ظرف ہو تو اکثر کے نزدیک متعلق فعل ہوگا کیونکہ جب مقدّر نکالنا ہی ہے تو پھر فعل کو نکالا جائے کیونکہ فعل عمل کرنے میں افضل ہے۔ دوسرے گروہ کی یہ رائے ہے کہ عامل اسم ہونا چاہیے کیونکہ اس میں قلّت ہے اور قلّتِ تقدیر کثرتِ تقدیر سے اولیٰ ہے، چنانچہ جب فعل مقدّر مانا جائے گا تو تقدیر عبارت یُوں ہوگی: زَیْدٌ اِسْتَقَرَّ خَلْفَكَ اور بتقدیر اسم یُوں کہا جائے گا: زَیْدٌ مُسْتَقِرٌّ فِی الدَّارِ۔

((ولا بُدَّ فی الجملةمن ضمیرٍیعود الی المبتدأکالھاء فی مامرّ ویجوزُحذفُہٗ عند وجُودِقرینةٍنحوالسَّمنُ مَنوانِ بدرھمٍ والبُرُّ الکُرُّ بستّین درھماًوقد یتقدّم الخبرُعلیٰ المبتدأ نحوفی الدارِ زیدٌ ویجوز للمبتدأ الواحدِ أخبارٌ کثیرةٌ نحو زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ“۔))

ترجمہ:

”اور جملہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے جیسے گزشتہ مثال میں ضمیر ھاء اور جائز ہے

اس کا حذف کوئی قرینہ پائے جانے کے وقت جیسے السَّمنُ مَنوانِ بدرهمٍ اور البُرُّ الکُرُّ بِستّین درھماً اور کبھی مقدم ہوتی ہے خبر مبتدا پر جیسے فی الدارِ زیدٌ اور جائز ہے ایک مبتدا کے لیے زیادہ خبروں کا آنا جیسے زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ"

تشریح:

جب مبتدا کی خبر جملہ میں ہو تو اس میں ضمیر کا پایا جانا ضروری ہوگا جو ضمیر اس جملہ کی طرف لوٹے گی جیسے زَیْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ اور ضمیر اس لیے لانا ضروری ہے تاکہ مبتدا کے ساتھ خبر کا ربط قائم رہے، کیونکہ اگر ضمیر نہ ہو تو اس جملہ کو مبتدا کے ساتھ جوڑنے والی کوئی چیز نہ ہوگی۔ پھر یا تو ضمیر لفظوں میں ہوتی ہے جیسا کہ مثال مذکورہ میں موجود ہے یا حکماً ہوتی ہے جیسے: اَلسَّمن منوان بِدِرْھَمٍ اصل میں: اَلسَّمْنُ منوان مِنْهُ بِدِرْھَمٍ ہے، یعنی دو سیر گھی ایک درہم کا ہے۔

یہاں ضمیر کو حذف کر دیا گیا ہے بوجہ قرینہ کے اور قرینہ یہ ہے کہ بائع سمن جب قیمت بتلا رہا ہوگا تو یقیناً وہ سمن کی قیمت بتلا رہا ہوگا یہاں ضمیر اگرچہ لفظوں میں موجود نہیں مگر حکماً موجود ہے۔

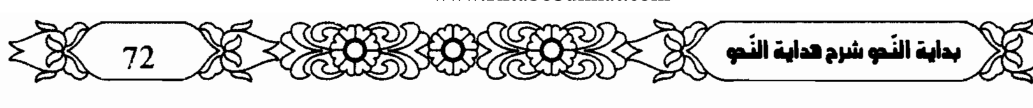
کبھی کبھی خبر مبتدا پر مقدم ہو جاتی ہے بوجہ کسی فائدہ کے جیسے فِی الدَّارِ زَیْدٌ یہاں حصر اور فائدہ حاصل کرنے کیلیے خبر کو مبتدا پر مقدم کیا گیا ہے۔ باقی صرف اس مثال میں اور فِی الدَّارِ رَجُلٌ میں یہ ہے کہ فِی الدَّارِ رَجُلٌ میں تقدیم خبر جائز نہیں بلکہ واجب ہے اور یہاں واجب نہیں بلکہ جائز ہے۔

ایک مبتدا کی متعدد خبریں ہوں تو دو حال سے خالی نہیں: یا تو ان کے درمیان حرف عطف ہوگا یا نہیں، اگر حرفِ عطف ہو تو پھر سب کے نزدیک مبتدا مذکور کی بواسطہ عطف کے خبر ہوں گی جیسے زَیْدٌ تَاجِرٌ وَشَاعِرٌ وَقَائِمٌ اور اگر ان کے درمیان حرفِ عطف نہیں تو پھر بھی جمہور کے نزدیک سب کی سب مبتدا مذکور کی خبریں ہیں جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ تَاجِرٌ شَاعِرٌ یہ تینوں زَیْدٌ کی خبریں ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدِ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾

یہ سب هُوَ مبتدا کی خبریں ہیں۔ بعض نحویوں کے نزدیک اگر اخبار متعدد ہوں تو ہر ایک مبتدا محذوف کی خبر ہوگی، ان کے نزدیک تقدیر عبارت یوں ہوگی: زَیْدٌ تَاجِرٌ هُوَ شَاعِرٌ هُوَ قَائِمٌ.

((واعلم أنّ لهم قسماً اٰخر من المبتدأ ليس مسنداً اليه وهو صفةٌ وَقَعَتْ بعد حرف النفی نحو ماقائمٌ زيدٌ بشرط اَن تَرفع تلك الصفةُ اسماً ظاهراً نحو ماقائم نِ الزيدان وان قائم نِ الزيدان بخلاف ماقائمان الزيدان))



ترجمہ:

''اور جان لے کہ ان کے لیے مبتدا کی ایک اور قسم بھی ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتی اور وہ صیغہ صفت ہے جو حرفِ نفی کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے ماقائمٌ زیدٌ اس شرط کے ساتھ کہ یہ صیغہ صفت رفع دے گا اسم ظاہر کو جیسے ماقائمٌ الزیدان اور ان قائمٌ الزیدان بخلاف ماقائمان الزیدان کے۔''

تشریح:

یہاں سے ماتن مبتدا کی دوسری قسم بیان فرما رہے ہیں جو کہ مسند الیہ کے بجائے مسند ہوتی ہے اور یہ ہر وہ صیغہ ہے جس سے پہلے نفی یا استفہام ہو اور اسکے بعد اسم ظاہر ہو جو اس صیغہ صفت کی وجہ سے مرفوع ہو جیسے اَقَائِمٌ زَیْدٌ، اَقَائِمٌ الزَّیْدانِ، اَقَائِمٌ الزَّیْدُوْنَ، مَاقَامَ زَیْدٌ، مَاقَامَ الزَّیْدَانِ اور مَاقَائِمٌ الزَّیْدُوْنَ

ان تمام مثالوں میں قَائِمٌ صیغہ صفت مبتدا ہے اور بعد والا اسم قائم مقام خبر کے ہے، چونکہ فعل کا فاعل ظاہر تھا اس لیے تینوں جگہ فعل کو واحد لایا گیا ہے اور ایک ترکیب دوسری بھی جائز ہے (أَقَائِمٌ زَیْدٌ میں) قَائِمٌ خبر مقدم ہے اور زَیْدٌ مبتدا مؤخر ہے اور أَقَائِمٌ اَلزَّیْدَان اور أَقَائِمٌ اَلزَّیْدُوْنَ میں دوسرا احتمال جائز نہیں، کیونکہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ قَائِمٌ خبر مقدم ہے اور اَلزَّیْدَانِ مبتدا مؤخر ہے یا اَلزَّیْدُوْنَ مبتدا مؤخر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت مبتدا اور خبر میں موافقت نہ رہے گی، حالانکہ مبتدا اور خبر میں موافقت ضروری ہے۔



فصل

اِنَّ وغیرہ کی خبر کا بیان

((فصل خبر اِنَّ وأخواتهاوهی اَنَّ وكَاَنَّ ولٰكِنَّ وليتَ ولعلَّ فهٰذِهِ الحروفُ تدخلُ علىَ المبتداوالخبرِ فتنصبُ المبتداويسمّٰى اسمُ اَنَّ وترفع الخبرَ ويسمّٰى خبر اِنَّ فخبر انَّ هو المسندُبعد دُخولها نحواِنَّ زيداً قَائمٌ وحكمه فى كونهٖ مفرداً أوجملةًاومعرفةً أونكرة كحكم خبر المبتدأولايجوز تقديم أخبارِهَاعلىٰ اسمائِهاالااذاكان ظرفا نحوان فى الدارِزيداً لمجال التّوسّع فى الظروف))

ترجمہ:

”اِنَّ واخواتہا کی خبر اور وہ اَنَّ، کَاَنَّ، لٰکِنَّ، لیتَ اور لعلَّ ہیں پس یہ حروف مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، مبتدا کو نصب دیتے ہیں اور اسے اِنَّ کے اسم کا نام دیا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اس کا اِنَّ کی خبر نام رکھا جاتا ہے۔ پس اِنَّ کی خبر مسند ہوتی ہے اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے اِنَّ زیداً قَائمٌ اور اس کا حکم مفرد، جملہ، معرفہ یا نکرہ ہونے میں مبتدا کی خبر کے حکم جیسا ہے اور نہیں ہے جائز اس کی خبر کو مقدم کرنا اس کے اسم پر مگر جب وہ ظرف ہو جیسے اِنَّ فِی الدَّارِزَیداً وسعت کی گنجائش پائے جانے کی وجہ سے ظروف میں۔“

تشریح:

مرفوعات میں پانچویں قسم حروفِ مشبّہ بالفعل کی ہے اور یہ حروف مندرجہ ذیل ہیں:

اِنَّ اَنَّ کَاَنَّ لَیْتَ لٰکِنَّ لَعَلَّ

ان حروف کو مشبّہ بالفعل اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں فعل کے ساتھ پانچ چیزوں میں مشابہت پائی جاتی ہے:

① عدد حروف میں، یعنی جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح ان حروف کی تعداد ثلاثی اور رباعی ہوتی ہے مثلاً اِنَّ میں تین حروف ہیں اور کَاَنَّ میں چار حروف ہیں۔

② جس طرح فعل ماضی مبنی علی الفتح ہے اسی طرح یہ حروف بھی مبنی علی الفتح ہیں جیسے اِنَّ اَنَّ کَاَنَّ

③ ان حروف کو فعل کے ساتھ مشابہت معنوی بھی ہے، اِنَّ اَنَّ کا معنیٰ حَقَّقَ ہے اور کَاَنَّ کا تَشَبَّہَ ہے اور لَیْتَ کا اَتَمَنّٰی، لَعَلَّ میں اَتَرَجّٰی اور لٰکِنَّ میں استدراک کا معنیٰ ہے



④ جس طرح فعل کا دخول اسماء پر ہوتا ہے، اسی طرح ان کا دخول بھی اسماء پر ہوتا ہے۔

⑤ جس طرح فعل متعدی دو اسموں پر داخل ہو کر ایک اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے، اسی طرح یہ حروف بھی اسماء پر داخل ہو کر ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتے ہیں۔ البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ فعل متعدی کا پہلا اسم مرفوع ہوتا ہے اور دوسرا منصوب اور ان حروف میں پہلا منصوب اور دوسرا مرفوع، یہ فرق اس لیے کیا گیا تا کہ اصل اور فرع میں امتیاز قائم رہے۔

یہ حروف مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتدا پر داخل ہو کر اُسے اسمِ اِنَّ اور خبر پر داخل ہو کر اسے خبرِ اِنَّ بنا دیتے ہیں جیسے اِنَّ زَیْداً قَائِمٌ

اِنَّ وَ اَخْوَاتِھَا کی خبر کا وہی حکم ہوتا ہے جو مبتدا اور خبر کا ہے، یعنی مفرد اور جملہ معرفہ یا نکرہ آنے میں جو حکم مبتدا کی خبر کا تھا وہی حکم اِنَّ کی خبر کا ہوگا ، البتہ ایک فرق ضرور ہوگا ، وہ یہ کہ مبتدا کی خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا جائز تھا جبکہ اِنَّ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا اس صورت میں جائز ہوگا جبکہ خبر ظرف ہوگی جیسے: اِنَّ فِی الدَّارِ زَیْداً اس لیے کہ ظروف میں توسّع اور گنجائش ہوتی ہے جو عام اسماء میں نہیں ہوتی۔



فصل

كَانَ وغیرہ کے اسم کا بیان

((فصل اسمُ کان وأخواتِهاوهی صاروأصبح وأمسیٰ وأضحیٰ وظَلَّ وبَات وراحَ واٰضَ وعاد وغدا ومازال ومابرح ومافتی ومانفكَّ ومادام ولیس فهٰذه الأفعال تَدخُل أیضاً علی المبتدأ والخبر فترفعُ المبتدأ ویسمّی اسمَ کان وتَنصِبُ الخَبَر ویُسمّی خبر کان فاسم کان هوالمسند الیه بعد دُخُولهانحوکان زیدٌ قائماً ویجوز فی الکلّ تقدیم اَخبارهاعلیٰ اسمائهانحوکان قَائماًزیدٌوعلیٰ نفس الأفعال أیضافی التسعةِالأوُل نحو قائماً کان زیدٌ ولایجوز ذالك فی مافی اوله مافلایقالُ قَائماًمازال زیدوفی لیس خِلافٌ وباقی الکلامِ فی هٰذهِ الأفعالِ یجیٔ فی القسم الثانی ان شاء اللّٰه تعالیٰ))

ترجمہ:

”کانَ واخواتہا کا اسم اور وہ صار، أصبح، أمسیٰ، أضحیٰ، ظَلّ، بَاتَ، راحَ، اٰضَ، عاد، غدا، مازال، مابرح، مافتی، ماانفكَّ، مادام اورلیس ہیں۔ پس یہ افعال بھی مبتدااورخبر پرداخل ہوتے ہیں، تو مبتداکورفع دیتے ہیں اور نام رکھاجاتاہے اس کا کَانَ کااسم اور خبرکونصب دیتے ہیں اورنام رکھاجاتاہے اس کا کَانَ کی خبر، پس کانَ کااسم مسند الیہ ہوتاہے اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے کان زیدٌ قائماًاور جائز ہے تمام میں ان کی خبروں کو ان کے اسموں پرمقدم کرنا جیسے کان قَائماًزیدٌ اوران افعال پربھی پہلے نو میں جیسے قائماً کان زیدٌاورنہیں ہے یہ جائز ان میں جن کے شروع میں مَا آتاہے پس نہیں کہاجائے گا قَائماًمازال زیدٌ اور لیسَ میں اختلاف ہے اور ان افعال کے بارے میں باقی کلام دوسری قسم میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔“

تشریح:

مرفوعات میں چھٹی قسم ناقصہ کی ہے۔افعالِ ناقصہ کا اسم مرفوع اور خبر منصوب ہوتی ہے جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِماً۔ ان تمام افعالِ ناقصہ میں خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز ہے بخلاف حروف مشبّہ بالفعل کے کہ ان میں تقدیمِ خبر علی الاسم ناجائز ہے (البتہ اگر خبر ظرف ہوتو پھر تقدیم کی اجازت ہے) وجہ فرق یہ ہے کہ وہ حروف تھے اورضعیف

تھے لہٰذا ضعفِ عمل کی وجہ سے تقدیمِ خبر کو منع قرار دیا گیا، اور یہ افعال ہیں جو عمل کرنے میں قوی ہیں، لہٰذا قوّت عمل کی وجہ سے تقدیم کی اجازت دی گئی۔

ان افعالِ ناقصہ میں خبر کو خود ان پر مقدم کرنا جائز ہے (بوجہ قوّتِ عمل کے) لیکن تقدیم الخبر علی الافعال میں تین وجہیں ہیں:

① وہ افعال جن کے شروع میں مَا ہو، ان پر تقدیمِ خبر جائز نہیں۔

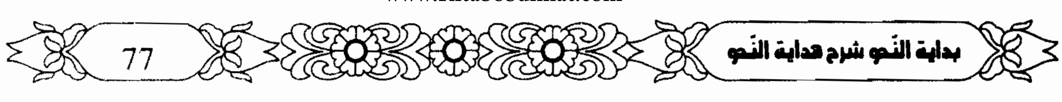
② وہ افعال جن کے شروع میں مَا نہ ہو، ان پر تقدیمِ خبر جائز ہے۔

③ لَیْسَ میں اختلاف ہے:

بعض نُحاۃ کے نزدیک اس میں بھی تقدیم خبر جائز ہے، کیونکہ اس کے شروع میں مَا نہیں اور بعض کے نزدیک اس میں تقدیم جائز نہیں کیونکہ اس میں بھی نفی کا معنی پایا جا رہا ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ جن نحویوں نے معنیٰ نفی کا اعتبار کیا ہے ان کے نزدیک لَیْسَ کی خبر لَیْسَ پر مقدم نہیں ہوسکتی اور جن نحویوں نے حروفِ نفی کا اعتبار نہیں کیا چونکہ لَیْسَ میں حروف نفی موجود نہیں اُن کے نزدیک لَیْسَ پر اس کی خبر مقدم کرنا جائز ہے۔

❀......❀......❀



فصل

ماوَلا مشابہ بلیس کے اسم کا بیان

((فصلٌ اسم ماولاالمشبَّهتَيْن بلَيس وهُوَ المسندُاليه بَعْدَدُخولهما نحو مازيدٌ قائماً ولا رجُلٌ أفضلَ منكَ ويختصّ لا بالنكرةويعُمُّ ما بالمعرِفةِ والنكرة))

ترجمہ:

"ماولا مشابہ بلیس کا اسم اور وہ مسند الیہ ہوتا ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد جیسے مازیدٌ قائماًاور لا رجُلٌ افضلَ منك اور لا خاص کیا ہے گیا ہے نکرہ کے ساتھ اور مَاعام ہے معرفہ اورنکرہ کیساتھ۔"

تشریح:

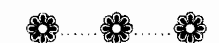
مرفوعات میں ایک قسم مَاوَلا مشا بہ بہ لَیْسَ کا اسم ہے ان کو مشابہ بہ لَیْسَ اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں بھی لَیْسَ کی طرح نفی کا معنی پایا جاتا ہے اور یہ بھی لَیْسَ کی طرح اسماء پر داخل ہوتے ہیں، لہٰذا ان کو عمل بھی لَیْسَ والا دے دیا گیا ہے یعنی اسم مرفوع اور خبر منصوب۔

ان دونوں میں فرق تین اعتبار سے ہے:

① لَا مطلق نفی کے لیے آتا ہے اور مَا نفی حال کے لیے آتا ہے۔

② لَا فقط نکرہ پر داخل ہوتا ہے اور مَا معرفہ ونکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔

③ لَا کی خبر پر بَا کا داخل کرنا جائز نہیں جبکہ مَا کی خبر پر بَا کا داخل کرنا جائز ہے جیسے وَمَااللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ان فروقِ ثلاثہ سے معلوم ہوا کہ مَاکو لَیْسَ کے ساتھ مشابہت زیادہ ہے بہ نسبت لَا کے، اس لیے کہ لَیْسَ بھی نفی حال کے لیے آتا ہے اور لَیْسَ کی خبر پر بھی بَا کا داخل کرنا جائز ہے۔اور یہی حکم مَا کے ہیں لہٰذا مَا کو لَیْسَ کے ساتھ مشابہت زیادہ ہے بہ نسبت لَا کے۔



فصل

لاءِ نفی جنس کی خبر کا بیان

((فصل خبر لالنفی الجنس وهو المسند بعد دُخولها نحو لا رجُلَ قائِمٌ))

ترجمہ:

''لائے نفی جنس کی خبر اور وہ مسند ہوتی ہے اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے لاَ رَجُلَ قائِمٌ''



المقصد الثانی فی المنصوبات

((الأسماء المنصوبةُاثناعشر قسماً المفعولُ المطلق وبهٖ وفيهٖ وله ومعهٗ والحال والتميز والمستثنیٰ واسم اِنَّ واخواتها وخبركانَ واخواتِها والمنصوب بلاالتی النفی الجنسِ وَخَبَرُماولا المشبَّهَتَيْنِ بِلَيْس))

ترجمہ:

''اسمائے منصوبہ کی بارہ قسمیں ہیں :مفعول مطلق،مفعول بہٖ،مفعول فیہ،مفعول لہٗ،مفعول معہٗ،حال،تمیز،مستثنیٰ،انَّ وغیرہ کا اسم،کانَ وغیرہ کی خبر،منصوب بہ،لائے نفی جنس اورماولا مشابہ بلیس کی خبر۔''

تشریح:

مَنصوبَات جمع ہے مَنْصُوْبٌ کی نہ کہ مَنْصُوْبَةٌ کی، کیونکہ یہ منصوبات صفت بن رہے ہیں موصوف محذوف کی جوکہ اَسْمَاءٌ ہےاور اَسْمَاءٌ کا مفرد اِسْمٌ ہے۔

اعتراض:

اگرمنصوبات کا مفرد مَنْصُوْبٌ ہےتو پھر جمع الف تاء کے ساتھ کیوں آتی ؟ ہے جیسے :اَلْاَیَّامُ الْخَالِیَاتِ.

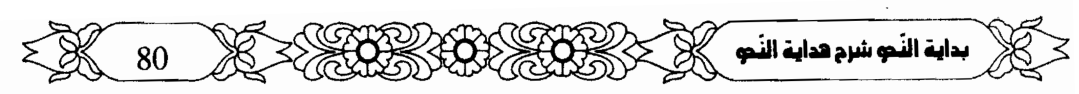
جواب:

چونکہ اسم بھی غیر ذوی العقول کے قبیلے سے تھا، اس لیے اس کی جمع بھی الف تاء کے ساتھ لائی گئی۔

اقسام:

منصوبات کی بارہ قسمیں ہیں:

مفاعیلِ خمسہ (مفعول مطلق،مفعول بہٖ،مفعول لہٗ،مفعول معہٗ،مفعول فیہ) اسکی وجہ حصر یہ ہے کہ مفعول دوحال سے خالی نہیں: یابغیر قید کے ہوگا اسے مفعول مطلق کہتے ہیں یااس میں بِہٖ، فِیْہِ، مَعَہٗ، لَہٗ ہوں گے، کیونکہ فاعل کا فعل جس پر واقع ہوا سے معفول بہ کہتے ہیں،جس کے لیے واقع ہوا سے معفول لہٗ کہتے ہیں، جس کے ساتھ واقع ہوا سے مفعول معہٗ اورجس کے اندر واقع ہوا سے مفعول فیہ کہتے ہیں۔



مفاعیلِ خمسہ کی مثال یہ ہے:

ضَرَبْتُ زَيْداً ضَرْباً شَدِيْداً يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِيْرِ بِالْعَصَا لِلتَّادِيْبِ

اور دوخبریں یعنی کَانَ و أخواتها کی خبر اور مَا وَلَا کی خبر۔ اور دو اسم یعنی اِنَّ و أخواتها کا اسم اور لائے نفی جنس کا اسم۔ ان کے علاوہ حال، تمیز، اور مستثنیٰ بھی منصوبات کی قسمیں ہیں۔

فصل

مفعول مطلق کا بیان

((فصل المفعول المطلقُ وهو مصدرٌ بمعنی فعلٍ مذکورٍ قبله ویُذکر للتاکید کَضَرَبْتُ ضرباً اولبیانِ النوع نحو جَلَسْتُ جِلسةَالقاری ولبیان العددِکجلستُ جلسةً أو جلستینِ او جلساتٍ ویکونُ من غیرِلفظِ الفعلِ المذکور نحو قعدتُ جُلُوساً وانْبَتَ نباتاوقد یُحذف فعلُه لقیامِ قرینةٍ جوازاً کقولِك للقادم خیر مقدم أی قَدمتَ قُدوماً خیر مَقدمٍ ووجوباً سماعاً نحو سقیاًوشکراً وحمداً ورعْیاً أی سقاك اللّٰه سقیاً وشکرتُكَ شُکراً وحَمِدتُكَ حمداً ورعاك اللّٰه رَعْیاً))

ترجمہ:

''مفعول مطلق وہ مصدر ہوتا ہے جواپنے ماقبل مذکورفعل کے معنی میں ہواور یہ ذکرکیاجاتا ہے تاکید کے لیے جیسےضَرَبْتُ ضرباً یانوعیت کے بیان کے لیے جیسے جَلَسْتُ جِلسةَ القَارِی یاعدد کے بیان کے لیےجلستُ جلسةً یاجلستین یا جلساتٍ اورکبھی یہ ہوتاہے اس مذکورفعل کےلفظوں کے علاوہ سے جیسے قعدتُ جُلُوساًاور انبَتَ نباتاًاورکبھی اس کافعل قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حذف کردیاجاتاہے جوازاًجیسےآپ کاکہنا آنے والے کے لیے خیرَ مقدمٍیعنی قَدمتَ قُدوماً خیر مَقدمٍ اوروجوباًسماعاًجیسےسقیاً،شکراً،حمداًاور رَعْیاًیعنی سقاك اللّٰه سقیاً،شکرتُكَ شُکراً،حَمِدتُكَ حمداً اور رعاك اللّٰه رَعْیاً.''

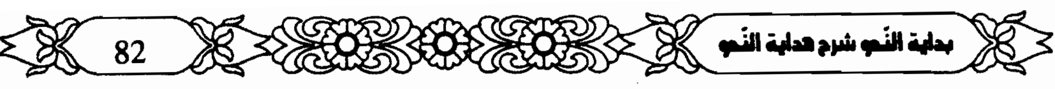
تشریح:

تعریف:

مفعول مطلق اس مصدرکوکہتے ہیں جواس سے پہلے ذکرکردہ فعل کےمعنی میں ہوجیسے ضَرَبْتُ ضَرْباً.

وجہ تقدیم:

مفعول مطلق کی بحث کودوسرے مفاعیل کی بحث پرمقدم کیاگیاہے،اسکی وجہ یہ ہے کہ مطلق بمنزلہ مفرد کے ہوتا ہے اورمقیّد بمنزلہ مرکّب کے ہوتاہے،مفرد چونکہ مقدم ہوتاہے مرکّب پر، اس لیے مفعول مطلق کی بحث



کو دوسرے مفاعیل کی بحث پر مقدم کیا۔

اقسام:

مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں:

① مفعول مطلق برائے تاکید جیسے ضَرَبْتُ ضَرْباً

② مفعول مطلق برائے نوع جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِیْ

③ مفعول مطلق برائے عدد جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةً

ویکون من غیر لفظ الفعل المذکور:

مفعول مطلق بعض اوقات فعل مذکور کے لفظ سے مختلف ہوتا ہے، پھر یہ اختلاف تین قسم پر ہے:

① اختلافِ مادہ جیسے قَعَدْتُ جُلُوساً

② اختلافِ باب جیسے وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلاً

③ اختلافِ مادہ و باب جیسے فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً

وقد یحذف فعله لقیام قرینة جوازاً:

مفعول مطلق کا فعل کبھی کبھی حذف کر دیا جاتا ہے قیامِ قرینہ کی وجہ سے، پھر یہ حذف دو طرح کا ہوتا ہے:

جوازاً:

جیسے کسی آنے والے مہمان کے لیے کہا جائے: خَیْرَ مَقْدَمٍ یعنی قَدِمْتَ قُدُوْماً مَقْدَمٍ. خَیْرَ مَقْدَمٍ صفت ہے موصوف کی جو کہ قُدُوْماً ہے، پھر موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام رکھ دیا گیا۔ یہاں مفعول مطلق کا عامل قَدِمْتَ حذفِ جوازی کے ساتھ محذوف ہے کیونکہ مہمان کا آنا قرینہ ہے، یہاں قَدِمْتَ عامل ہے۔

وجوباً:

دوسرا حذف وجوبی ہے اور یہ سماعی مقامات پر ہوتا ہے جیسے: سَقْیاً شُکْراً حَمْداً رَعْیاً یعنی سَقَاكَ اللّٰهُ سَقْیاً، شَکَرْتُ شُکْراً، حَمِدْتُ حَمْداً، رَعَاكَ اللّٰهُ رَعْیاً.



فصل

مفعول بہ کا بیان

((المفعول به وهو اسمٌ ماوقع عليه فعل الفاعلِ كضرب زيدٌ عمرواًوقديتقدمُ على الفاعلِ كضربَ عمرواً زيدٌ وقديحذفُ فعلهٗ لقيامِ قرينةٍ جوازاً نحوُ زيداً في جوابِ من قالَ مَن اَضرِبُ ووجوباً في أربعةِ مواضع الاوّلُ سماعيٌ نحوُ امرأً ونفسَهٗ وانتهواخيراًلّكم واَهلاً وسهلاً والبواقي قياسيةٌ))

ترجمہ:

''مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً اور کبھی اس کو مقدم کردیا جاتا ہے فاعل پر جیسے ضربَ عمرواً زَیْدٌ کبھی اس کا فعل قیامِ قرینہ کی وجہ سے حذف کردیا جاتا ہے جوازاً جیسے اس شخص کے جواب میں زَیْدٌ کہا جائے جو کہے مَنْ اَضْرِبُ اور وجوباً چار مقامات پر: پہلا سماعی جیسے امرأً ونفسَہٗ اور انتھواخیراًلّکم اور اَھلاً وسھلاً اور باقی قیاسی ہیں۔''

تشریح:

تعریف:

مفعول مطلق کے بعد دوسرے نمبر پر مفعول بہ کی بحث کر رہے ہیں، کیونکہ مفعول بہ دیگر مفاعیل سے اکثر و اہم ہے، لہٰذا اکثریت اور اہمیّت کے پیش نظر اس کی بحث کو باقی تین پر مقدم کر دیا گیا۔

تقدیم علی الفاعل:

بعض اوقات مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کر دیا جاتا ہے، بشرطیکہ کوئی قرینہ لفظی یا معنوی پایا جا رہا ہو۔

معنوی قرینہ کی مثال: اَکَلَ الْکُمثرٰی یَحْیٰ

لفظی قرینہ کی مثال: ضَرَبَ عَمْراً زَیْدٌ لیکن اگر کوئی بھی قرینہ لفظی یا معنوی نہ ہو تو پھر مفعول بہ کی تقدیم علی الفاعل جائز نہیں جیسے ضَرَبَ مُوْسٰی عِیْسٰی اب یہاں عِیْسٰی کو مقدم کرنا جائز نہیں، کیونکہ کوئی شے ایسی نہ ہوگی جو اس کے مفعول بہ ہونے پر قرینہ بن رہی ہو۔

بعض اوقات مفعول بہ کا فعل قیامِ قرینہ کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے اور یہ حذف دو طرح کا ہوتا ہے:

(جوازاً) جیسے آپ سے کوئی پوچھے: مَنْ اَضْرِبُ تو جواب میں آپ کہیں گے: زَیْداً یعنی اِضْرِبْ زَیْداً

مفعول بہ کا فعل چار جگہوں میں وجوباً حذف کیا جاتا ہے:

① سماعی ② تحذیذ ③ اشتغال ④ منادی

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مفعول بہ کا عامل بعض اوقات وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے اور اس حذف کے چار مقام ہیں:

ا. سماعی:

یعنی وہ مقامات جہاں حذف کے لیے کوئی قائدہ یا ضابطہ نہ ہو بلکہ صرف اور صرف سماع من العرب ہو، ان مقامات میں فعل وجوباً حذف ہوگا اور ان پر کسی اور کو قیاس کرنا جائز نہ ہوگا، وہ مقامات مندرجہ ذیل ہیں:

① اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ اَیْ اُتْرُكْ اِمْرأً وَنَفْسَه' (یعنی آدمی کو اس کے حال پر چھوڑ)

② وَانْتَهُوْا خَیْراً لَّكُمْ اَیْ وَانْتَهُوْعَنِ التَّثْلِیْثِ وَاقْصِدُوْا خَیْراً لَّكُمْ

③ اَهْلاً وَسَهْلاً اَیْ اَتَیْتَ اَهْلاً وَوَطِیْتَ سَهْلاً

(یعنی تو اپنے گھر آیا ہے اور تو نے نرم زمین کو روندا ہے)

حذفِ وجوبی کے باقی تین مقامات قیاسی ہیں، وہ کسی ضابطہ اور قانون کے تحت ہیں۔ وہ تین مقامات یہ ہیں۔

((الثانی التحذیر وهو معمولٌ بتقدیراتّقِ تحذیراً ممّا بعده نحوایاكَ والاَسَدَأصلهٗ اتَّقِكَ والأَسَدَ اوذُكر المحذرُ منه مكرراً نحوالطریق الطریق۔))

ترجمہ:

''دوسرا تحذیر ہے اور وہ معمول ہے اتقِ کی تقدیر کے ساتھ، ڈرانے کے لیے اس چیز سے جو اس کے بعد ہو جیسے اِیَّاكَ وَ الاَسَدَ کہ اس کی اصل ہے اتَّقِكَ وَالاَ سَدَ یا جس سے ڈرایا جا رہا ہو اسے تکرار کے ساتھ ذکر کر دیا جائے جیسے الطریق الطریق.''

تشریح:

۲. التحذیر (ڈرانا):

یہ مفعول بہ اِتَّقِ فعل محذوف کا معمول ہوتا ہے اور اس مفعول کو اس کے مابعد سے ڈرایا جاتا ہے، جیسے اِیَّاكَ وَالْاَسَدَ اَیْ اِتَّقِكَ وَالْاَسَدَ اور بعض اوقات تحذیر میں بجائے محذّر کے محذّر منہ کو تکرار سے لایا جاتا ہے جیسے اَلطَّرِیْقَ اَلطَّرِیْقَ

((الثالث ماأضمرعامله علىٰ شريطة التفسير وهو كل اسمٍ بَعده فعل أوشبههٗ يشتغل ذٰلك الفعلُ عن ذٰلك الاسم بضميرہٖ اومتعلقہٖ بحيث لَو سُلِّطَ عَليه هو أومناسبهٗ لنصبهٗ نحو زيداضربتهٗ فانّ زيداً منصوبٌ بفعلٍ محذوفٍ مضمرٍوهوضربتُ يفسره الفعلُ المذكورُ بَعده وهو ضربتهٗ ولهٰذا الباب فروع كثيرة۔))

ترجمہ:

”تیسرا وہ ہے جس کے عامل کوحذف کردیا گیا ہوتفسیر کی شرط پر اور یہ ہر وہ اسم ہوتا ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو جو اس فعل سے اعراض کرتا ہو اس کی ضمیر یا اس کے متعلق کے ساتھ اس طور پر کہ اگر وہ اس پر مسلّط کردیا جائے یا اس کا مناسب تو وہ اس کو نصب دے گا جیسے زیداًضربتُه پس بے شک زیداً منصوب ہے فعل محذوف مضمر کی وجہ سے اور وہ ضربتُ ہے جس کی تفسیر کررہا ہے وہ فعل جو اس کے بعد ہے اور وہ ضربتُهٗ ہے اور اس باب کی بہت سی فروعات ہیں۔“

تشریح:

۳۔الاشتغال یا ماضمر عامله علیٰ شریطة التفاسیر:

(یعنی وہ اسم جس کا عامل تغیر پائے جانے کی وجہ سے حذف کردیا جائے)

اس سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور فعل اس اسم کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے اسم میں عمل نہ کررہا ہو اور وہ فعل ایسا ہو کہ اگر اسے اس اسم پر داخل کردیا جائے تو وہ اس اسم کو نصب دے گا تو چونکہ مابعد والا فعل تفسیر کررہا ہے فعل محذوف کی لہٰذا اس فعل کو حذف کرنا واجب ہے تاکہ جمع میں اَلْمُفَسَّر والمُفَسِّر لازم نہ آئے، اس کی مثال یہ ہے کہ زَیْداً ضَرَبْتُهٗ اصل میں ضَرَبْتُ زَیْداً ضَرَبْتُهٗ تھا چونکہ مفسِّر بعد میں موجود تھا لہٰذا مفسَّر کو حذف کرنا واجب ہوگیا۔

((الرابعُ المناذٰی وهو اسم مدعوّ بحرف النداء لفظاً نحويا عبدَاللّٰهِ أی أدعو عبداللّٰه وحرف النداء قائم مقام أدعو وحروف النداء خمسة يا وأيا وهيا وأی والهمزة المفتوحة وقد يحذف حرفُ الندأ لفظا نحو يُوْسُف أعرض عن هٰذَا۔))

ترجمہ:

”چوتھا مناذٰی ہے اور یہ وہ اسم ہے جسے حرفِ نداء کے ذریعے پکارا جائے لفظاً جیسے یا عبدَاللّٰہِ یعنی اَدعُو عبداللّٰہ اور حرفِ نداء قائم مقام ہوتا ہے اَدعُو کے، اور حروفِ نداء پانچ ہیں:

يا، أيا، هيا، أي، همزه مفتوحه اور کبھی حرفِ نداء حذف کر دیا جاتا ہے لفظاً جیسے یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا.“

تشریح:

۴۔المنادٰی:

وہ اسم ہے جسے حرف ندا کے ذریعے پکارا گیا ہو، اب وہ حرفِ ندا لفظاً ہو جیسے: یَا زَیْدُ یا حکماً ہو، جیسے: یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا، یہاں چونکہ حرفِ ندا قائم مقام فعل کے ہے تو فعل کو بھی ذکر کیا جائے تو اصل اور قائم مقام کا جمع ہونا لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے لہٰذا فعل کو بھی اس مقام پہ ذکر کرنا ناجائز ہے۔

حروف ندا پانچ ہیں:

۱.یَا ۲.اَیَا ۳.هَیَا ۴.اَیْ ۵.همزه مفتوحه

وقد یحذف حرف النِّدَاءِ لفظاً:

کبھی کبھی منادٰی میں حرف ندا کو لفظاً حذف کر دیا جاتا ہے اگرچہ تقدیراً وہ موجود ہوتا ہے جیسے: یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا یعنی یَایُوْسُفُ۔ یہاں حرف ندا کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ اگر ہم یُوْسُفُ کو منادٰی بنائیں اور اسے مبتدا بنائیں تو اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اس کی خبر نہیں بن سکتی، کیونکہ خبر جملہ انشائیہ نہیں ہوا کرتی۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یُوْسُفُ سے پہلے حرفِ ندا محذوف ہے۔ اور یَا یُوْسُفُ جملہ انشائیہ ہے اور جملہ انشائیہ کا جواب جملہ انشائیہ ہے۔ (جو کہ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ہے)

((واعلم اَنَّ المنادٰی علیٰ اقسامٍ فان کان مفرداً معرفةً یُبنیٰ علیٰ علامةِ الرفعِ کالضمة ونحوِها یازیدُ ویارَجُلُ ویا زیدان ویازیدانَ ویخفض بلام الاستغاثة نحو یا لَزَیدٍ ویفتح باالحاق الفها نحو یازیداه وینصَبُ ان کان مضافاً نحو یا عبدَاللّٰه أو مشابهًا للمضاف نحو یا طالعًا جَبَلاً أو نکرةً غیر معینةٍ کقول الأعمیٰ یا رجلاً خُذ بیدی وان کان مُعرّفاً باللاّم قیل یا ایُّهاالرجُلُ ویا ایّتها المرأةُ۔“

ترجمہ:

”اور جان لے کہ بے شک منادٰی کی قسمیں ہیں، پس اگر وہ مفرد معرفہ ہو تو علامتِ رفع پر مبنی کیا جاتا ہے جیسے ضمہ اور اس جیسی، جیسے یازیدُ، یارَجُلُ، یا زیدان اوریازیدانَ اور جَر دی جاتی ہے لامِ استغاثہ کے ساتھ جیسے یا لَزَیدٍ اور فتحہ دیا جاتا ہے اس کے ساتھ الف ملانے سے جیسے یازیداه اور نصب

دی جاتی ہے اگر وہ مضاف ہو جیسے یَا عَبْدَاللّٰہِ یا مشابہ مضاف ہو جیسے یَا طَالِعًا جَبَلاً یا نکرہ غیر معیّنہ ہو جیسے نابینا شخص کا کہنا یارجلاً خُذبیدی اور اگر وہ معرّف باللّام ہو تو کہا جائے گا یا ایُّھاالرجُلُ ویا ایّتھا المرأۃُ."

تشریح:

منادیٰ کی اقسام اور اعراب:

یہاں ماتن منادیٰ کی اقسام اور ان کے اعراب بیان فرما رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ اِنْ کَانَ مُفْرِدًا مَعْرِفَہ اگر منادیٰ مفرد معرفہ ہو، مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ مضاف یا شبہ مضاف کے مقابلہ میں نہ ہو اور معرفہ سے مراد یہ ہے کہ وہ قبل از نداء معرفہ ہو جیسے زَیْدٌ، یَازَیْدُ میں یا بعد از نداء معرفہ ہو جیسے رَجُلٌ، یَارَجُلُ میں معرفہ ہے، تو وہ مبنی ہوگا اسی علامت پر جس پر وہ مرفوع تھا، اگر وہ مرفوع بالضمّہ تھا تو مبنی علی الضّم ہوگا جیسے: یَازَیْدُ، یَارَجُلُ اور اگر وہ مرفوع بالالف تھا تو مبنی علی الالف ہو جائے گا جیسے: یَا زَیْدَانِ اور اگر وہ مرفوع بالواؤ تھا تو مبنی علی الواؤ ہو جائے گا جیسے یَا مُسْلِمُوْنَ، یَازَیْدُوْنَ باقی منادیٰ مبنی اس لیے ہوتا ہے کہ اس مفرد کو کافِ خطاب کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور کافِ خطاب کو کافِ حرفی کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور حرف چونکہ مبنی ہوتا ہے تو جو اسکے مشابہ ہوگا وہ بھی مبنی ہوگا۔

ویخفض بلام الاستغاثۃ:

اگر منادیٰ پر لامِ استغاثہ داخل ہو تو مجرور ہوتا ہے جیسے: یَالَزَیْدِ

ویفتح بالحاق الفھا:

منادیٰ کے ساتھ الف ندبہ کو لاحق کرنے کی وجہ سے منادیٰ منصوب ہوگا، جیسے: یَازَیْدَاہُ

وینصب ان کان مضافاً:

منادیٰ منصوب ہوتا ہے جب وہ مضاف ہو جیسے یَاعَبْدَاللّٰہِ یا شبہ مضاف ہو جیسے یَا طَالِعاً جَبَلاً یا نکرہ غیر معیّنہ ہو جیسے کوئی نابینا شخص کہے: یَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ

وَاِنْ کَانَ معرّفاًبااللاّم:

اگر منادیٰ معرّف باللّام ہو تو حرفِ ندا اور منادیٰ کے درمیان اَیُّھَا یا اَیَّتُھَا کا فصل لایا جاتا ہے جیسے یَا اَیُّھَا الرَّجُلُ، یَااَیَّتُھَاالْمَرْءَۃُ

((ويجوز ترخيم المنادٰى وهو حذف فى اٰخرہٖ للتخفيف كمَا تقول فى مالكٍ ياَمالُ وفى منصورٍ يامَنصُ وفى عثمان ياعُثم ويجوزُ فى اٰخرالمنادى المرخّم الضم والحركة الأصلية كماتقول فى ياحارثُ ياحارُ ويا حارِ۔))

ترجمہ:

''اور جائز ہے منادٰی کی ترخیم اور وہ آخر میں سے حرف کا حذف کرنا ہوتا ہے تخفیف کی غرض سے جیسے تُو کہے مالكٌ میں یامالُ اور منصورٌ میں یامَنصُ اور عثمانُ میں یاعُثمُ اور جائز ہے منادٰی مرخّم کے آخر میں ضمہ اور حرکتِ اصلیہ جیسے تُو کہے: یاحارثُ میں یاحارُ اور یاحارِ۔''

تشریح:

منادٰی میں ترخیم یعنی اختصار کرنا جائز ہے۔ترخیم اس اختصار کو کہتے ہیں جو کسی نحوی یا صرفی ضابطہ کے مطابق نہ ہو جیسے یَامَالِکُ میں ترخیم کر کے یَامَالِ کہنا اور ترخیم تخفیف کی غرض سے کی جاتی ہے۔ پھر یہ کبھی ایک حرف کے حذف کرنے کیساتھ ہوتی ہے اور کبھی دو حرف کے حذف کرنے کے ساتھ۔ایک حرف کی مثال یَامَالِ، یَاحَارِ کہ اصل میں یَامَالِکُ اور یَاحَارِثُ تھا۔دو حروف کی مثال یَامَنُصُ،یَا عُثُمُ کہ اصل میں یَا مَنُصُوُرُ اور یَا عُثُمَانُ تھا۔

منادٰی مرخّم میں ترخیم کے بعد منادٰی کی حالتِ سابقہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اس پر حرکتِ اصلی پڑھنا بھی جائز ہے چنانچہ یَا حَارِثُ میں یَاحَارِ اور یَاعُثُمَانُ میں یَا عُثُمَ پڑسں گے اور منادٰی کو اسم مفرد سمجھتے ہوئے اس پر ضمّہ بھی جائز ہے اور کہا جائے گا: یَاحَارُ،یَاعُثُمُ۔

((واعلم اَنَّ يامِنْ حُروف النداءِ قد تستعمل فى المندوب أيضاً وهو المتفجّعُ عليه ببياأوواكما يقال يازيداه ووازيداه فوامختصّة بالمندوب ويامشتركةٌ بين النداء والمندوب وحكمه فى الاعراب والبناء مثل حكم المنادى۔))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ بے شک یَا حروف نداء میں سے کبھی کبھی استعمال کی جاتی ہے مندوب میں بھی اور یہ وہ ہے جس پر یَا کے ذریعے دکھ اور درد کا اظہار کیا جائے جیسا کہ کہا جاتا ہے یازیداہ اور وازیداہ پس واؤ مختص ہے مندوب کے ساتھ اور یَا مشترک ہے نداء اور مندوب کے درمیان اور معرب ومبنی ہونے

میں اس کا حکم منادیٰ کے حکم کے مثل ہے۔"

تشریح:

یہاں سے یہ بتلایا جارہا ہے کہ حروفِ ندا میں سے "یَا" جیسا کہ منادیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسی طرح نُدبہ میں بھی استعمال ہوتا ہے اور "وَا" کا لفظ نُدبہ کے لیے خاص ہے، لیکن جب منادیٰ کے ساتھ الف ندبہ آئے گا تو اس کے ساتھ "ھاء" کا اضافہ بھی آئے گا اور کہیں گے: یَازَیْدَاہ، وَا زَیْدَاہ کلام مذکور سے معلوم ہوا کہ حروف ندا میں سے "یَا" کے علاوہ باقی تما حروف منادیٰ کے لیے خاص ہیں اور "وا" مندوب کیساتھ خاص ہے جبکہ "یا" منادیٰ اور مندوب دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

مندوب کا حکم:

مندوب کا حکم معرب مبنی ہونے میں منادیٰ کے جملہ احکام کے مثل ہے۔

❀......❀......❀



فصل

مفعول فیہ کا بیان

((فصل المفعول فيه هو اسم مَاوقع فعل الفاعل فيه من الزمان والمكان ويسمّٰى ظرفاً وظروف الزمان علىٰ قِسميْن مبهمٌ وهو مالايكونُ لهٗ حدٌّ معيّن كدهرٍ و حينٍ ومَحدُودٌ هو مايكونُ لهٗ حدٌّ معيَّن كيومٍ وليلةٍ وشهرٍ وسنَةٍ وكلها منصوبٌ بتقدير في تقول صُمْتُ دهراً وسافرتُ شهرًا أى فى دهرٍوشهرٍ وظروف المكان كذٰلك مبهمٌ وهو منصوبٌ أيضاً بتقدير فى نحو جَلَسْتُ خلفَك وأمامَك ومحدودٌ وهو مالايكون منصوبابتقدير فى بل لا بد من ذكر فى فيه نحو جَلستُ فى الدارِوفى السوق وفى المسجد))

ترجمہ:

''مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو زمان ومکان سے اور نام رکھا جاتا ہے ظرف، اورظروفِ زمان کی دوقسمیں ہیں: مبہم اور یہ وہ ہے جس کے لیے کوئی حد معین نہ ہو جیسے **دھرٌ** اور **حینٌ** اور محدود، یہ وہ ہے کہ جس کے لیے حد معین ہو جیسے **یومٌ**، **لیلةٌ**، **شھرٌ** اور **سنَةٌ** اور یہ تمام منصوب ہوتے ہیں **فِیْ** کے مقدر ہونے کی وجہ سے جیسے تُو کہے **صُمْتُ دھراً**، **سافرتُ شھراً** یعنی **فی دھرٍوشھرٍ** اورظروفِ مکان بھی اسی طرح مبہم ہوتے ہیں اوروہ بھی منصوب ہوتے ہیں **فِیْ** کی تقدیر کے ساتھ جیسے **جَلَسْتُ خَلْفَكَ وأَمَامَكَ** اورمحدود منصوب نہیں ہوتا **فِیْ** کی تقدیر کے ساتھ بلکہ اس میں **فِیْ** کا ذکر ہونا ضروری ہوتا ہے جیسے **جَلَسْتُ فِی الدَّارِوَفِی السُّوْقِ وَفِی الْمَسْجِدِ**.''

تشریح:

مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو اور اسے ظرف بھی کہتے ہیں، ظرف کا معنی برتن ہوتا ہے اورمفعول فیہ بھی فعل کے لیے بمنزلہ برتن کے ہوتا ہے۔

ظرف کی اقسام:

پھراس ظرف کی دوقسمیں ہیں۔ ① ظرفِ زمان ② ظرفِ مکان

ظرفِ زمان: وہ وقت جس میں فعل واقع ہو جیسے صُمْتُ یَوْماً

ظرفِ مکان: وہ جگہ جس میں فعل واقع ہو جیسے جَلَسْتُ خَلْفَكَ

پھر ظرف زمان اور ظرف مکان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ظرفِ مبہم ۲۔ ظرفِ محدود

ظرفِ مبہم: وہ ہوتی ہے جس کی کوئی حد نہ ہو۔

ظرفِ محدود: وہ ہوتی ہے جس کی کوئی حد ہو۔

ظرف زمانِ مبہم، زمانِ محدود اور ظرف مکان مبہم، یہ تینوں منصوب ہوتے ہیں فِیْ کے مقدّر ہونے کے ساتھ جیسے:

صُمْتُ دَهْراً صُمْتُ یَوْماً جَلَسْتُ خَلْفَكَ

اور ظرف مکان محدود فِیْ کے لفظی ہونے کے ساتھ مجرور ہوتا ہے۔ جیسے:

جَلَسْتُ فِی الدَّارِ، جَلَسْتُ فِی الْمَسْجِدِ

❁.....❁.....❁



فصل

مفعول لہٗ کا بیان

((فصل المفعول له هو اسم مالأجله يقعُ الفعل المذكورُ قبله ويُنصَبُ بتقدير اللام نحو ضربتُهُ تاديباً أى للتاديب وقعدت عن الحرب جُبْناً أى للجُبن وعند الزجاجِ هو مصدرٌ تقديره أدّبتُهُ تاديباً وجبنتُ جُبناً۔))

ترجمہ:

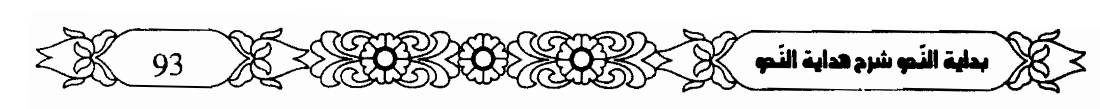
''مفعول لہٗ وہ اسم ہے کہ جس کی وجہ سے وہ فعل واقع ہوا ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو اور یہ نصب دیا جاتا ہے لام مقدر کے ساتھ جیسے ضربتُهُ تادیباً یعنی لِلتادیبِ اور قعدتُ عن الحرب جُبناً یعنی للجُبنِ اور زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہے جس کی تقدیر ہوگی ادّبتُهُ تادیباً وجبنتُ جُبناً۔''

تشریح:

مفعول لہٗ اس مفعول کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ فعل پایا جائے جس کا اس سے پہلے ذکر ہو جیسے ضَرَبْتُ زَیداً تَادِیْباً (میں نے زید کو ادب سکھانے کے لیے مارا) یہ مفعول تقدیرِ لام کے ساتھ منصوب ہوتا ہے، چنانچہ ضَرَبْتُ زَیداً تَادِیْباً اصل میں ضَرَبْتُهُ لِلتَّادِیْبِ ہے۔

بعض نحاۃ کے نزدیک مفعول لہٗ کا کوئی وجود نہیں اور جہاں مفعول لہٗ آتا ہے وہ اسے مفعول مطلق کی تاویل میں کر لیتے ہیں، ان کے نزدیک تَادِیْباً فعل محذوف کا مصدر ہے، تقدیرِ عبارت یوں ہوگی: اَدَّبْتُهُ تَادِیْباً۔





فصل

مفعول معہٗ کا بیان

فصل المفعول معهٗ هو مايذكر بعدالواوبمعنى مع لمصاحبَة معمول الفعل نحو جاء البرد والجُبَاتِ وجئتُ أنا وزيداً أى مع الجباتِ ومع زيدٍ فان كان الفعلُ لفظاوجازالعطفُ يجوزالوجهان النصب والرفع نحوجئتُ أنا وزيداً وزيدٌ وان لم يجزالعطفُ تعين النصبُ نحوُ جئتُ وزيداً وان كان الفعلُ معنىً وجازالعطف تعيَّنَ العطف نحومالزيد وعمرووان لم يجزالعطف تعيّناالنصب نحو مالَكَ وزيداً وما شانُكَ وعمراً لأن المعنىٰ ما تصنَع

ترجمہ:

''مفعول معہٗ وہ ہے کہ جوواوَ کے بعد مع کے معنی میں ذکر کیا جائے فعل کے معمول سے مصاحبت کے لیے جیسے جاء البردُ والجُبَاتِ اور جئتُ أنا وزيداً یعنی مع الجباتِ اور مع زيدٍ پس اگر فعل لفظاً ہواور عطف جائز ہوتواس میں دووجہیں جائز ہیں :نصب اور رفع جیسے جئتُ اناوزیداًوزیدٌ اوراگرعطف جائز نہ ہوتو نصب متعین ہے جیسے جئتُ وزیداًاوراگرفعل معنیً ہواورعطف جائز ہوتو عطف متعین ہے جیسے مالَكَ وزیداً؟اوراگرعطف جائز نہ ہوتو نصب متعین ہے جیسے ما شانُكَ وعمراً ؟ اس لیے کہ معنی ہیں تُو کیا کرتا ہے؟''

تشریح:

یہ وہ مفعول ہے جو واوَ بمعنی مع کے بعد واقع ہو اور مصاحبت کا معنیٰ ظاہر کررہا ہو جیسے جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتُ سردی آئی بمع کوٹوں کے اَیْ مَعَ الْجُبَّات.

پھراگراس کافعل لفظوں میں ہواورعطف بھی جائز ہوتو اس میں دووجہیں ہیں :

نصب بھی اور رفع بھی جیسے جِئْتُ اَنَا وَزَیْدٌ وَزَیْداً اب یہاں زید کا عطف ضمیر مرفوع متصل پر جائز ہے کیونکہ اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ کی گئی ہے، جب عطف جائز ہوتو زید میں رفع پڑھنا بھی جائز ہوگا اور بنا برمفعولیّت کے نصب بھی پڑھ سکتے ہیں۔

اور اگر عطف جائز نہ ہو تو پھر نصب متعیّن ہے، رفع جائز نہیں جیسے جِئْتُ وَزَیْداً یہاں پر چونکہ ضمیر



منفصل کے ساتھ تاکید نہیں آئی ہے لہٰذا اسم ظاہر کا عطف ضمیر مرفوع متصل پر جائز نہیں، چنانچہ جب عطف جائز نہیں تو نصب متعیّن ہے۔

اور اگر فعل لفظوں میں موجود نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں: عطف جائز ہے یا نہیں، اگر عطف جائز ہے تو عطف متعیّن ہوگا نصب جائز نہ ہوگی جیسے:

مَالِزَیْدٍ وَعَمْرٍو اَیْ مَا تَضَعُ لِزَیْدٍ وَعَمْرٍو (تُو کیا کرے گا زید اور عمرو کا)

اور اگر عطف جائز نہ ہو تو پھر نصب متعیّن ہوگی جیسے **مَالَكَ وَزَیْداً. مَا شَانَكَ وَزَیْداً** یہاں پہلی مثال میں عطف اس لیے جائز نہیں کہ ضمیر مجرور پر بغیر اعادۂ جار کے عطف جائز نہیں ہوتا چونکہ یہاں زید میں جار کا اعادہ نہ تھا تو عطف جائز نہ ہوا، جب عطف جائز نہ ہوا تو بناء پر مفعولیّت کے نصب متعیّن ہے۔

دوسری مثال میں عطف اس لیے جائز نہیں کہ معنوی خرابی آئے گی، کیونکہ اگر عطف کریں گے تو معطوف علیہ میں شان سے سوال ہوگا اور معطوف میں ذات سے سوال ہوگا، یہ جائز نہیں ہے لہٰذا عطف جائز نہ ہو تو نصب متعیّن، ہوئی یہ تو اس وقت ہے جب ہم زید کا عطف مجموعہ **شَانَكَ** پر کریں۔

اگر زید کا عطف کاف ضمیر پر کریں تو پھر بھی جائز نہیں کیونکہ کاف ضمیر مجرور بالا ضافت ہے اور ضمیر مجرور پر بغیر اعادہ جار کے عطف جائز نہیں اور یہاں جار کا اعادہ نہیں لہٰذا عطف جائز نہ ہوا۔

جب عطف کی دونوں صورتیں ناجائز ہوئیں تو پھر نصب متعیّن ہوگی۔

خلاصہ کلام:

اگر فعل لفظوں میں موجود ہے اور عطف جائز ہے تو دو وجہیں جائز ہیں:

نصب اور رفع، جیسے: **جِئْتُ اَنَا وَزَیْداً وَزَیْدٌ**

اگر عطف جائز نہیں تو نصب متعیّن ہے، جیسے: **جِئْتُ وَزَیْداً**

اگر فعل لفظوں میں نہیں ہے اور عطف جائز ہے تو عطف متعیّن ہے، جیسے: **مَالِزَیْدٍ وَعَمْرٍ** اور اگر عطف جائز نہیں تو نصب متعیّن ہے، جیسے: **مَالَكَ وَزَیْداً، مَاشَانَكَ وَزَیْداً**



فصل

حال کا بیان

((فصل الحالُ لفظ یَدُلُّ علی بیان ھیأۃ الفاعِل أوالمفعول بہٖ أوکلیھما نحو جاء نی زید راکباًوضربتُ زیداً مشدوداً اولقیتُ عمراً راکبَیْنِ وقد یکونُ الفاعِلُ معنویاً نحو زیدٌ فی الدّار قائماً لأن معناہ زید نِ استقرَّ فی الدارقائماً وکذاالمفعولُ بہٖ نحوھٰذازیدٌقائماً فان معناہ اشیروانبہ زیداً قائماً المشار الیہ قائماھوزیدٌوالعامل فی الحالِ فعلٌ اومعنیٰ فِعل ۔))

ترجمہ:

''حال وہ لفظ ہے جوفاعل کی یامفعول بہٖ کی یادونوں کی ہیئت کے بیان پر دلالت کرے جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ رَاکِبًا، ضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْرُوْدًا،لَقِیتُ عَمْرًوا رَاکِبَیْنِ اورکبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ رَاکِباً،ضَرَبتُ زَیْداً مَشْدُوداً،لَقِیتُ عَمْرواً رَاکِبَیْنِ کیونکہ اس کے معنی ہیں زَیْدُن اسْتَقَرَّفِی الدَّارِ قَائِماً اوراسی طرح مفعول بہٖ بھی جیسے زَیْدٌ فِی الدّارِ قَائِماً کیونکہ اس کے معنی ہیں أُشِیْرُ و أُنَبِّہُ اور زَیْداً قَائِماً مشارٌ الیہ کھڑا ہونے والا وہ زید ہے اورحال میں عامل فعل ہوتا ہے یا معنیٰ فعل ہوتا ہے۔''

تشریح:

ماتن نے جب ''اَلْحَالُ لَفْظٌ ہے'' کہا تو اس میں تمام الفاظ شامل تھے،آگے فرمایا کہ وہ فاعل کی یا مفعول کی حالت بیان کرے یا پھر دونوں کی حالت بیان کرے، اس قید سے تمام الفاظ نکل گئے کیونکہ وہ بیانِ حالت کے لیےنہیں آتے بلکہ دیگر معنی کے لیے آتے ہیں

بعض اوقات فاعل معنوی ہوتا ہے، فاعل لفظی اور معنوی میں فرق یہ ہے کہ فاعل لفظی لفظوں میں موجود ہوتا ہے جیسے: جَاءَنِیْ زَیْدٌ رَاکِباً اس مثال میں زید فاعل لفظی ہے اورفاعل معنوی وہ ہوتا ہے جو ظاہر لفظوں میں موجود نہ ہو، جیسے: زَیْدٌ فِی الدَّارِ قَائِماًاس مثال میں قَائِماً ضمیر فاعل سے حال ہے جو اِسْتَقَرَّفعل میں مقدر ہے اور وہ ظاہر لفظوں میں موجودنہیں، اس لیے اسے فاعل معنوی کہتے ہیں۔

((والحالُ نکرۃٌأبداً وذوالحال معرفۃ غالباًکمارأیتَ في الأمثلۃ المذکورۃفاِن کان

ذوالحال نكرةً يجب تقديمُ الحال عليه نحوجاء نی راکباً رجلٌ لئلاتلتبس بالصفةِ فی حالة النصب فی مثل قولِك رأيتُ رجلاً راكباً۔))

ترجمہ:

''حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اورذوالحال غالبًا معرفہ ہوتا ہے، جیسا کہ آپ نے مذکورہ مثالوں میں دیکھااوراگر ذوالحال نکرہ ہوتو حال کواس پرمقدم کرناواجب ہے، جیسے جاء نی راکبًا رجلٌ تا کہ صفت کے ساتھ التباس نہ ہوحالتِ نصبی میں مثلاًرأيتُ رجلاً راكباً.''

تشریح:

حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال غالبًا معرفہ ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حال حکم میں بمنزلہ خبر کے ہوتا ہے تو جیسا مبتدا خبر میں مبتدامعرفہ اورخبرنکرہ ہوتی ہے اسی طرح حال نکرہ اور ذوالحال معرفہ ہوتا ہے۔

اگر ذوالحال نکرہ ہوتو حال کو ذوالحال پرمقدم کرنا واجب ہے تا کہ حالتِ نصبی میں صفت کیساتھ التباس پیدا نہ ہو، جیسے لَقِیتُ رَجُلاً رَاکِباً میں حالت نصب ہے چونکہ التباس کا خطرہ ہےتو حال کوذوالحال پرمقدم کردیا گیا توالتباس ختم ہوگیا، کیونکہ صفت موصوف پرمقدم نہیں ہوتی ،باقی حالتِ رفعی اور جری میں التباس کا خطرہ نہ تھالیکن ان دنوں میں حالت نصب کی موافقت میں تقدیم واجب قراردی گئی۔

((وقد تكون الحال جملة خبريةً نحوجاء نی زیدٌوغلامه راكبٌ أويركب غلامهٗ ومثال ماكان عاملهامعنى الفعلِ نحو هٰذا زيدٌ قائمامعناهُ انبِّه واُشير وقد يحذف العامِلُ لقيام قرينةٍ كماتقولُ للمسافِرِسالماً غانماً أى تَرْجعُ سالماً غانماً ۔))

ترجمہ:

''اورحال کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے جیسے جَاءَ نی زیدٌوغلامُه راكبٌ أويَرْكَبُ غُلَامُهٗاورمثال اس کی کہ جب اس کا عامل معنیٔ فعل ہوجیسے هٰذَا زَيدٌ قَائِماًاس کامعنی ہے أُنَبِّهُ وَأُشِيْرُاورکبھی قیامِ قرینہ کی وجہ سے عامل کوحذف کردیا جاتا ہے جیسے تُو مسافرکو کہے سالماً غانماًیعنی تَرجعُ سالماً غانماً .''

تشریح:

کسی حالی قرینہ یامقامی قرینہ کی وجہ سے کبھی حال کے عامل کوحذف کردیا جاتا ہے۔

قرینہ حالی کی مثال: آپ مسافر سے کہیں: سَالِماً غَانِماً اَیْ تَرْجِعُ سَالِماً غَانِماً

قرینہ مقامی کی مثال:کوئی شخص آپ کو کہے: كَيْفَ جِئْتَ؟ تو آپ کہیں:رَاكِباً اَیْ جِئْتُ رَاكِباً

فصل

تمیز کا بیان

((فصل التمييز هو نكرة تذكر بعد مقدارٍ من عددٍ أو كيلٍ او وزنٍ أو مساحةٍ أو غير ذٰلك ممافيه ابهام ترفع ذٰلك لابهامَ نحو عندی عشرون درهماً وقفيزان براً ومنوان سمناً وجريبان قطناً وعلى التمرة مثلُها زَبَداً أو قد يكونُ عن غير مقدارٍ نحو هٰذا خاتمٌ حديداً وسوارٌ ذهباً وفيهِ الخفضُ أكثرُ وقد يقعُ بعد الجملةِ لرفعِ الابهامِ عن نسبتِها نحوُ طابَ زيدٌ نفساً اوعلماً اوابا ً۔))

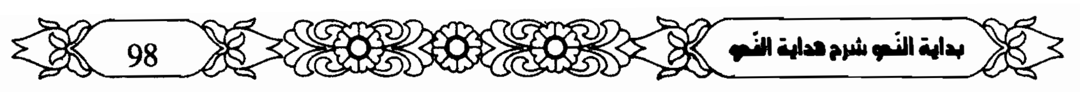
ترجمہ:

''تمیز وہ نکرہ ہے جو ذکر کیا جاتا ہے عدد، پیمانہ، وزن، مساحت یا اسکے علاوہ اس چیز کی مقدار کے بعد جس میں ابہام ہو جیسے عندی عشرون درهماً اور قفيزانِ برًّا اور منوانِ سمناً اور جريبانِ قطناً اور على التمرة مثلُها زَبَداً اور کبھی یہ ہوتا ہے مقدار کے علاوہ سے بھی جیسے هٰذا خاتمٌ حديداً اور سوارٌ ذهباً اور اس میں اکثر کسرہ آتا ہے اور کبھی واقع ہوتی ہے جملہ کے بعد ابہام رفع کرنے کے لیے اس کی نسبت سے جیسے طابَ زيدٌ نفساً او علماً او اباً .''

تشریح:

تمیز وہ اسم نکرہ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے اور اس مقدار کے ابہام کو دُور کرے۔ پھر مقدار عام ہے خواہ عدد ہوں، جیسے: عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْهَماً یا کیل (یعنی پیمانہ) ہو جیسے: عِنْدِیْ قَفِيْزَانِ بُرًا (گندم) یا وزن ہو، جیسے: عِنْدِیْ مَنَوَانِ سَمْناً یا مساحت (پیمائش) ہو، جیسے: اِشْتَرَيْتَ جَرِيْبَانِ قُطْناً (جرب ایک مخصوص پیمائش کا نام ہے) یا وہ مقدار جو ان کے علاوہ ہو، جیسے اندازے اور مقیاس کا ابہام جیسے عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زَبْداً (کھجور پر اس کی مثل مکھن ہے) کبھی تمیز غیر مقدار کے ابہام کو رفع کرتی ہے، جیسے: هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيْداً یہ خَاتَمٌ جنس ہے، کیونکہ انگوٹھی کس چیز کی ہے سونے کی یا چاندی کی یا لوہے کی، تو حَدِيْداً نے آکر اس ابہام کو رفع کر دیا کہ یہ انگوٹھی لوہے کی ہے، تو یہاں تمیز مقدار کے ابہام کو دُور نہیں کر رہی بلکہ جنس کے ابہام کو ختم کر رہی ہے۔ جو تمیز غیر مقدار کے ابہام کو رفع کرے وہ مجرور ہوتی ہے، اس لیے کہ اس تمیز کا ابہام کلامِ عرب میں بکثرت ہے اور کثرت خفّت چاہتی ہے اور خفّت اضافت سے حاصل ہوتی۔

کبھی تمیز جملہ کے بعد آتی ہے تا کہ اس جملہ کی نسبت کے ابہام کو رفع کرے جیسے: طَابَ زَيْدٌ جب کہا تو



معنی ہوا'' زید خوش ہوا'' اب یہاں خوشی کی نسبت زید کی طرف ہے مگر خوشی میں ابہام ہے کہ زید کیوں خوش ہے، تو تمیز نے آ کر اس کے ابہام کو اٹھایا کہ طَابَ زَیْدٌ اَبًا زید اپنے باپ کی وجہ سے خوش ہوا۔



فصل

مستثنٰی کا بیان

((فصل المستثنیٰ لفظٌ یُذکربعد الاوأخواتها لیعلم انه لایُنْسبُ ما نُسِبَ الیٰ ماقبلها وهوعلیٰ قسمَین مُتصلٌ وهو ما اُخرِج عن متَعَدّد باَلا وأخواتها نحوجَاءَ نِی القومُ الا زیدا ومنقَطِعٌ وهوالمذکوربعد الاوأخواتهاغیرمُخْرَج عن متعددلعدم دخولِهٖ فی المستثنیٰ منه جاء نی القومُ الا حماراً۔))

ترجمہ:

"مستثنٰی وہ لفظ ہے جو اِلّاوأخواتھا کے بعد ذکر کیا جائے، تاکہ جان لیا جائے کہ اس کی طرف اسکی نسبت نہیں کی گئی جس کی نسبت اسکے ماقبل کی طرف کی گئی ہے اور یہ دوقسموں پر ہے: متصل وہ ہے جو نکالا گیا ہے متعدد سے اِلّاوأخواتھا کے ذریعہ سے جیسے جَاءَ نِی القومُ الا زیداً اور منقطع وہ ہے جو اِلّاواخواتھا کے بعد مذکور ہو بغیر نکالے جانے کے متعدد سے، بوجہ عدمِ دخول کے مستثنٰی منہ میں جیسے جاءنی القومُ إلّا حماراً."

تشریح:

مستثنٰی اس لفظ کو کہتے ہیں جو اِلّا وأخواتِھا کے بعد ذکر کیا جائے اور اس کو اِلّا کے ماقبل کے حکم سے نکالا جائے جیسے جَاءَنِیْ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْداً یہاں قوم کی طرف مجیٔ کی نسبت کی جا رہی تھی اور اِلّا نے آ کر زید کو اس حکم سے نکال دیا، مستثنٰی وہ اسم ہے جو اِلّا کے بعد ہو اور مستثنٰی مِنہٗ وہ ہے جو اِلّا سے پہلے ہو۔

❀ مستثنٰی کی دو قسمیں ہیں:

① متصل ② منقطع

مستثنی متصل:

وہ مستثنٰی ہے جس میں مستثنٰی، مستثنٰی منہٗ کی جنس سے ہو اور اِلّا کو لا کر مستثنٰی منہٗ سے نکالا جائے جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّازَیْداً

مستثنی منقطع:

وہ مستثنٰی ہے جس میں مستثنٰی، مستثنٰی منہٗ کی جنس سے نہ ہو اور وہ اِلّا سے پہلے بھی مستثنٰی میں داخل ہو، جیسے

جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّاحِمَاراً.

☆ پھر مستثنٰی کی باعتبار مستثنٰی منہٗ کے دو قسمیں ہیں: ① مفرّغ ② غیر مفرّغ

مستثنٰی مفرّغ:

مفرّغ وہ ہے جس میں مستثنٰی منہٗ مذکور نہ ہو، جیسے: مَاجَاءَ نِی اِلّازَیْداً

مستثنٰی غیر مفرّغ:

غیر مفرّغ وہ ہے جس میں مستثنٰی منہٗ مذکور ہو، جیسے: جَاءَنِیْ الْقَوْمُ اِلّازَیْداً

کلام کی اقسام:

کلام کی دو قسمیں ہیں: ١. موجب ٢. غیر موجب

کلام موجب:

جس میں نفی، نہی، استفہام کا معنی نہ ہو، جیسے: جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّازَیْداً

کلام غیر موجب:

جس میں نفی، نہی، استفہام کا معنی ہو، جیسے: مَاجَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّازَیْداً

((واعلم انَّ اعراب المستثنیٰ علی أربعةِأقسامٍ فان کان متصلاوقع بعدالافی کلامٍ موجَبٍ أومنقطعاًکمامراومقدّماًعلی المستثنیٰ منه نحوماجاء نی الازیداًاحدٌاوکان بعدخلاوعداعندالاکثراوبعدماخلاوماعداولیس ولایکونُ نحوجاء نی القومُ خلازیداًالخ کان منصوباً وان کان بعد الافی کلامٍ غیرموجبٍ وهو کل کلام یکون فیه نفیٌ واستفهامٌ والمستثنیٰ منه مذکورٌ یجوزفیه الوَجهان النّصبُ والبدلُ عمَّا قبلها نحوماجاء نی اَحدٌاِلا زیداًوالازیدواِن کانَ مُفرغاًبان یکون بعدالافی کلامٍ فی غیرموجَب والمستثنیٰ منهُ غیرمذکورٍکان اعرابُهٗ بحسب العومِلِ تقول مَاجَآءنی الازیدٌومارأیتُ الازیداًومامررتُ الابزیدوان کان بَعد غیرَوسویٰ وسواء وحاشا عندالأکثر کان مجروراًنحوجاء نی القومُ غیرزیدٍوسویٰ زیدٍوسواء زیدٍ وحاشا زیدٍ۔))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ مستثنٰی کا اعراب چار قسموں پر ہے: پس اگر وہ متصل ہو اور اِلّا کے بعد کلامِ موجب

میں واقع ہو جیسا کہ پیچھے گزرا یا مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے ماجاء نی الازیداًاحدٌ یا خَلا اورعَدَا کے بعد ہو اکثر کے ہاں یاماخلا،ماعدا،لیس، لایکونُ کے بعد ہوتو منصوب ہوگا جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلا زَیْدًا.....الخ اوراگر اِلَّا کے بعد کلام غیرموجب میں واقع ہواور وہ ہر وہ کلام ہے جس میں نفی، نہی اور استفہام ہوتا ہے اور مستثنیٰ منہ مذکور ہوتو اس میں دو وجہیں جائز ہیں :نصب اور ماقبل سے بدل، جیسے مَا جَاءَ نِي أَحَدٌ إِلَّا زَيْدًا وَإِلَّا زَيْدٌ اور اگر وہ مفرغ ہوتو بایں صورت کہ اِلَّا کے بعد کلام غیرموجب میں ہواور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہوتو اس کا اعراب عوامل کے مطابق ہوگا جیسے تُو کہے مَا جَاءَ نِی اِلَّا زَیدٌ،مَا رَأیتُ اِلَّا زَیدًا،مَا مَرَرْتُ إِلَّابِزَيدٍ اوراگر غیرَ،سوٰی، سواء،حاشا کے بعد ہو اکثر کے ہاں تو مجرور ہوگا جیسے جَاءَ نِی القَومُ غَیْرَ زَیْدٍ وَ سِوٰی زَیْدٍ وَ سوَاءَ زَیدٍ وَ حَاشَا زَیْدٍ.''

تشریح:

باعتبار اعراب کے مستثنیٰ کی چار قسمیں ہیں:

۱.لنّصب ۲.النّصب والبَدل ۳.علیٰ حسب العوامل ۴.اَلجَرّ

ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱. النّصب:

مستثنیٰ چار حالتوں میں منصوب ہوتا ہے:

① کلام موجب میں مستثنیٰ متّصل اِلاّ کے بعد واقع ہو، جیسے: جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلاّ زَیْداً

② کلام موجب میں مستثنیٰ منقطع اِلاّ کے بعد واقع ہو، جیسے: مَاجَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلاّ حِمَاراً

③ کلام غیرموجب میں مستثنیٰ، مستثنیٰ منہٗ پر مقدّم ہو، جیسے: مَاجَاءَ نِی اِلاّ زَیْداً اَحَداً

④ مستثنیٰ خَلا،عَدَا کے بعد واقع ہو عِندَالْاَکثر اور مَاخَلاَ،مَاعَدَا،لَیْسَ،لَایَکُوْنُ،کے بعد عِندالجمیع ان حالتوں میں منصوب مستثنیٰ ہوگا، جیسے: جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلا زَیْداً،عَدَا زَیْداً.....الخ

۲.النّصب والبَدل:

اگر مستثنیٰ اِلاّ کے بعد غیرموجب،غیرمفرّغ میں واقع ہوتو اس میں دو وجہیں جائز ہیں: ایک نصب اور دوسری بدل عن المستثنیٰ منہٗ، جیسے: مَاجَاءَ نِی اَحَدٌ اِلاّ زَیْداً وَزَیْدٌ

۳.علیٰ حسب العوامل:

مستثنیٰ کا اعراب علیٰ حسب العوامل اس وقت ہوگا جب مستثنیٰ اِلاّ کے بعد کلام غیرموجب میں واقع ہواور

مستثنیٰ منہٗ مذکور نہ ہوتو پھر مستثنیٰ کو وہی اعراب دیا جائے جو مستثنیٰ منہٗ کا ہونا چاہیے، جیسے: مَاجَاءَ نِی اِلاّ زَیْدٌ، مَارَأَیْتُ اِلَّا زَیْداً، مَامَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْد

۴۔اَلجرّ:

جب مستثنیٰ واقع ہو غَیْرَ،سَوَاء،سِوٰی،اور حَاشَا کے بعدتو ان صورتوں میں مستثنیٰ مجرور ہوگا جیسے:
مَاجَاءَ نِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ،سِوٰی زَیْدٍ،و حَاشَازَیْدٍ وسَوَاءَ زَیْدٍ

((واعلم اَنَّ اعراب غیرکا عراب المستثنیٰ باِلّا تقول جَاءنی القومُ غیر زیدٍ وغیر حمارٍوماجاء نِی غیرزیدن القوم وماجاءنی أحد غیرُ زید وغیرَ زیدٍ وما جاءنی غیرزیدومارأیت غیرزیدومامررت بغیرِزیدٍ۔))

ترجمہ:

''اورجان لے کہ بیشک غیرکااعراب مستثنیٰ بہ اِلّا کے اعراب کی طرح ہے جیسے تُو کہے جَاء نی القومُ غیر زیدٍ وغیر حمارٍ اور ماجاء نِی غیرزیدن القوم اور ماجاء نی أحدغیرُزیدٍوغیرَزیدٍاور ماجاء نی غیرزیدٍ اورمارأیت غیرزیدٍ اورمامررت بغیرِزیدٍ۔''

تشریح:

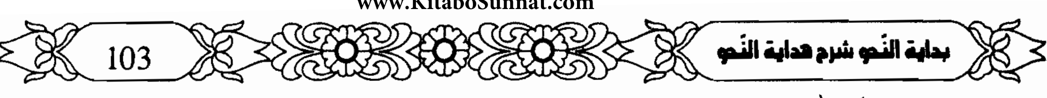
تمام حالتوں کے اندر غَیْرَ کااعراب وہی ہوگا جو مستثنٰی بہ اِلَّاکا ہوگا (مستثنٰی بہ اِلَّا کااعراب پہلے بیان کر چکے ہیں)

مثالیں: (متّصل) جَاءَ نِی الْقَوْمُ غَیرَ زَیْدٍ (منقطع) جَاءَ نِی ا لْقَوْمُ غَیْرَ حِمَارٍ

((واعلم أن لفظةغیرموضوعة للصفةِوقدتستعمل للاستثناء کماان لفظةَ الا موضوعة للاستثناء وقد تستعمل للصّفة کما فی قولہٖ تعالیٰ لَوْکَانَ فِیھِمَآ اٰلِھَةٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَاأی غیراللّٰہِ وکذٰلِك قَولُكَ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ۔))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ لفظ غیر صفت کے لیے وضع کیا گیاہے اورکبھی یہ استعمال کیاجاتا ہے اسثنیٰ کے لیے جس طرح کہ لفظ اِلَّا وضع کیا گیاہے اسثنیٰ کے لیے اورکبھی وہ استعمال کیاجاتا ہے صفت کے لیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کےفرمان میں ہے لَوْکَانَ فِیھِمَآ اٰلِھَةٌ اِلَّا اللّٰہ لَفَسَدَتَا یعنی غیر اللّٰہ اوراسی طرح

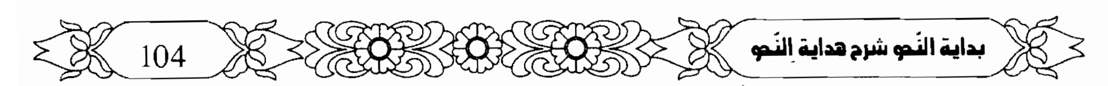


تیرا کہنا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ."

تشریح:

غیر دراصل صفت کے لیے وضع کیا گیا ہے مگر استثناء کے لیے بھی مستعمل ہے، ایسے ہی کہ جس طرح اِلَّا دراصل استثناء کے لیے ہے لیکن کبھی کبھی صفت کے لیے بھی استعمال کرلیا جاتا ہے، کیونکہ استثناء اور صفت ایک دوسرے کے قریب المعنٰی ہیں، لہٰذا ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنا جائز ہے۔ البتہ الّا کے صفت کے معنی میں مستعمل ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہاں استثناء کے معنی متعذر ہوں۔

❁......❁......❁



فصل

كَانَ وأخواتها کی خبر کا بیان

((فصلٌ خبر كانَ وأخواتها هو المسندُ بعد دخولها كان زيد قائماً وحكمُهٗ كحكم خبر المبتدأ اِلّا اَنَّهٗ يجوز تقديمهٗ علٰى اَسْمَائِهَا مَعَ كونِهٖ مَعْرفةً بخلاف خبر المبتدأ نحو كان القائمُ زيدٌ۔))

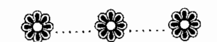
ترجمہ:

"کان واخواتھا کی خبر، وہ مسند ہوتی ہے اس کے دخول کے بعد جیسے کَانَ زیدٌ قائمًا اور اس کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم جیسا ہے مگر بیشک جائز ہوتا ہے اس کو مقدم کرنا اس کے اسم پر مع اس کے معرفہ ہونے کے بخلاف مبتدا کی خبر کے جیسے کَانَ القائمُ زیدٌ."

تشریح:

کان و اخواتھا سے مراد افعالِ ناقصہ ہیں، جو یہ ہیں: کَانَ، صَارَ، اَصْبَحَ، اَمْسٰی، اَضْحٰی، ظَلَّ، بَاتَ، مَازَالَ، مَابَرِحَ، مَادَامَ، مَاانْفَكَّ، مَافَتِئَ اور لَیْسَ.

کَانَ واخواتَھا کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر کے مثل کے ہے، البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ جب خبر معرفہ ہو تو اس کی تقدیم کَانَ واخواتَھا میں اس کے اسم پر جائز ہے لیکن مبتدا پر اس کی تقدیم جائز نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مبتدا خبر دونوں مرفوع ہوتے ہیں اور تقدیم کی صورت میں التباس کا خطرہ ہے جبکہ کَانَ وأخواتَھا میں یہ خطرہ نہیں ہے، کیونکہ ان کا اسم مرفوع اور خبر منصوب ہوتی ہے اور یہ قرینہ لفظیہ ان کو التباس سے بچالیتا ہے، اگر یہاں بھی التباس کا خطرہ ہو اور قرینہ لفظیہ بھی موجود نہ ہو تو یہاں پر بھی خبر کو مقدم نہیں لا سکتے، مثلاً کَانَ الْفَتٰی ھٰذَا.



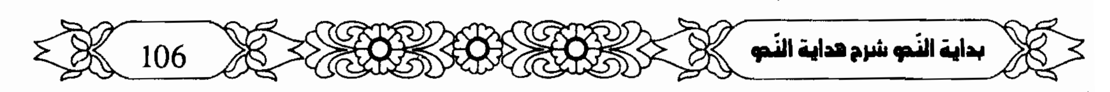
فصل

انَّ واَخواتِها کا اسم کا بیان

((فصل اسمُ انَّ واَخواتِهاهُوالمسنداليه بعدَ دُخُولِهَانحو اِنَّ زيداًقائِم۔))

ترجمہ:

”اِنَّ واخواتها کا اسم، وہ مسند الیہ ہوتا ہے اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے اِنَّ زیداً قائِمٌ۔“



فصل

لائے نفی جنس کے اسم کا بیان

((فصل المنصوب بلاالتی لنفی الجنس هو المسند الیه بعد دخولها یلیهانکرةً مضافةً نحو لاغُلامَ رجلٍ فی الدارومشابهاًلَهَا نحولاعشرِین درهماًفی الکیسِ فاِن کان بعد لانکرة مفرد تُبنی علی الفتح نحولارجل فی الداروان کان معرفةً أونکرةً مفصولاًبینه وبین لاکان مرفوعاًویجب تکریر لامع اسمٍ اٰخرتقول لازیدٌ فی الدار ولاعمروٌولافیهارجُلٌ ولااِمرأةٌ ۔))

ترجمہ:

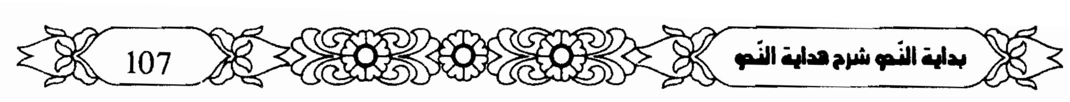
''وہ اسم جونصب دیا گیاہو لائے نفی جنس کی وجہ سے وہ مسند الیہ بنتا ہے اس کے داخل ہونے کے بعد اس حال میں کہ اس سے ایسانکرہ ملا ہوا ہو جومضاف ہو جیسے **لاغُلامَ رجلٍ فی الدارِ** یامشابہ مضاف ہو جیسے **لاعشرِین درهمافی الکیسِ** پس اگرلاء کے بعدنکرہ مفردہ ہوتووہ مبنی برفتحہ ہوگا جیسے **لارجل فی الدارِ** اوراگر معرفہ ہویاایسا نکرہ ہوکہ اس کے اور **لا** کے درمیان فاصلہ لایا گیاہوتووہ مرفوع ہوگااور**لا** کودوسرے اسم کے ساتھ مکرر لاناواجب ہے جیسے تُو کہے **لازیدٌ فی الدار ولاعمروٌ** اور**لافیهارجُلٌ ولااِمرأةٌ** .''

تشریح:

وہ اسم جو لائے نفی جنس کی وجہ سے منصوب ہو۔ یہاں مصنف نے اَلْمَنْصُوْبُ کہا، اسمِ لائے نفی جنس نہیں کہا جیسا کہ پہلی فصلوں میں کہتے آئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس کا اسم ہمیشہ منصوب نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات منصوب ہوتا ہے اور بعض اوقات مبنی برفتحہ اور بعض اوقات مرفوع ہوتا ہے، اسی اختلاف اعراب کی وجہ سے یوں کہا ہے۔

۱۔منصوب:

لائے نفی جنس کا اسم منصوب اس وقت ہوگا جب وہ **لَا** کے ساتھ متّصل ہو،نکرہ مضافہ ہواور درمیان میں فاصلہ نہ ہوتو منصوب ہوگا جیسے **لَا غُلَامَ رَجُلٍ فِی الدَّارِ** اسی طرح اس وقت بھی منصوب ہوگا جب نکرہ متّصلہ مشابہ مضاف ہو جیسے **لَا عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا**



۲۔مبنی علی الفتحہ:

اس وقت ہوگا جب لَا کا اسم نکرہ متصلہ غیر مضافہ ہو جیسے لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ

۳۔مرفوع:

اس وقت ہو گا جب لَا کا اسم معرفہ ہو یا مفصولہ ہو جیسے لَا زَیْدٌ فِی الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو، لَا رَجُلٌ فِی الدَّارِ وَلَا امْرَأَةٌ

((ویجوز فِی مثل لاحول ولاقُوَّةَالاباللّٰهِ خمسةُ أوجه فتحهُما ورفعهما وفتح الأول ونصب الثانی وفتح الأول ورفعُ الثانی ورفع الأوّل وفتح الثانی۔))

ترجمہ:

''اور جائز ہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی مثل میں پانچ وجہیں: دونوں کا فتحہ، دونوں کا رفع، پہلے کا فتحہ اور دوسرے کا نصب، پہلے کا فتحہ اور دوسرے کا رفع اور پہلے کا رفع اور دوسرے کا فتحہ۔''

تشریح:

''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ'' جیسی ترکیب میں پانچ وجہیں جائز ہیں:

اس ترکیب سے مراد وہ مقامات ہیں جہاں لَا مکرّر ہو اور لَا کا اسم متصلہ، غیر مضافہ ہو تو اس مقام پر پانچ وجہیں پڑھنا جائز ہیں:

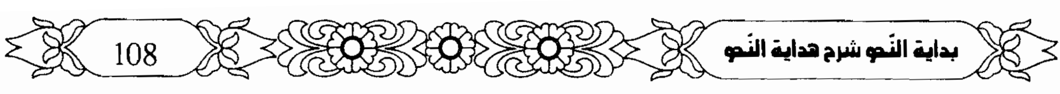
① دونوں کا فتحہ	جیسے	لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
② دونوں کا رفع	جیسے	لَاحَوْلٌ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ
③ فتحہ اوّل نصب ثانی	جیسے	لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةً اِلَّا بِاللّٰهِ
④ فتحہ اوّل رفع ثانی	جیسے	لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ
⑤ رفع اوّل فتحہ ثانی	جیسے	لَاحَوْلٌ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

توجیہِ اعراب:

① جب دونوں کا فتحہ پڑھیں گے تو دونوں لائے نفی جنس ہوں گے، اور اس وقت ترکیبی لحاظ سے یہ دونوں احتمال ہیں۔

☆ عطف مفرد علی المفرد یعنی قُوَّةَ کا عطف حَوْلَ پر پڑے گا اور معطوف علیہ، معطوف سے مل کر اسم ہوگا اور خبر ہوگی مَوْجُوْدَانِ.

☆ دوسرا احتمال یہ ہے کہ عطف جملہ علی الجملہ یعنی حَوْلَ کی خبر محذوف ہے یعنی لَا حَوْلَ مَوْجُوْدٌ اسی



طرح قُوَّةَ کی خبر بھی محذوف ہے، یعنی لَا قُوَّةَ مَوْجُوْدٌ اور دوسرا جملہ پہلے جملہ پر عطف ہوگا۔

② جب دونوں پر رفع پڑھیں گے تو لَا مَنْعَ عَنِ العَمَلِ ہوں گے اور حَوْلٌ مرفوع ہوگا بنا بر مبتدا کے اور قُوَّةٌ بھی مرفوع ہوگا بنا پر مبتدا کے، باقی خبر میں مذکورہ دو احتمال ہوں گے: یعنی عطفِ مفرد علی المفرد یا عطفِ جملہ علی الجملہ۔

عطفِ مفرد کی صورت میں تقدیر عبارت ہوگی: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ مَوْجُوْدَانِ اور عطفِ جملہ کی صورت میں تقدیر عبارت ہوگی: لَا حَوْلٌ مَوْجُوْدٌ وَلَا قُوَّةٌ مَوْجُوْدٌ.

③ جب پہلے پر فتحہ اور دوسرے پر نصب پڑھیں گے تو اس وقت پہلا لائے نفی جنس ہوگا اور دوسرا لَا تاکید نفی کے لیے ہوگا اور قُوَّةً کا عطف حَوْلَ پر ہوگا اور حَوْلَ چونکہ محلِ نصب میں ہے، لہٰذا اس پر عطف ہونیوالا اسم بھی منصوب ہوگا۔

④ جب پہلے پر فتحہ اور دوسرے پر رفع پڑھیں گے تو اس وقت پہلا لَا مشابہ بلَیس ہوگا اور حَوْلٌ مرفوع برائے تاکید اور قُوَّةٌ کا عطف لَاحَوْلَ کے محل پر ہوگا اور لَا حَوْلَ کا محل بنا برابتدا کے مرفوع ہے، تو جو اسم اس پر عطف ہوگا وہ بھی مرفوع ہوگا۔

⑤ جب پہلے پر رفع اور دوسرے پر فتحہ پڑھیں گے تو اس وقت پہلا لَا مشابہ بلَیس ہوگا اور حَوْلٌ مرفوع ہوگا اس کا اسم ہونے کی بناء پر اور دوسرا لائے نفی جنس ہوگا اور قُوَّةَ مبنی پر فتحہ ہے اسمِ لائے نفی جنس ہونے کی بناء پر لیکن اس صورت میں عطفِ جملہ علی الجملہ کا احتمال ہی متعیّن ہوگا، عطفِ مفرد علی المفرد بیک وقت خبر نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہ لَا مشابہ بلَیس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور لَا نفی جنس کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگی اور ایک اسم ایک وقت میں دو اعرابوں کے ساتھ نہیں پایا جاسکتا، لہٰذا یہ کہنا پڑے گا کہ یہاں پر عطف جملہ علی الجملہ ہی متعیّن ہے۔

((وقد يحذف اسم لالقرينةٍ نحو لاعليك أي لاباس عليكَ ۔))

ترجمہ:

''اور کبھی لا کا اسم قرینہ کی وجہ سے حذف کردیا جاتا ہے جیسے لاعليك یعنی لاباس عليك.''

تشریح:

کبھی کبھی قرینہ کی وجہ سے لائے نفی جنس کا اسم حذف کردیا جاتا ہے جیسے لَاعَلَيْكَ یہ اصل میں لَا بَأْسَ عَلَيْكَ ہے بَأْسَ جو کہ اسم تھا اسے حذف کردیا گیا، اس پر قرینہ یہ ہے کہ لَا جب عَلٰی پر داخل ہوا تو یہ دلالت کررہا تھا کہ یہاں کوئی اسم محذوف ہے، کیونکہ حرف پر حرف داخل نہیں ہوسکتا۔

فصل

مَاوَلَا مشابہ بلیس کی خبر کا بیان

((فصل خبر ماولاالمشبهتَينِ بليسَ هو المسند بعد دخولهمانحو مازيدٌ قائماً ولارجلٌ حاضراًوان وقع الخبر بعدالانحو مازيدٌ الاقائمٌ أو تقدم الخبر على الاسم نحوماقائمٌ زيدٌأوزيدتْ اِن بعدَمانحوُ مااِن زيدٌ قائمٌ بطل العَمَل كمارأيت فى الاَمثلةِ وهٰذالغة أهل الحجازِ امّابنوتميم فلايعملونهماأصلاًقال الشاعر عن لسان بنى تميم شعرومُهَفْهَفٍ كالغصنِ قُلتُ لهٗ انتَسِب فأجاب ماقتل المحبِّ حَرامٌ برفعِ حرام))

ترجمہ:

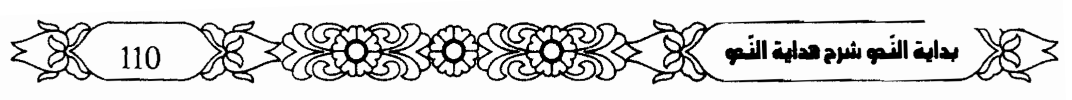
"مَاوَلَا مشابہ بہ لَیُسَ کی خبر، وہ مسند ہوتی ہے ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد اور اگر خبر اِلّا کے بعد واقع ہو جیسے مَازیدٌاِلَّاقائماً یا خبر اسم پر مقدم آجائے جیسے مَاقَائِمٌ زَیدًا یامَا کے بعد اِنْ کا اضافہ کر دیا جائے جیسے مَااِن زَیدٌ قَائِمٌ تو عمل باطل ہو جائے گا، جیسا کہ آپ نے مثالوں میں دیکھا اور یہ اہلِ حجاز کی لغت ہے اور رہے بنو تمیم تو وہ سرے سے عمل دیتے ہی نہیں ہیں، جیسے شاعر نے کہا بنو تمیم کی زبان میں، شعر: ومُهَفُهَفٍ كالغصنِ قُلتُ لهٗ انتَسِب. فاجاب ماقتل المحبِّ حَرامٌ یہاں رفع ناجائز ہے۔"

تشریح:

منصوبات میں بارہواں منصوب خبرِ مَاوَلَا ہے، مَاوَلَا کو مشابہ بِلَیُسَ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ لَیُسَ کی طرح دو اسموں پر داخل ہوتے ہیں لہٰذا لَیُسَ کیساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ان کو عمل بھی لَیُسَ کا دے دیا گیا پھر مَا معرفہ پر داخل ہوتا ہے اور لَا نکرہ پر جیسے مَازَیدٌقَائِماً، لَارَجُلَ حَاضِراً

وان وقع الخبرُ بعدالِا:

یہاں اُن تین مقامات کو پیش کیا جا رہا ہے جہاں مَا عمل نہیں کرتا اور یہ بنا بر مذہب مجازیین ہے کیونکہ بنو تمیم کے نزدیک تو مَا وَلَا سرے سے عمل نہیں کرتے وہ اپنے قول پر شاعر کی کلام سے دلیل پیش کرتے ہیں، شاعر کہتا ہے:



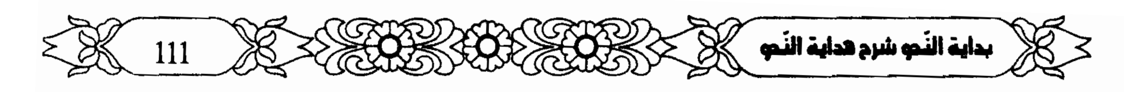
وَمُهَفْهَفٍ كَالغُصْنِ:

(شعر کا ترجمہ:) بہت سے محبوب باریک کمروں والے مثل ٹہنی کے ہیں، میں نے جب اسے کہا تُو اپنا نسب بیان کرتو اس نے کہا مَاقتل المحبُ الحرامُ یعنی" ہمارے نزدیک عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں"۔ محلِ شاھد حَرَامٌ ہے کہ اگر مَاعمل کرتا تو حرام پر رفع نہ ہوتا بلکہ ما کا اسم ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا، لیکن جب شعر میں حرام مرفوع ہوا تو ثابت ہوا کہ مَاعمل نہیں کرتا۔

حجازِیّین کے نزدیک مَا وَلا، لَیسَ کی مشابہت کی وجہ سے لَیسَ والا عمل کرتے ہیں یعنی اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں، لیکن تین مقامات ایسے ہیں جہاں اہل حجاز کے نزدیک بھی عمل نہیں کرتے:

1. جب خبر اِلَّا کے بعد واقع ہو جیسے مَازَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب خبر اِلَّا کے بعد ہوتی ہے تو نفی باقی نہیں رہتی تو لَیسَ کے ساتھ مشابہت بھی ختم ہو جاتی ہے لہٰذا اس وقت مَاعمل نہیں کرے گا۔
2. جب خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے مَا قَائِمٌ زَیْدٌ، اس وقت عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مَا حرف تھا اور حرف عمل میں ضعیف ہوتا ہے، یہ اس وقت عمل کرے گا جب معمول مرتب ہوں گے لیکن جب معمول غیر مرتب ہوں گے تو مَا عمل نہیں کرے گا۔
3. جب مَا کے بعد اِنْ ہو جیسے مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ، یہاں عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مَاعاملہ اور اس کے معمولات کے درمیان فاصلہ آ گیا ہے اور مَاخود ضعیف ہے، وہ فاصلے کی صورت میں معمول مفصول میں عمل نہیں کر سکے گا۔





المقصدالثالث فی المجرورات

((الأسماء المجرورة هی المضاف اليه فقط وهوكلُّ اسم نُسِبَ اليه شئٌ بواسطة حرف الجر لفظاًنحومررتُ بزيدٍ ويُعَبّر عَنْ هٰذاالتركيب فی الاصطلاح بأنه جارٌّومجرورٌاوتقديراًنحوغلامُ زيدٍتقديرهٗ غلامٌ لزيدٍويعبّرعنه فی الاصطلاح بأنه مضافٌ ومضافٌ اليه ويجِبُ تجريدالمضاف عن التنوين أو مٰا يقُومُ مقامهٗ وهو نونُ التثنية والجمع نحوجاء نی غلام زيدٍ وغلامازيدٍومسلمومِصر۔))

ترجمہ:

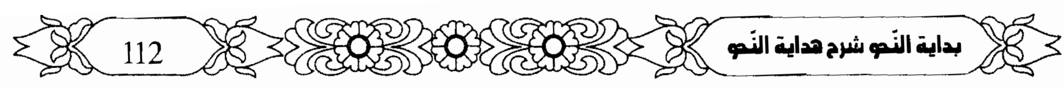
''اسمائے مجرورہ، وہ مضاف الیہ ہے صرف اوراس سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی جائے بواسطہ حرفِ جر کے لفظاً جیسے مررتُ بزیدٍ اورتعبیر کیا جاتا ہے اس ترکیب کواصطلاح میں کہ یہ جار ومجرور ہیں یا تقدیراً جیسے غُلَامُ زَیْدٍ کہ اس کی تقدیر ہے غُلَامٌ لِزَیْدٍ اورتعبیر کیا جاتا ہے اس کواصطلاح میں کہ یہ مضاف اورمضاف الیہ ہیں۔اورواجب ہے مضاف کو خالی کرنا تنوین سے یا اس سے جو اس کے قائم مقام ہے اوروہ نونِ تثنیہ اورنونِ جمع ہے جیسے جاء نی غلام زیدٍ وغلاما زیدٍ ومسلمو مِصرٍ.''

تشریح:

تیسری بحث مجرورات میں ہے،اسم مجرورصرف ایک ہی ہے اور وہ مضاف الیہ ہے۔مضاف الیہ ہراس اسم کو کہتے ہیں جس کی طرف کسی اسم کی نسبت کی جائے، برابر ہے کہ وہ نسبت بواسطہ حرفِ جرلفظی ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ یا تقدیری ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ اَیْ غُلَامٌ لِّزَیْدٍ

پہلی قسم کو جار ومجرور کہتے ہیں اور دوسری قسم کو مضاف ومضاف الیہ۔

پھر مضاف کا تنوین اورتنوین کے قائم مقام یعنی نونِ تثنیہ اورنون جمع سے خالی ہوناواجب ہے،یعنی جب کوئی اسم مضاف ہوگا تو اگر اضافت سے پہلے اس پر تنوین یا نونِ تثنیہ یا جمع داخل تھے تو وہ بوقتِ اضافت گر جائیں گے، جیسے تنوین کی مثال: جاء نی غلامُ زیدٍ کہ اضافت سے پہلے غلامٌ تھا۔نونِ تثنیہ کی مثال: جاء نی غلامازیدٍ کہ اضافت سے پہلے غلامانِ تھا۔نونِ جمع کی مثال: جاء نی مسلمومِصر کہ اضافت سے پہلے مسلمونَ تھا۔



((واعلم أن الاضافةَ على قسمين معنوية ولفظيّةٌ أمّا المعنويّةُ فهی أن يكونَ المضاف غيرَ صفةٍمضافةٍ الیٰ مَعمُولهاوهی اِمّابمعنی اللّامِ نحوغلامُ زيدٍ أو بمعنی من نحوخاتمُ فضةٍ أو بمعنی فی نحوصلٰوةُ اللّيلِ وفائِدة هٰذه الاضافةِ تعريفُ المضَافِ ان اُضِيْف الیٰ معرفةٍ كما مرَّ اَو تخصيصُهٗ اِن اُضيف الیٰ نكرةٍ كغلامِ رجلٍ وأما الفظيّةُ فهی اَنْ يكون المضاف صفةً مضافةً الی معمولها وهی فی تقدير الانفصال نحوضاربُ زيدٍ وحَسَنُ الوجهِ وفائدتها تخفيفٌ فی اللفظ فقط۔))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ بے شک اضافت دوقسموں پر ہے: معنوی اور لفظی، جومعنوی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مضاف ہواس صفت کے علاوہ کی طرف جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور وہ یاتو بمعنی لام ہوگی جیسے غلامُ زیدٍ یا بمعنی مِن ہوگی جیسے خاتمُ فضةٍ یا بمعنی فی ہوگی جیسے صلٰوۃُ اللّیلِ اورفائدہ اس اضافت کا مضاف کی تعریف ہے اگروہ اضافت کیا گیا ہومعرفہ کی طرف، یااس کی تخصیص کرنا اگروہ مضاف ہونکرہ کی طرف جیسے غلامُ رجلٍ اور جولفظی ہے وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت ہوجو اپنے معمول کی طرف مضاف ہواوروہ انفصال کی تقدیر میں ہوتی ہے جیسے ضاربُ زیدٍاور حَسَنُ الوجہِ اوراس کا فائدہ لفظ میں تخفیف ہے صرف۔

تشریح:

اضافت کی اقسام:

پھر اضافت کی دوقسمیں ہیں:

① اضافت لفظی ② اضافت معنوی

① اضافت لفظی:

وہ اضافت ہے جس میں صیغہ صفت کی اضافت اپنے معمول کی طرف ہوجیسے ضَارِبُ زَیْدٍ. اضافت لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اوراس سے تعریف اور تخصیص حاصل نہیں ہوتی۔

② اضافت معنوی:

وہ اضافت ہے جس میں مضاف صیغہ صفت کا نام ہوجیسے غُلَامُ زَیْدٍ یہ اضافت لفظوں میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اورمعنی میں تعریف یا تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔تعریف کا فائدہ اس وقت دیتی ہے جب مضاف الیہ

معرفہ ہو جیسے کِتَابُ زَیْدٍ اور تخصیص کا فائدہ اس وقت دیتی ہے جب مضاف الیہ نکرہ ہو جیسے غُلَا مُ رَجُلٍ پھر اضافت معنوی بمعنیٰ لام کے ہوتی ہے، اسے اضافتِ لامی کہتے ہیں جیسے غُلَامُ زَیْدٍ اَیْ غُلَا مٌ لِّزَیْدٍ یا یہ اضافت بمعنیٰ مِنْ کے ہوتی ہے، اسے اضافت مِنِّی کہتے ہیں جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ اَیْ خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ یا پھر یہ اضافت بمعنیٰ فِیْ کے ہوتی ہے اور اسے اضافتِ فیوی کہتے ہیں جیسے صَلَاةُ اللَّیْلِ اَیْ صَلَا ةٌ فِی اللَّیْلِ

اضافت سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں:

① فائدہ لفظی ② فائدہ معنوی

① فائدہ لفظی:

وہ ہوتا ہے کہ مضاف سے تنوین یا وہ شے جو تنوین کے قائم مقام ہو، گر جاتی ہے اور قائم مقام تنوین سے مراد نونِ تثنیہ ہے اور نونِ جمع ہے۔ اس کی مثال غُلَامُ زَیْدٍ کہ یہاں مضاف سے تنوین گری ہے اور غُلَامَا زَیْدٍ کہ یہاں مضاف سے نون تثنیہ گرا ہے اور مُسْلِمُوْا مِصْر یہاں مضاف سے نون جمع گرا ہے۔

② فائدہ معنوی

اس اضافت کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہے۔

((واعلم أنكَ اذااَضفت الاسمَ الصحيح أوالجارِيَ مجرى الصحِيح الى ياء المتكلم كسرت اٰخره واسكَنْتَ الياءَ أوفتحتهاكغلامِىْ ودلوِىْ وظبىْ وان كان اٰخرالاسم ألفاًتثبت كعصاىَ ورحاىَ خلافًا للهذيل كعَصِىَّ ورحى وإنْ كان اٰخرالاسمِ ياء مكسوراً ما قبلها أدغمتَ الياءَ فِى الياء وفتحتَ الياء الثانيةَ لِئَلَّا يلتقى الساكنان تقول فى قاضِى قاضِىَّ وان كانَ اٰخرُهٗ واو مضموماً ما قبلَها قلبتَها ياءً وعَمِلْتَ كماعَملتَ الاٰنَ تقُولُ جاء نى مُسلمىَّ))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ جب تُو اضافت کرے گا اسم صحیح کی یا جاری مجرٰی صحیح کی یائے متکلم کی طرف تو تُو اس کے آخر کو کسرہ دے گا اور یاء کو ساکن کرے گا یا تُو اسے فتحہ دے گا جیسے غلامِیْ ودلوِیْ وظبیْ اور اگر اسم کا آخر الف ہو تو تُو اسے ثابت رکھے گا جیسے عَصَایَ وَرَحَایَ بخلاف ہذیل کے جیسے عَصِیَّ وَرَحِیَّ اور اگر اسم کا آخر یاء ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو تو تُو یاء کا یاء میں ادغام کرے گا اور دوسری یاء کو فتحہ دے گا تاکہ التقائے ساکنین نہ ہو سکے جیسے تُو کہے قَاضِی میں قَاضِیَّ اور اگر اس کا آخر واوَ

ہو جس کا ما قبل مضموم ہو تو تُو اسے یاء میں بدل دے گا۔ اور تو عمل دے گا جس طرح کہ اب عمل دیا ہے، تو کہے: جَاءَنِیْ مُسْلِمِيّ''

تشریح:

اسم صحیح وہ ہوتا ہے جس میں حروف علت میں سے کوئی حرف نہ ہو اور جاری مجریٰ صحیح اسے کہتے ہیں جس کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو جیسے غُلَامِیْ یا آخر میں واؤ یا یاء ما قبل ساکن ہو جیسے دَلْوٌ اور ظَبْيٌ۔

پھر اگر اسم کے آخر میں الف ہو تو وہ یائے متکلم کی طرف اضافت کے وقت باقی رہے گا جیسے عَصًا سے عَصَايَ اور رَحًی سے رَحَايَ۔ البتہ ہذیل نحوی نے اس میں اختلاف کیا ہے، ان کے نزدیک الف کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیں گے جیسے عَصًا سے عَصِيَّ اور رَحًی سے رَحِيَّ۔

اور اگر اسم کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو اور اس یاء کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا جا رہا ہو تو دونوں یاء کا ایک دوسرے میں ادغام کر دیں گے اور دوسری یاء کو فتحہ دے دیں گے، تاکہ التباس اور اجتماع ساکنین سے بچا جا سکے جیسے قَاضِیْ سے قَاضِيَّ۔

اور اگر اسم کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم ہو اور اس کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اس واؤ کو یاء سے بدل کر دونوں یاء کا ادغام کر دیں گے جیسے مُسْلِمُوْ سے مُسْلِمِيَّ۔

((وفی الأسماء الستة مضافةً الی یاءِ المتکلّم تقول أخی وأبی وحمی وهنی وفی عند الأکثر وفمی عند قوم وذُولایضاف الیٰ مضمر أصلاً وقول القائِل شعر انّمایعرف ذاالفضل من الناس ذووه شاذٌ واذاقطعْتَ هٰذِهِ الأسماءَ عن الاضافةِ قلتَ أخٌ وأبٌ وحمٌ وهنٌ وفمٌ وذولایقطع عن الإضافة البتة هٰذه کلّهٗ بتقدیرحرف الجرّاما ما یذکر فیه حرفُ الجرّ لفظاً فسیاتیك فی القسم الثالث انْ شَاءَ اللّٰه تَعالیٰ۔))

ترجمہ:

''اور اسمائے ستہ میں جو مضاف ہوں یائے متکلم کی طرف، تُو کہے گا: أخي، أبي، حمي، هني، في اکثر کے ہاں اور فمي ایک قوم کے نزدیک اور ذُو نہیں اضافت کیا جاتا ضمیر کی طرف اصلاً جیسا کہ قائل کا قول: انّمایعرف ذاالفضل من الناس ذووه یہ شاذ ہے۔ اور تُو کاٹ دے ان اسماء کو اضافت سے تو تُو کہے گا أخٌ، أبٌ، حمٌ هنٌ، فمٌ اور ذو اضافت سے نہیں کاٹا جاتا کسی صورت میں بھی، یہ سب

حرفِ جر کی تقدیر کے ساتھ ہوگا، رہا وہ جس میں حرفِ جر ذکر کیا جائے لفظاً تو وہ تیسری قسم میں عنقریب آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔''

تشریح:

اسمائے ستہ جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں گے تو اس طرح پڑھا جائے گا: أَخِيْ، أَبِيْ، حَمِيْ، هَنِيْ، فِيْ اور ذُو کی اضافت ضمیر کی طرف نہیں ہو سکتی، بلکہ وہ ہمیشہ اسمِ جنس کی طرف مضاف ہوتا ہے۔

اگر اسمائے ستہ یائے متکلم کی طرف مضاف نہ ہوں تو ان کے لام کلمہ کو حذف کرنا درست ہے اور جو اعراب اس صورت میں ان کا ہوگا وہی ان کے عین کلمہ کا ہوگا، جیسے: جَاءَ اَخٌ، رَأَیْتُ اَخاً، مَرَرْتُ بِاَخٍ اور اس وقت ذُو کو بھی اضافت سے الگ نہیں کیا جائے گا، مذکورہ استعمال حرفِ جر کے مقدر ہونے کی صورت میں ہوگا۔

❁.....❁.....❁

الخاتمة: توابع کا بیان

((اعلم اَنَّ الَّتی مرّت من الأسماء المعربة کان اعرابھابالاصالة بان دخلتھاالعوامل من المرفوعاتِ وَالمنصوبات والمجرورات فقد یکونُ اعراب الاسم بتبیعة ماقبلهٗ ویُسمیَ التابعَ لأنه یتبع ماقبلهٗ فی الاعراب وھوکُلُّ ثانٍ معرب باعراب سابقهٖ من جهةٍ واحدةٍ والتوابعُ خمسةُ اقسامِ النعت والعطف بالحروف والتاکید والبَدل وعطفُ البیَان ۔))

ترجمہ:

''خاتمہ توابع کے بیان میں ہے، جان لے کہ وہ جوگزرا اسمائے معربہ سے تو اس کا اعراب تھا اصالت کے ساتھ اس وجہ سے کہ ان پر عوامل داخل ہوتے ہیں مرفوعات سے، منصوبات سے، اور مجرورات سے۔ پس اسم کا اعراب ہوگا اسی کے تابع جو اس کے ماقبل ہوگا اور اسے تابع کا نام دیا جاتا ہے اس لیے کہ یہ تابع ہوتا ہے جو اپنے ماقبل کے اعراب میں اور وہ ہر وہ دوسرا نام ہے جو اعراب دیا گیا ہو سابقہ اسم کا اعراب ایک ہی جہت سے۔ اور توابع کی پانچ قسمیں ہیں: نعت، عطف بحرف، تاکید، بدل اور عطفِ بیان۔''

تشریح:

یہ فصل خاتمہ میں ہے جو کہ توابع کے بارے میں ہے۔ خاتمہ میں ہمیشہ مسائلِ مذکورہ کی تکمیل کی جاتی ہے، اس سے پہلے مقاصدِ ثلاثہ میں مرفوعات، منصوبات اور مجروراتِ اصلیہ ذکر کیے گئے ہیں اور اس فصل میں توابع ذکر کیے جائیں گے۔

تعریف:

توابع جمع ہے تابع کی، اور تابع اس دوسرے اسم کو کہتے ہیں جسے اسمِ سابق کا اعراب دیا جائے اور دونوں کا اعراب ایک ہی جہت سے ہو۔

اقسام:

توابع کی پانچ قسمیں ہیں:

① صفت ② بدل ③ تاکید ④ عطف بحرف ⑤ عطف بیان

فصل

صفت کا بیان

((فصلٌ النعت تابع یدُلُّ علی معنی فی متبوعه نحو جاء نِی رجلٌ عالمٌ أو فی متعلق متبوعهٖ نحو جاء نی رجلٌ عالمٌ ابوهُ ویُسمّٰی صفةً أیضاً والقسم الأوّل یتبع متبوعَهٗ فی عشرة أشیاءَ فی الاعراب والتعریف والتنکیروالافرادوالتثنیة والجمعِ والتذکیروالتانیث نحوجاء نی رجل عالم ورجُلان عَالمان ورجالٌ عالمون وزیدن العالم وامرأةٌ عالمةٌ والقسمُ الثانی انما یتبعُ متبوعَه فی الخمسة الأول فقط أعنی الأعراب والتعریف والتنکیر کقولِهٖ تَعَالیٰ من هٰذه القریة الظّالمِ أهلها۔))

ترجمہ:

''نعت وہ تابع ہے جودلالت کرتا ہے اس معنی پر جواس کے متبوع میں ہوتا ہے جیسے جاء نِی رجلٌ عالمٌ یااس کے متبوع کے متعلق میں جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ أبوه اور اس کانام صفت بھی رکھاجاتا ہے۔اورپہلی قسم وہ تابع ہوتا ہے اپنے متبوع کے دس چیزوں میں :اعراب میں،تعریف وتنکیر میں،واحد تثنیہ جمع میں اورتذکیروتانیث میں جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ ورجُلانِ عَالمانِ ورجالٌ عالمونَ وزیدن العالمُ وامرأةٌ عالمةٌ اوردوسری قسم کہ وہ تابع ہوتا ہے اپنے متبوع کے پہلی پانچ میں صرف،میری مراداعراب اورتعریف وتنکیر ہے جیسے قولہ تعالیٰ :من هٰذه القریةِ الظّالمِ أهلُها .''

تشریح:

صفت یانعت اس تابع کو کہتے ہیں جومتبوع میں پائے جانیوالے معنی کو بیان کرے جیسے جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ یامتبوع کے متعلق میں پائے جانے والے معنی کو بیان کرے جیسے جَا ءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ

پہلی قسم کونعت بحالہٖ اور دوسری قسم کونعت بحال متعلقہٖ کہتے ہیں۔نعت بحالہٖ اپنے متبوع کے ساتھ دس چیزوں میں تابع ہوتی ہے:لیکن بیک وقت ان دس میں سے چار چیزیں یکساں طور پر پائی جاتی ہیں۔

وہ دس چیزیں یہ ہیں:

واحد تثنیہ جمع،رفع نصب جر،تذکیروتانیث،تعریف وتنکیر

اب ان دس میں سے ایک مثال میں موصوف اورصفت دونوں میں سے چار کاپایاجانا ضروری ہے جیسے

جَاءَ نِی رَجُلٌ عَالِمٌ، جَاءَنِیْ رَجُلَانِ عَالِمَانِ، جَاءَنِیْ رِجَالٌ عَالِمُوْنَ، جَاءَ تْنِیْ اِمْرَأَۃٌ عَالِمَۃٌ، جَاءَ تْنِیْ اِمْرَأَتَانِ عَالِمَتَانِ، جَاءَ تْنِیْ نِسْوَۃٌ عَالِمَاتٌ

انہی پر حالت نصبی وجری کو قیاس کیا جائے گا۔ صفت کی دوسری قسم نعت بحال متعلقہ اپنے متبوع کے ساتھ پانچ چیزوں میں موافق ہوتی ہیں، لیکن بیک وقت ان پانچ چیزوں میں سے دو کا پایا جانا ضروری ہے۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں: رفع، نصب، جر، تذکیر و تانیث۔

صفت بحال متعلقہ کی مثال:

مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا کہ موصوف اَلْقَرْيَةِ مجرور اور معرفہ ہے تو صفت اَلظَّالِم بھی مجرور اور معرفہ ہے۔

((وفائدة النَعت تخصيصُ المنعُوتِ اِن کانانکرتَین نحوجاء نی رجلٌ عالمٌ وتوضیحه ان کانامعرفتين نحوجاء نی زید الفاضل وقد یکون لمجرد الثناءِ والمدح نحو بسم اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وقد یکون لِلذَّمِّ نحواَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وقد یکونُ للتاکید نحو نَفْخَةٌ واحدةٌ۔))

ترجمہ:

''اور نعت کا فائدہ منعوت کی تخصیص ہے اگر وہ دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ اور اس کی توضیح ہے اگر وہ دونوں معرفہ ہوں جیسے جاء نی زید الفاضل اور کبھی یہ ہوتا ہے صرف تعریف و ستائش کے لیے جیسے بسم اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور کبھی یہ ہوتا ہے مذمت کے لیے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور کبھی یہ ہوتا ہے تاکید کے لیے جیسے نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ.''

تشریح:

صفت، موصوف میں یا تو تخصیص کا فائدہ دیتی ہے یعنی قلتِ شرکاء کا جیسے: جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ یا موصوف کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے جبکہ موصوف میں ابہام اور اجمال ہو جیسے جَاءَنِیْ زَيْدٌ اَلْفَاضِلُ کبھی صفت محض تعریف کے لیے آتی ہے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہاں لفظ الله موصوف ہے لیکن نہ تو اس میں عموم ہے اور نہ ابہام، اس کے باوجود صفت لائی گئی ہے جو محض تعریف کا فائدہ دے رہی ہے۔

اسی طرح صفت محض مذمّت کے لیے بھی لائی جاتی ہے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بعض اوقات صفت محض تاکید کے لیے لائی جاتی ہے جیسے: نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ اب وَاحِدَةٌ کا معنیٰ نفس صیغہ سے ہی حاصل ہو رہا تھا اس کے باوجود وَاحِدَةٌ صفت تاکید کے لیے لائی گئی۔

((واعلم اَنَّ النكرة تُوصَفُ بالجملةِ الخبرية نحومررت برجُلٍ أبوه عالِمٌ أوقامَ أبوه والمضمرُ لايوصَف ولايوصَف به))

ترجمہ:

''اورجان لے کہ بیشک نکرہ وصف لایاجاتا ہے جملہ خبریہ کے ساتھ جیسے مررتُ برجُلٍ ابوه عالِمٌ اوقامَ ابوه اورمضمر نہ موصوف ہوتا ہے اورنہ صفت بنتا ہے۔''

تشریح:

مصنف یہاں سے بتلا رہے ہیں کہ نکرہ کی صفت جملہ خبریہ کے ساتھ لائی جاتی ہے۔

سوال: جملہ خبریہ نکرہ کی صفت کیوں ہے؟ معرفہ کی صفت کیوں نہیں بنتا؟

جواب: جملہ مِن حیث الجملہ نہ نکرہ ہوتا ہے نہ معرفہ لیکن جب وہ علامتِ تعریف سے خالی ہوتا ہے تو نکرہ کے قریب تر ہوجاتا ہے اس لیے جملہ خبریہ نکرہ کی صفت بنتا ہے۔لیکن یہ بات یادرہے کہ جب جملہ صفت بن رہا ہوتو اس میں عائد کاوجودضروری ہے تاکہ موصوف اورصفت میں ربط قائم رہے جیسے:

جَاءَنِیْ رَجُلٌ اَبُوْهُ عَالِمٌ، جَاءَنِیْ رَجُلٌ قَامَ اَبُوْهُ

والمضر لا یوصف ولا یوصف به:

تشریح:

یعنی ضمیر نہ تو موصوف بنتی ہے اور نہ صفت اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرضمیر موصوف ہے تو ضمیر میں دوضمیریں متکلم اورمخاطب کی ہیں اور یہ دونوں اعرف المعارف ہیں اوران میں کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت نہیں کہ صفت لاکران کی وضاحت کی جائے، لہٰذا ان کی صفت نہیں لائی جاتی اورضمیر غائب کوضمیر مخاطب اورمتکلم پر قیاس کردیا (طردللباب) تو جیسے متکلم اورمخاطب کی صفت نہیں لائی اسی طرح غائب کی بھی صفت نہیں لائیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ضمیر صفت نہیں بنتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ صفت وہ تابع ہوتا ہے جومتبوع میں پائے جانے والے معنیٰ پر دلالت کرے توضمیر معنی پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ذات پر دلالت کرتی ہے۔



فصل

عطف بحرف کا بیان

((فصلٌ العطف بالحروف تابعٌ يُنسبُ اليه مانسب الى مبتوعه وكلاهمامقصود ان بتلك النسبة ويسمّى عطف النَسقِ وشرطُهٗ ان يكونَ بينَه وبين متبُوعهٖ احد حُرُوف العطف وسياتى ذكرهافى القسم الثالِث اِنْ شَآء اللّٰہُ تَعالیٰ نحوقام زيدٌوعمرٌو۔))

ترجمہ:

''عطف بحرف وہ تابع ہے جس کی طرف نسبت کی جائے اس چیز کی جس کی اس کے متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہواور اس نسبت سے یہ دونوں ہی مقصود ہوتے ہیں اور نام رکھا جاتا ہے عطفِ نسق اور اس کی شرط یہ کہ ہو اس کے درمیان اور اس کے متبوع کے درمیان حروفِ عطف میں سے کوئی ایک حرف اور عنقریب اس کا ذکر آئے گا تیسری قسم میں ان شاء اللہ تعالیٰ جیسے قام زیدٌوعمرٌو۔''

تشریح:

توابع میں دوسرا تابع عطف با الحرف ہے۔ یہ وہ تابع ہے جس کی طرف ایسی شے کی نسبت کی جائے جس کی نسبت متبوع کی طرف کی گئی ہو اور وہ دونوں مقصود بالنّسبت ہوں، اسے عطف نسق کہتے ہیں۔ اس کی شرط یہ ہے کہ تابع اور متبوع کے درمیان حروفِ عاطفہ میں سے کوئی حرف پایا جائے حروف عاطفہ مندرجہ ذیل ہیں: واؤ، فَا، حَتّی، ثُمَّ، اَوْ، اَمْ، لَا، بَلْ، لٰکِنْ، جیسے قَامَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو،رَأَیْتُ زَیْداًوَعَمْراً

پھران دونوں میں واؤ مطلق جمع کے لیے آتا ہے، اگرچہ دونوں میں اتصال، تعاقب یا تراخی ہو، فاء تعاقب کے لیے آتا ہے یعنی یکے بعد دیگرے پائے جائیں اور ثُمَّ تراخی کے لیے آتا ہے یعنی دونوں میں کچھ فاصلہ ہو۔

((واذاعُطِف على الضميرالمرفوع المتصل يجب تاكيدہ بالضميرالمنفصل نحوضربتُ انا وزيدٌالااذافصِّل نحوضربت اليومَ وزيدٌواذاعطف على الضمير المجروريجب اعادة حرف الجر نحو مررتُ بك وبزيد۔))

ترجمہ:

''اور جب عطف کیا جائے ضمیر مرفوع متصل پر تو اس کی تاکید لانا ضمیر منفصل کے ساتھ واجب ہے

جیسے ضربتُ أنا وزیدٌ مگر جب فاصلہ لایا جائے جیسے ضَرَبْتُ الْیَوْمَ وَزَیْدٌ اور جب عطف کیا جائے ضمیر مجرور پر تو حرفِ جر کا اعادہ واجب ہے جیسے مررتُ بِکَ وَبِزَیْدٍ.''

تشریح:

یہاں سے مصنف بتلا رہے ہیں کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر اسم ظاہر کا عطف کرنا چاہیں تو اس ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا واجب ہے جیسے ضَرَبْتُ اَنَا وَزَیْدٌ یہ تاکید اس لیے لائی جاتی ہے کہ اگر یہ ضمیر نہ ہوتی تو زید کا عطف ''تُ'' ضمیر پر ہوتا تو کلمہ مستقلّہ کا عطف جُزِ کلمہ پر لازم آتا تھا تو یہ صحیح نہ تھا، لہٰذا پہلے ضمیر منفصل کا فاصلہ لایا گیا پھر عطف کیا گیا، ہاں! ایک صورت میں بغیر تاکید ضمیر کے بھی عطف جائز ہے اور یہ اس وقت ہے جب ضمیر مرفوع متصل اور اسم ظاہر کے درمیان فاصلہ آجائے تو اس وقت یہ کلمہ فاصل قائم مقام ضمیر مرفوع منفصل ہو جائے گا اور بغیر اعادۂ ضمیر کے عطف جائز ہو جائے گا جیسے ضَرَبْتُ الْیَوْمَ وَزَیْدًا

اور جب ضمیر مجرور پر کسی اسم ظاہر کا عطف کیا جائے تو معطوف میں اعادہ واجب ہے جیسے مَرَرْتُ بِهٖ وَبِزَیْدٍ، غُلَامُ زَیْدٍ وَغُلَامُ عَمْرٍو اور یہ اعادۂ جار اس لیے ضروری ہے کہ مجرور اپنے جار کے ساتھ ممیّز لہٗ جُزِ کلمہ کے تھا اب اگر اس پر بغیر اعادہ جار کے عطف کیا جائے تو کلمہ مستقلّہ کا عطف جُزِ کلمہ پر لازم آئے گا تو یہ ناجائز ہے لہٰذا مجرور میں اعادۂ جار کریں گے تاکہ جار مجرور کا عطف جار مجرور پر ہو۔

((واعلم أنّ المعطوف فی حکم المعطوف علیه أعنی اذاکان الأولُ صفةً لشیٍٔ أوخبراً الامرِ أوصلةًاوحالاًفالثانی کذلِك أیضاً والضابطةُ فیه اِنّهٗ حیثُ یجوزاَن یُقامَ المعطوفُ مقامَ المعطوف علیه جازالعطفُ وحیث لافلا ۔))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ معطوف حکم میں معطوف علیہ کے ہوتا ہے، میری مراد جب پہلا صفت ہو کسی چیز کی یا خبر ہو کسی امر کی یا صلہ ہو یا حال ہو تو دوسرا بھی اسی طرح ہوگا اور قاعدہ اس میں یہ ہے کہ جس جگہ جائز ہوگا کہ معطوف کو معطوف علیہ کے قائم مقام کر دیا جائے تو وہاں عطف جائز ہوگا اور جہاں یہ نہیں ہوگا وہاں عطف بھی نہیں ہوگا۔''

تشریح:

یعنی معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے لفظاً ومعناً، اگر معطوف علیہ فاعل ہے تو معطوف بھی فاعل ہوگا جیسے جَاءَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو اور اگر معطوف علیہ نائب فاعل ہے تو معطوف بھی نائب فاعل ہوگا جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو اور اگر معطوف علیہ خبر ہے تو معطوف بھی خبر ہوگا جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ وَشَاعِرٌ اسی طرح اگر



معطوف علیہ صفت ہے تو معطوف بھی صفت ہوگا جیسے زَیْدٌ الطَّوِیْلُ وَالشَّاعِرُ اسی پر حال اور بدل وغیرہ کو قیاس کریں۔ یہ معنوی اعتبار سے تھا، اور لفظی اعتبار سے بھی معطوف کا وہی اعراب ہوگا جو معطوف علیہ کا ہوگا جیسے جَاءَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو، رَأَیْتُ زَیْداً وَعَمْرواً، مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَعَمْرٍو

وَالضَابِطَة فِیْه:

یہاں سے عطف کا ایک قاعدہ بیان فرمارہے ہیں، وہ قاعدہ یہ ہے کہ عطف ہر اس جگہ میں جائز ہے جہاں معطوف علیہ کی جگہ معطوف کو رکھا جاسکے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر عطف جائز نہیں ہوگا۔ جائز کی مثال :جَاءَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو اور ناجائز کی مثال:مَازَیْدٌ وَعَامِرٌ وَلَا ذَاھِبٌ عَمْرٌو، مَازَیْدٌ قَائِمٌ ومَا زَیْدٌ عَمْرٌو کہ یہاں ذَاھِبٌ خبر ہے مبتدا مؤخر کی جو کہ عَمْرٌو ہے اب ذَاھِبٌ کو قَائِمٌ پر عطف نہیں کر سکتے کیونکہ قَائِمٌ یا تو منصوب ہے بنا بر خبر مَا کے یا مجرور ہے بنا بر حرف جار کے، اور عَمْرٌو مرفوع بنا بر مبتدا کے، ذَاھِبٌ مرفوع ہے بنا بر خبر کے۔ اب اگر ہم ذَاھِبٌ کو قَائِمٌ پر عطف کرتے ہیں تو یا وہ منصوب ہو جانا چاہیے یا مجرور ہو جانا چاہیے بنا بر مَا کے یا حرف جَر کے، جبکہ وہ مرفوع ہے بنا بر خبر کے۔ لہٰذا اس کا عطف قَائِمٌ پر کسی حالت میں جائز نہیں ہوسکتا۔

((والعطفُ علی معمولَیْ عاملین مختلفَین جائزٌاِن کان المعطوف عَلیه مجرور اَمقدوماًوالمعطوف کذٰلك نحوفی الدارزیدٌوالحجرةِ عمروٌوفی ھٰذه المسئلَةِ مذھبان اٰخرَانِ وھُمااِن یجوزمطلقاعندالفرّاء ولایجوزمُطلقاًعند سِیبویه۔))

ترجمہ:

’’اور عطف دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر جائز ہے، اگر معطوف علیہ مجرور مقدم ہو اور معطوف بھی اسی طرح ہو جیسے فی الدارزیدٌ والحُجرةِ عمروٌ اور اس مسئلہ میں دو مذہب اور بھی ہیں اور وہ یہ ہے کہ فرّاء کے ہاں مطلقاً جائز ہے اور دِیہ کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں ہے۔‘‘

تشریح:

یہاں سے ماتن ایک اور اصولی اختلاف بیان فرمارہے ہیں، وہ مسئلہ یہ ہے کہ دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر دو اسموں کا عطف ایک حرفِ عطف کے ساتھ کیا جائے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

اس میں تین مذاہب ہیں:

پہلا مذہب:

جمہور کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ اس وقت جائز ہے جب پہلے معطوف علیہ میں پہلا معمول مجرور ہو، لیکن اگر



پہلا مجرور نہیں تو پھر یہ عطف جائز نہیں۔اسکی وجہ یہ ہے کہ اصل میں عطف نہ تھا مگر سماع عرب کی وجہ سے جائز ہوگیا، جس طرح ان سے سنا گیا ہے تو اسی پر جواز کا حکم لگایا جائے گا اور جہاں نہیں سنا گیا وہاں حکم بھی نہیں لگایا جائے گا جیسے فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو

دوسرا مذہب:

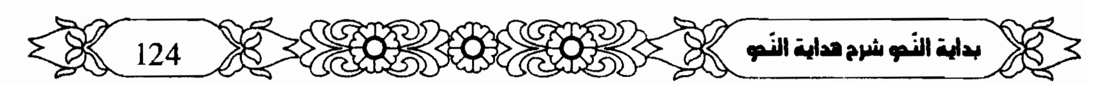
فراء کا ہے،وہ مطلق جواز کے قائل ہیں، مطلق کے معنی یہ ہیں کہ معمول اوّل مجرور مقدم ہو یا مؤخر ہو، ہرصورت میں عطف جائز ہوگا،وہ کہتے ہیں کہ جب فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو کی ترکیب جائز ہے تو مؤخر کو بھی مقدم پر قیاس کرتے ہوئے جواز کا حکم لگائیں گے۔

تیسرا مذہب:

بایہ کا ہے،وہ مطلق عدمِ جواز کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو والی ترکیب میں بھی تعدیل ہے اور تقدیر عبارت فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَفِي الْحُجْرَةِ عَمْرٌو میں عطف جملہ علی الجملہ ہے،جب تقدیم کی صورت میں ہی معمولین کا وہ عطف عاملین مختلفین پر کرنا جائز نہیں سمجھتے تو تاخیر کی صورت میں بطریق اولی ناجائز ہوگا۔

جمہور کے نزدیک تقدیم کی صورت میں جائز ہے کیونکہ مسموع من العرب ہے تو تاخیر والی صورت کو تقدیم والی صورت پر قیاس نہیں کیا جائے گا، کیونکہ مسئلہ سماعی ہوتو ہمیشہ موقوف علی السماع رہتا ہے اور اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔





فصل

تاکید کا بیان

((فصلٌ التاکیدتابع یَدُلُّ علی تقریرالمتبوع فی مانسِبَ أوعلیٰ شمول الحکمِ لکل فردٍمن افرادلمتبوع والتاکیدُ عَلیٰ قِسمین لفظی وھوتکری اللفظِ الأول نحوجا ء نی زیدٌ زیدٌوجاء جاء زیدٌومعنوی وھو بالفاظ معدودة وھی النفسُ والعینُ للواحدوالمثنی والمجموع باختلاف الصیغةِ والضمیرنحوجاء نی زیدٌ نفسُهٗ والزید ان انفسھما أونفساھما والزیدونَ انفُسُھم وکذٰلك عینُهٗ وأعینھما أوعَینَا ھمُا وأعیُنُھم جاء تنی ھندٌ نفسُھَاوجاء تنی الھندان أنفسھما أونفسا ھُما وجاءتنی الھندات أنفسھنَّ وکلاوکلتاللمثنی خاصة نحوقام الرجلان کلاھماوقامتِ المرأتانِ کلتاھما))

ترجمہ:

''تاکیدوہ تابع ہے جودلالت کرتا ہے متبوع کی تقریر پر اس چیز میں جس کی نسبت کی گئی اس کی طرف یا حکم کے شامل ہونے پر، ہرفرد کے لیے متبوع کے افراد میں سے، اورتاکید دوقسموں پر ہے: لفظی، اور وہ پہلے لفظ کومکرر لانا ہے جیسے جا ء نی زیدٌ زیدٌو جاء جاء زیدٌاور معنوی وہ گنے چُنے الفاظ کے ساتھ آتی ہے اور وہ نَفسٌ وعَینٌ ہیں واحد، تثنیہ اور جمع کے لیے صیغہ اور ضمیر کے اختلاف کے ساتھ جیسے جاء نی زیدٌ نفسُهٗ، الزیدانِ أنفسھما اونفساھما، الزیدونَ انفُسُھم اوراسی طرح عینُهٗ، أعینھما أوعَینَاھمُا، اعیُنُھم اور جاءتنی ھندٌ نفسُھَا، جاءتنی الھندان أنفسھما أونفساھُما، جاءتنی الھندات أنفسھنَّ اور کِلا اور کِلْتا تثنیہ کے لیے خاص ہیں جیسے قام الرجلان کلاھما،قامتِ المرأتانِ کلتاھما.''

تشریح:

تعریف:

تاکیدوہ تابع ہے جواس شے کی پختگی پر دلالت کرتا ہے جس کی نسبت متبوع کی طرف کی گئی ہو یا وہ متبوع

کے تمام افراد کو حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

پہلے کی مثال: جَاءَ زَيْدٌ زَيْدٌ، دوسرے کی مثال: سَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ اِلَّا اِبْلِيْسَ

اقسام:

تاکید کی دو قسمیں ہیں:

① تاکید لفظی ② تاکید معنوی

تاکید لفظی:

وہ ہے جس میں ایک لفظ کو دو بار لایا جائے جیسے جَاءَ زَيْدٌ زَيْدٌ اور جَاءَ جَاءَ زَيْدٌ

تاکید معنوی:

یہ چند گنے چنے الفاظ کے ساتھ آتی ہے، وہ الفاظ یہ ہیں:

نَفْسٌ، عَيْنٌ، كُلٌّ، كِلَا، كِلْتَا، اَجْمَعُ، اَكْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ

پھر ان میں لفظ نَفْسٌ اور عَيْنٌ کے ساتھ واحد، تثنیہ، جمع تینوں کی تاکید لائی جاتی ہے اختلافِ صیغہ اور اختلافِ ضمیر کے ساتھ، یعنی مؤکّد کے اعتبار کے ساتھ صیغہ بھی بدلتا رہتا ہے اور ضمیر بھی، جیسے:

جَاءَنِيْ زَيْدٌ نَفْسُهُ، جَاءَ نِي الزَّيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا، جَاءَ نِي الزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ، جَاءَنِيْ زَيْدٌ عَيْنُهُ، جَاءَ نِي الزَّيْدَانِ اَعْيُنُهُمَا، جَاءَ نِي الزَّيْدُوْنَ اَعْيُنُهُمْ.

یہ تو مذکر کے لیے ہے، اگر مؤکّد مؤنث ہو تو پھر کہا جائے گا:

جَاءَتْنِيْ هِنْدٌ نَفْسُهَا، جَاءَ تْنِي الْهِنْدَانِ اَنْفُسُهُمَا، جَاءَ تْنِي الْهِنْدَاتُ اَنْفُسُهُنَّ.

اور لفظ كِلَا و كِلْتَا تثنیہ کی تاکید کے لیے آتے ہیں، كِلَا تثنیہ مذکر کے لیے اور كِلْتَا تثنیہ مؤنث کے لیے، جیسے:

جَاءَ نِي الزَّيْدَانِ كِلَاهُمَا اور جَاءَ نِي الْمَرْءَ تَانِ كِلْتَاهُمَا

((وكلٌّ وأجمَعُ وأكتَعُ وأبتَعُ وأبصَعُ لغيرالمثنّى باختلافِ الضميرفي كُلٍ والصيغةِ في البواقي تقول جاء ني القوم كلهم أجمعون أكتعُون أبتعُونَ أبصَعُون وقامتِ النساء كلهنّ جُمَعُ كُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ۔))

ترجمہ:

"اور كُلٌّ، أجمَعُ، أَكتَعُ، أَبتَعُ، أَبصَعُ غیر مثنّٰی کے لیے آتے ہیں ضمیر میں اختلاف کے ساتھ كُلٌّ

میں اور صیغہ کے اختلاف کے ساتھ باقیوں میں جیسے تُو کہے جَاءَنِیْ الْقَوْمُ کُلُّھُمْ أَجْمَعُوْنَ أَکْتَعُوْنَ أَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ اور قَامَتِ النِّسَاءُ کُلُّھُنَّ جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ."

تشریح:

لفظ اَجْمَعُ، اَکْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ یہ واحد اور جمع کی تاکید کے لیے آتے ہیں۔ کُلٌّ میں ضمیر بدلتی رہتی ہے اور اَجْمَعُ وغیرہ میں لفظ بدلتے رہتے ہیں۔ مثال کُلٌّ کی: قَرَأْتُ الْکِتٰبَ کُلَّہٗ، ضَرَبْتُ الاَوْلَادَ کُلَّھُم

((واذاأردتَّ تاکید الضمیر المرفُوعِ المتصل بالنفسِ والعین یجبُ تاکیدہٗ بالضمیر المنفصل نحوضربت أنت نفسك ولایؤَکّد بکُلٍّ وأجمعَ الاماۃُ أجزاءٌ وابعاض یصح افتراقُھاحِسّاً کالقومِ أو حکماً کماتقولُ اشتریتُ العبدَکلّہٗ ولاتقولُ أکرمتُ العبد کُلّہٗ۔))

ترجمہ:

"اور جب تُو ارادہ کرے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا نفسٌ اور عَیْنٌ کے ساتھ تو اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا واجب ہے جیسے ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُكَ اور نہیں تاکید لائی جائے گی کُلٌّ اور اَجْمَعُ کے ذریعے، مگر اس چیز کی جس کے لیے اجزاء ہوں اور ایسے حصے ہوں جن کا جدا ہونا حسی طور پر صحیح ہو جیسے قَوْمٌ یا حکماً جیسے تُو کہے اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّہٗ اور تُو نہیں کہہ سکتا اَکْرَمْتُ الْعَبْدَ کُلَّہٗ."

تشریح:

جب ضمیر مرفوع متصل کی نَفْسٌ اور عَیْنٌ کے ساتھ تاکید لانا مقصود ہو تو واجب ہے کہ اس ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائی جائے، جیسے: ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُكَ اور یہ اس لیے ضروری ہے کہ نَفْسٌ عَیْنٌ عموماً ترکیب میں فاعل واقع ہوتے ہیں جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ نَفْسُہٗ، اگر تاکید بامنفصل نہ ہوگی تو پتہ نہیں چلے گا کہ کیا یہ نَفْسُكَ فاعل ہے یا ضمیر فاعل کی تاکید ہے۔

لفظ کُلٌّ اور اَجْمَعُ کے ساتھ اس شے کی تاکید لائی جاتی ہے جس کے اجزاء ہوں، برابر ہے کہ وہ اجزاء حسی ہوں یا حکمی۔

مثال اجزاءِ حسی کی: جَاءَ الْقَوْمُ کُلُّہٗ

مثال اجزاء حکمی کی: اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّہٗ

((واعلم اَنَّ أكتَعَ وأبتَعَ وأبصَع أتباعٌ لأَجْمَعَ وليس لهامعنى هٰهنا بدونهٖ فلا يجوز تقديمها على أجمعَ ولا ذكر هُما بدونه ۔))

''اورجان لے کہ اَکتَعُ، اَبتَعُ، اَبصَعُ تابع ہوتے ہیں اَجْمُعُ کے اوران کے لیے یہاں کوئی معنی نہیں ہوتا اس کے علاوہ، پس نہیں ہے جائز ان کی تقدیم اَجْمُعُ پر اورنہ ہی ان کا ذکر کرنا اس کے سوا۔''

تشریح:

اَکْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَع ہمیشہ اَجْمَعُ کے تابع ہوکر آتے ہیں، یہ نہ تو اَجْمَعُ کے بغیر آتے ہیں اور نہ ہی اَجْمَعُ پر مقدم ہوتے ہیں۔

پھر اَجْمَعُ، اَکْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ یہ سب مفرد مرکب کی تاکید کے لیے آتے ہیں اور جمع کے لیے اَجْمَعُوْنَ، اَکْتَعُوْنَ، اَبْتَعُوْنَ، اَبْصَعُوْنَ کے الفاظ آتے ہیں اور واحد مؤنث کے لیے جُمْعَاءُ، کُتْعَاءُ، بُتْعَاءُ، بُصْعَاءُ ہوں گے اور جمع مؤنث کے لیے جُمَعُ، کُتَعُ، بُتَعُ، بُصَعُ پڑھیں گے۔

فصل

بدل کا بیان

((فصل البدلُ تابعٌ يُنسَبُ اليه مانُسِب الیٰ متبوعِهٖ وهو المقصود بالنسبة دون متبوعهٖ وقسام البدلِ أربعةٌ بد ل الكلِّ من الكُلِّ وهو مامدلولُهٗ مدلولٌ لمتبوع نحوجاء نی زیدٌ اخوكَ وبدل البَعْضِ من الكُلّ وهوَ مامدلولُهٗ جزءُ مدلول المتبُوعِ نحوضربتُ زيداًراسَهٗ وبدل الاشتِمالِ وهو مامدلوله متعلّقُ المتبوعِ كسُلِبَ زيدٌ ثوبهٗ وبد الغلط وهو مايُذكرُ بُعدَ الغلطِ نحوجاء نی زیدٌ جعفرورأیتُ رجلًا حماراً والبدلُ ان كان نكرةمن معرفة يجبُ نعتُهٗ كقولِهٖ تعالیٰ بالناصيَةِ ناصِيَةٍ كاذِبَةٍ ولا يجب ذٰلِكَ فی عکسهٖ ولافی المتجانسين۔))

ترجمہ:

''بدل وہ تابع ہے کہ اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے اس چیز کی جس کی نسبت کی گئی ہو اس کے متبوع کی طرف اور وہی مقصود بالنسبۃ ہوتا ہے اپنے متبوع کے علاوہ، اور بدل کی چار قسمیں ہیں: بدل الکل من الکل اور یہ وہ ہے کہ جس کا مدلول متبوع کا مدلول ہوتا ہے جیسے جاء نی زیدٌ أخُوكَ اور بدلِ بعض وہ ہے کہ جس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جزو ہو جیسے ضَرَبْتُ زَيْداً رَاسَهٗ اور بدلِ اشتمال وہ ہے کہ جس کا مدلول متبوع کا متعلق ہو جیسے سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ اور بدلِ غلط وہ ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا جائے جیسے جَاءَنِیْ زَيْدٌ جَعْفَرٌو رَأَيْتُ رَجُلًا حِمَارًا اور بدل اگر نکرہ ہو معرفہ سے تو اس کی نعت واجب ہے جیسے قولہ تعالیٰ: بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ اور یہ واجب نہیں ہے اس کے عکس میں اور نہ ہی متجانسین میں۔''

تشریح:

تعریف:

بدل وہ تابع ہے کہ اس کی طرف ایسی شے کی نسبت کی جاتی ہے جس کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہو اور وہی (یعنی بدل) مقصود بالنسبۃ ہوتا ہے۔

يُنسَبُ اِلَيْهِ مَانُسِبَ اِلىٰ مَتْبُوْعِهٖ کی قید سے صفت، تاکید اور عطفِ بیان نکل گئے، کیونکہ ان میں نسبت فقط متبوع کی طرف ہوتی ہے اور وَهُوَ مَقْصُوْدٌ بِا النِّسْبَةِ کی قید سے عطفِ نسق نکل گیا، کیونکہ اس میں متبوع اور تابع دونوں مقصود بالنسبۃ ہوتے ہیں۔

اقسام:

بدل کی چار قسمیں ہیں:

① بدلِ کُل ② بدلِ بعض ③ بدلِ اشتمال ④ بدلِ غلط

وجہ حصر:

وجہ حصر یہ ہے کہ بدل دو حال سے خالی نہیں: یا تو اس کا مصداق بعینہ مبدل منہ کا مصداق ہوگا یا بعینہ مبدل منہ کا مصداق نہیں ہوگا، اگر اوّل ہوتو اسے بدل کل کہتے ہیں جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ اَخُوْكَ اور اگر ثانی ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں: یا تو وہ مبدل منہ کا جزو ہوگا یا نہیں، اگر جزو ہے تو اسے بدلِ بعض کہیں گے جیسے ضُرِبَ زَيْدٌ رَأْسُه اور اگر جزو نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں: یا تو بدل کا مبدل منہ کے ساتھ تعلق ہے یا نہیں، اگر ہے تو بدلِ اشتمال جیسے سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ اور اگر نہیں تو بدلِ غلط جیسے جَاءَ زَيْدٌ حِمَارٌ.

والبدلُ انْ كانَ نكرةً من معرفةٍ يجبُ نعته:

بدل کی کل چار حالتیں ہیں:

① یا تو دونوں معرفہ ہوں ② یا دونوں نکرہ ہوں

③ مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ ہو ④ مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو

ان میں سے آخری حالت میں جب مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہوتو بدل کی صفت لانا ضروری ہے جیسے بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام میں مقصود بالنسبۃ بدل ہوتا ہے، اب اگر مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہوتو مقصود بالنسبۃ کا غیر مقصود سے ضعیف ہونا لازم آئے گا۔ لہٰذا اسے قوت دینے کے لیے صفت لانا واجب ہے، بخلاف سابقہ تین صورتوں کے، کیونکہ پہلی دوصورتوں میں دونوں ہم مرتبہ ہیں اور تیسری صورت میں مبدل منہ ضعیف اور بدل قوی ہے، لہٰذا وہاں صفت لانے کی ضرورت نہیں پڑی۔

❀.....❀.....❀

فصل

عطفِ بیان کا بیان

((فصل عطفُ البیانِ تابعٌ غیرصفةٍ یُوضِحُ متبوعَهٗ وهو أشهر اسْمَیْ شیٔ نحوقامَ أبوحفص عُمَروقام عَبْدُ اللّٰهِ بن عُمَرَ‏ؓ ولایلتبِس بالبدل لفظاًفی مثلِ قولِ الشاعر شعر انابْن التَارِكِ البِکْرِیّ بِشْرٍ۔ عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرْقَبُهٗ وُقُوْعاً۔))

ترجمہ:

”عطفِ بیان وہ تابع ہے جوصیغہ صفت نہ ہوواضح کرے اپنے متبوع کواور وہ کسی چیز کے دوناموں میں سے ایک مشہور نام ہوجیسے قامَ أبوحفص عُمَر اور قام عَبْدُ اللّٰهِ بن عُمَرَ‏ؓ اور نہ التباس ہو بدل کے ساتھ لفظاً قولِ شاعر کی مثل میں، شعر:

أنابْن التَارِكِ البِکْرِیّ بِشْرٍ عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرْقَبُهٗ وُقُوْعا

”میں بیٹا ہوں تارک بکری کا جو بشر کے نام سے مشہور ہے، اس پر پرندے انتظار کررہے ہیں واقع ہونے کا۔“

تشریح:

توابع میں پانچواں تابع عطفِ بیان ہے، یہ وہ تابع ہے جو بغیر صفت بنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے اور یہ کسی چیز کے دومشہور ناموں میں سے ایک ہوتا ہے یعنی غیر مشہور نام کے بعد مشہور نام کوذکر کرنا عطفِ بیان کہلاتا ہے جیسے قَالَ اَبُوْحَفْصٍ عَمَرُ اور قَالَ عَبْدُالرَّحْمَانِ اَبُوْهُرَیْرَةَ

عطف کا التباس بدل کے ساتھ نہ لفظاً ہے اور نہ معناً، اس کا عدمِ التباس بدل کے ساتھ چونکہ بالکل ظاہر تھا اس لیے بدل ومبدل منہ میں مقصود بالنسبۃ بدل ہوتا ہے اور مبدل منہ محض تمہید کے لیے آتا ہے جیسے جَاءَ زَیْدٌ اَخُوْكَ جبکہ عطف بیان میں متبوع غیر مقصود نہیں ہوتا وہ خود مقصود ہوتا ہے اور عطف بیان اس کی وضاحت کے لیے آتا ہے۔ یہ فرق معنوی اعتبار سے تھا، چونکہ یہ فرق بالکل واضح تھا اس لیے مصنف نے اس کو بیان کرنا ضروری نہ سمجھا، البتہ عطف بیان اور بدل میں معنوی اعتبار سے قدرے اخفا تھا تو اس کو صراحتاً بیان کرتے ہوئے مصنف فرمارہے ہیں کہ اس میں یعنی عطف بیان اور بدل میں التباس لفظی نہیں ہے۔ جیسا کہ قولِ شاعر:

أنا ابن التارك البكرى بشر علیه الطیرُ ترقبهٗ وقوعاً

اس ترکیب سے مراد ہروہ ترکیب ہے کہ جس میں عطف بیان کا متبوع معرف باللّام ہو جوصفت معرّف

باللام کا مضاف الیہ ہو، اس وقت اس میں کوئی قباحت نہیں، لیکن جب ہم بشر کو البکری سے بدل بنائیں گے تو قباحت لازم آئے گی، اس لیے کہ بدل حکم میں تکرارِ عامل کے ہوتا ہے۔ پس تقدیر عبارت یوں ہوگی اَلتَّارِكُ بِشْرٍ مثل اَلضَّارِبُ زَیْدٍ کے ہے اور اَلضَّارِبُ زَیْدٌ پڑھنا ناجائز ہے، اس لیے کہ اس وقت اضافت سے تخفیف حاصل نہیں ہوتی، جبکہ ظاہر ہے کہ یہ تنوین اَلضَّارِبُ سے الف لام کی وجہ سے گری ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے، ورنہ فلكِ اضافت (یعنی اضافت نہ ہونے) کے وقت یہ تنوین عود کر جاتی ہے حالانکہ یہ عود نہیں کرتی، معلوم ہوا کہ تنوین اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے گری ہے۔ بخلاف عطف بیان کے، کیونکہ اس میں چونکہ عامل مکرر نہیں ہوتا، پس تقدیر عبارت اَلتَّارِكُ بِشْر نہ ہوگی بلکہ صرف التارك البكری ہوگی اور یہی جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ اَلضَّارِبُ الرَّجُلُ کی طرح ہے اور اَلضَّارِبُ الرَّجُلُ جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اَلضَّارِبُ الرَّجُلُ مثل اَلْحَسَنُ الْوَجْه کے ہے اور اَلْحَسَنُ الْوَجْه میں چونکہ اضافت جائز تھی، لہٰذا اَلضَّارِبُ الرَّجُلُ میں بھی اضافت جائز ہوگی، اس لیے کہ یہ دونوں ان دو باتوں میں شریک ہیں:

① دونوں میں مضاف صیغہ صفت کا معرف باللام ہے۔

② دونوں میں مضاف الیہ اسم جنس معرف باللام ہے۔

تو اضافت جب اَلْحَسَنُ الْوَجْه میں صحیح ہوئی اور اسی طرح اَلضَّارِبُ الرَّجُل میں صحیح ہوئی تو التارك البكری میں بھی صحیح ہوگی، بخلاف اَلضَّارِبُ زَیْدٍ کے کہ اس میں اَلضَّارِبُ الرَّجُلُ کی طرح نہیں ہے، جب اَلضَّارِبُ زَیْدٍ اضافت میں صحیح نہیں تو اَلتَّارِكُ بِشْرٍ میں بھی صحیح نہ ہوگی۔

الباب الثانی:

اسم مبنی کی بحث

((البَاب الثّانی فی الاسم المبَنیِّ وهُو اسمٌ وقع غیر مرکب مَعَ غیره مثل ا ب ت ث ومثل واحد واثنان وثلثة وکلفظةِ زید وحدهٗ فانّه مَبنیٌّ بالفِعل علی السُّکون معربٌ بالقُوّةِ۔))

ترجمہ:

''دوسرا باب اسم مبنی کے بیان میں اور یہ وہ اسم ہے جو واقع ہوتا ہے اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہونے کے مثلاً ا،ب،ت،ث اور مثلاً واحد،اثنان،ثلٰثة اور جیسے اکیلا لفظ زَیْدٌ پس بیشک یہ مبنی ہیں بالفعل سکون پر اور معرب ہیں بالقوّ ة۔''

تشریح:

تعلیل:

دوسرا باب اسم مبنی میں ہے، جبکہ پہلا باب اسم معرب میں تھا۔ مَبْنِیٌّ اصل میں مَبْنُوِیٌ تھا، واؤ اور یاء جمع ہوئے، پہلا ان میں ساکن تھا لہٰذا واؤ کو یاء سا سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا اور ضمہ ماقبل کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدل دیا تو مَبْنِیٌّ ہو گیا۔

تعریف:

ماتن نے مبنی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے وَهُوَ اسمٌ وقع غَیر مرکّب مَع غَیرِه گویا کہ ماتن نے مبنی کی تعریف میں صرف ترکیب کی شرط لگائی ہے،یعنی مبنی وہ ہے جو کسی غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے ا،ب،ت،ث وغیرہ اور جیسے وَاحِدٌ،اِثْنَان،ثَلٰثَة وغیرہ۔مراد ان دونوں سے اسمائے حروف اور اسمائے اعداد ہیں اور کَلَفْظَةِ زَیْدٍ وَحْدَهٗ کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اسمائے اعلام بغیر ترکیب کے مبنی ہوتے ہیں،تو معلوم ہوا کہ حالتِ ترکیب میں معرب ہو جائیں گے،اس لیے کہ ماتن نے زید کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ بالفعل اور فی الحال مبنی علی السکون ہے اور بالقوّ ة معرب ہے یعنی اس میں معرب ہونے کی صلاحیت ہے، چنانچہ ترکیب کے وقت یہ معرب ہو جاتا ہے۔

((أوشابه مبنيَّ الاَصلِ بأن يكونَ في الدّلالة علىٰ معناه محتاجاًالىٰ قرينةٍ كالاشاره نحوهٰؤلاء ونحوهااويكون علىٰ أقل من ثلثة أحرفٍ أوتضمنَّ معنى الحروف نحوذا ومِن واحَدَعشرالىٰ تسعَةَ عَشَروهٰذاالقسم لايصير مُعرباً أصلًا))

ترجمہ:

''یاوہ مبنی اصل کے مشابہ ہو بایں طور کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کامحتاج ہوجیسے اشارہ،مثلاً ھٰؤُلاءِاوراس جیسے دیگر یاوہ ہوتین حروف سے کم پر یاوہ ضمن میں لیے ہوئے ہوحرف کے معنی کوجیسے اشارہ مثلاً ذَا، مِنْ اور أحَدَعشرَ سے تسعَةَ عَشَرَ تک اور یہ قسم اصلاً معرب نہیں ہوتی۔''

تشریح:

یعنی وہ اسم بھی مبنی ہے جومبنی الاصل کے مشابہ ہو یعنی حروف کے مشابہ ہو۔اب یہ مشابہت تین طرح سے ہے:

① اسم حرف کے ساتھ احتیاج میں مشابہ ہو، یعنی جیسے حرف محتاج الی الغیر ہوتاہے ایسے ہی کوئی اسم محتاج الی الغیر ہو،تو وہ بھی مبنی ہوگا جیسے اسمائے اشارہ اوراسمائے موصولہ کہ یہ مشارٌ الیہ اورصلہ کےمحتاج ہوتے ہیں۔

② اسم کی مشابہت حرف کے ساتھ وضع میں ہو، یعنی حرف کی طرح اسم بھی دوحرفی ہوتو وہ بھی مبنی ہوگا جیسے ذَا اور مِنْ.

③ اسم کی مشابہت مبنی الاصل کے ساتھ اس طرح ہوکہ وہ اسم اپنے اندر معنیٔ حرف کوضمن میں لیے ہوئے ہوجیسے اَحَدَ عَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک کہ ان میں ہرایک واؤ کو متضمن ہے اور واؤ بنا برحرفیت کے مبنی ہے،توجو واؤکواپنے ضمن میں لے رہاہووہ بھی مبنی ہی ہوگا۔ دوسری قسم یعنی مبنی الاصل سے مشابہت رکھنے والے ہرحال میں مبنی رہتے ہیں اورکبھی معرب نہیں بنتے،بخلاف اسمائے اعلام کے کہ وہ حالت ترکیب میں معرب ہوجاتے ہیں۔

((وحكمهٗ أن لا يَخْتَلفَ اٰخرهٗ باختلافِ العَوامِل وحركاتُهٗ تسمّى ضمّاوفتحاوكسراًوسُكُونُهٗ وقفاًوهو على ثمانية أنواعٍ المضمرات وأسماءُ الاشاراتِ والموصُولات وأسماء الأفعال والأصوات والمركباتُ والكناياتُ وبعض الظروفِ))

ترجمہ:

''اوراس کاحکم یہ ہے کہ اس کا آخر نہیں بدلتاعوامل کے بدلنے سے اوراس کی حرکات کوضمہ،فتحہ،کسرہ،

وقف اور سکون کا نام دیا جاتا ہے اور اس کی آٹھ قسمیں ہیں: مضمرات، اسمائے اشارہ، موصولات، اسمائے افعال، اصوات، مرکبات، کنایات اور بعض ظروف۔"

تشریح:

مبنی کا حکم:

مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا، جیسے جَاءَ هٰذَا، رَأَيْتُ هٰذَا، مَرَرْتُ بِهٰذَا

مبنی کی حرکات:

مبنی کی حرکات ضمہ، فتحہ، کسرہ اور وقف ہیں۔

مبنی کی اقسام:

مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں:

① مضمرات	② اسمائے موصولہ	③ اسمائے اشارہ
④ اسمائے افعال	⑤ اسمائے اصوات	⑥ مرکبات
⑦ کنایات	⑧ بعض ظروف	

بعض ظروف اِس لیے کہا ہے کہ تمام ظروف مبنی نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کچھ ظروف مبنی ہیں۔

اعتراض:

بعض ظروف کی طرح بعض موصولات اور بعض کنایات کہنا چاہیے تھا کیونکہ وہ بھی سارے کے سارے مبنی نہیں، بلکہ بعض معرب بھی ہیں جیسے موصولات میں اَیٌّ اور اَیَّةٌ معرب ہیں اور کنایات میں فُلَانَةٌ اور فُلَانٌ معرب ہیں۔

جواب:

یہ چونکہ قلیل تھے اس لیے انہیں بعض کی قید کے ساتھ ذکر کر دیا اور موصولات اور کنایات کو لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ کے تحت مجموعی طور پر مبنی قرار دے دیا۔

فصل

مضمرات کا بیان

((فصل المضمر اسم وضِعَ لیدُلَّ علیٰ متکلّم أومخاطب أوغائب تقدیم ذکرہٗ لفظاً أومعنیً اوحکماً وھو علی قسمین متصل وھو مالایستعمل وحدَہٗ اِمّا مرفوعٌ نحوضُرَبْتُ الی ضَرَبْنَ اومنصوب نحوضربنی الیٰ ضربھن واننی الی انّھُنَّ أو مجرور نحو غلامی ولی الیٰ غلامھِنَّ ولھنَّ ومُنفصِل وھو مایُستعملُ وحدہٗ اِمّا مرفوعٌ نحو اَنَا اِلیٰ ھنّ أومنصوب نحو إیّایَ الی ایّاھُنَّ فذٰلِکَ سِتُّونَ ضمیراً۔))

ترجمہ:

''اور مضمر وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہے تا کہ وہ دلالت کرے اس متکلم پر یا مخاطب پر یا غائب پر جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے لفظاً یا معناً یا حکماً، اور یہ دو قسموں پر ہے: متصل یہ وہ ہے جو اکیلی استعمال نہیں کی جاتی یا مرفوع ہوگی جیسے ضَربت سے ضربن تک یا منصوب ہوگی جیسے ضربنی سے ضربھنّ تک اور اننی سے انّھُنّ تک یا مجرور ہوگی جیسے غلامی ولی سے غلامھِنَّ ولھنّ تک اور منفصل وہ ہے جو اکیلی استعمال کی جاسکتی ہے پھر یا وہ مرفوع ہوگی جیسے اَنَا سے ھُنّ تک یا منصوب ہوگی جیسے اِیَّایَ سے اِیَّاھُنَّ تک، پس یہ ساٹھ ضمیریں بن جائیں گی۔''

تشریح:

تعریف:

ضمیر وہ اسم ہے جو متکلم، مخاطب یا غائب جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو، پر دلالت کرے، لفظاً جیسے زَیْداًضَرَبْتُهٗ یا معناً جیسے اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی کہ یہاں ھُوَ ضمیر کا مرجع لفظاً موجود نہیں ہے لیکن معناً موجود ہے، اس لیے کہ اِعْدِلُوْا کے ضمن میں عدل (مصدر) پڑا ہوا ہے اور اسی عدل کی طرف ضمیر لوٹ رہی ہے۔ یا مرجع حکماً ہو یعنی نہ لفظاً ہو اور نہ ضمناً سمجھ آرہا ہو بلکہ فرض کرلیا گیا ہو جیسے ضمیرِ شان اور ضمیر قصہ میں ہوتا ہے۔

اقسام:

ضمیر کی دو قسمیں ہیں:

① ضمیر متصل ② ضمیر منفصل

ضمیر متصل:

وہ ہوتی ہے جس کا تلفظ بذاتِ خود نہ ہو بلکہ دوسرے کے ساتھ مل کر ہو جیسے ضَرَبْتُ

ضمیر منفصل:

وہ ہوتی ہے جس کا تلفظ بذاتِ خود ہو بغیر کسی دوسرے کے ساتھ ملنے کے جیسے أَنَاوغیرہ

پھر ضمیر مرفوع متصل بھی ہوتی ہے اور مرفوع منفصل بھی، اسی طرح منصوب متصل بھی ہوتی ہے اور منصوب منفصل بھی، البتہ ضمیر مجرور صرف متصل ہوتی ہے منفصل نہیں ہوتی۔

یہاں تمام ضمائر کے صیغے بارہ قرار دیے ہیں جبکہ علمِ صرف میں آپ چودہ صیغے پڑھ چکے ہیں، بارہ کی وجہ یہ ہے کہ تثنیہ حاضر اور تثنیہ غائب میں چونکہ مذکر ومؤنث کی ضمیریں مساوی ہیں تو دو ضمیریں تثنیہ میں کم ہوگئیں تو یہ بارہ صیغے رہ گئے۔

((واعلم اَن المرفوعَ المتصلَ خاصّةً یکون مستَتَراًفی الماضی للغائب والغائبةِ کضَرَبَ أی ھو وضَرَبت أی ھی وفی المضارع المتکلم مطلقاً نحو اَضْرِبُ أی أناونضرِبُ أی نحن وللمخا طب کتضربُ أی انت وللغائب والغائبةِ کیضربُ أی ھو وتضرِبُ أی ھی وفی الصفة أعنی اسم الفاعلِ کیضربُ أی ھو وتضرِبُ أی ھی وفی الصفة أعنی اسم الفاعلِ والمفعول وغیرھمامطلقًا۔))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ مرفوع متصل خاص طور پر پوشیدہ ہوتی ہے ماضی میں غائب کے مذکر صیغوں کے لیے اور مؤنث صیغوں کے لیے جیسے ضَرَبَ یعنی ھُوَ اور ضَرَبَتْ یعنی ھِیَ اور مضارع متکلم میں مطلقاً جیسے اَضْرِبُ یعنی اَنَا اور نَضْرِبُ یعنی نَحْنُ اور مخاطب کے لیے جیسے تَضْرِبُ یعنی اَنْتَ اور غائب اور غائبہ کے لیے جیسے یَضْرِبُ یعنی ھُوَ اور تَضْرِبُ یعنی ھِیَ اور صیغہ صفت میں میری مراد اسم فاعل اور اسم مفعول اور ان دونوں کے علاوہ ہیں مطلقاً۔''

تشریح:

ضمیر مرفوع متصل صرف ماضی میں غائب کے صیغہ مذکر ومؤنث میں ہی مستتر ہوتی ہے جیسے ضَرَبَ کہ اس میں ھُوَ ضمیر مستتر ہے اور ضَرَبَتْ کہ اس میں ھِیَ ضمیر مستتر ہے، لیکن مضارع کے تمام صیغوں خواہ وہ مذکر ہوں

یا مؤنث اور واحد، تثنیہ ہوں یا جمع ان میں ضمیر مرفوع متصل مطلق طور پر مستتر ہوتی ہے۔

((ولا یجوز استعمالُ المنفصِل الا عند تعذّرِ المتصل کایّاكَ نَعْبُدُ وماضربك الا أنا وأنا زیدٌ وما أنت الا قائماً))

ترجمہ:

''اور نہیں ہے جائز منفصل کا استعمال مگر متصل کے تعذّر کے وقت جیسے **اِیَّاكَ نَعْبُدُ** اور **مَاضَرَبَكَ اِلَّا أَنَا** اور **أَنَازَیْدٌ** اور **مَاأَنْتَ اِلَّاقَائِمًا**.''

تشریح:

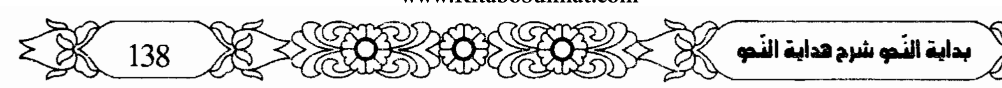
چونکہ ضمائر کی وضع خفت کے لیے ہے تو ضمائر متصلہ میں بہ نسبت ضمائر منفصلہ کے زیادہ تخفیف ہے، لہٰذا جہاں متصل لانا ممکن ہو وہاں منفصل کی اجازت نہیں اور جہاں متصل لانا متعذر ہو وہاں منفصل لائی جاتی ہے۔

مواضع تعذر:

مواضع تعذر چار ہیں:

1. جب حصر کے لیے ضمیر کو عامل پر مقدم کر دیا جائے تو ضمیر کا متصل لانا ممکن نہیں رہتا، چنانچہ اس وقت منفصل لائی جائے گی جیسے **اِیَّاكَ نَعْبُدُ**
2. جب ضمیر اور اسکے عامل میں فاصلہ ہو اور یہ فاصلہ کسی غرض کے لیے لایا گیا ہو تو متصل کا لانا جائز نہیں کیونکہ متصل کی صورت میں وہ غرض فوت ہو جائے گی جیسے **مَاضَرَبَكَ اِلَّا زَیْدٌ** کہ یہاں متکلم خصوصیتِ ضرب کو زید کے لیے خاص کرنا چاہتا ہے، اگر یہاں ضمیر متصل ہو جائے تو بجائے اثبات واختصاص کے متکلم سے ضرب کی نفی ہو جائے گی۔ **هٰذَا خِلَافٌ لِّلْمَقْصُوْد**
3. جب ضمیر کا عامل معنوی ہو تو چونکہ عامل معنوی کے ساتھ ضمیر کا اتصال ممکن نہیں، لہٰذا منفصل لائی جائے گی جیسے **أَنَازَیْدٌ**
4. جب ضمیر کا عامل حرف ہو تو حرف کے ساتھ ضمیر مرفوع نہیں آسکتی، چنانچہ اس وقت ضمیر منفصل لانا واجب ہوگا۔ جیسے **مَا أَنْتَ اِلَّا قَائِماً**

((واعلم أن لهم ضميراً يقع قبلَ جملَة تُفسرهٗ ويُسمّٰى ضميرالشان فى المذكور وضمير القصّةِ فى المؤنث نحو قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وانها زينبُ قائمة۔))



ترجمہ:

''اور جان لے کہ ان کے لیے ضمیر ہوتی ہے جو واقع ہوتی ہے جملہ سے پہلے جو اس کی تفسیر کرتا ہے اور اسے مذکر میں ضمیر شان کا نام دیا جاتا ہے اور مؤنث میں ضمیر قصہ جیسے قُل هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اور انهازينبُ قائمة.''

تشریح:

یہاں سے ماتن ضمیرِ شان کی تعریف کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ ضمیر کی ایک قسم وہ ہے جو جملہ سے پہلے آتی ہے اس میں ابہام ہوتا ہے جسے جملہ رفع کرتا ہے، ضمیر اگر مذکر کی ہو تو ضمیرِ شان اور اگر ضمیر مؤنث کی ہو تو ضمیرِ قصہ کہلاتی ہے۔ یہ ضمیر دراصل کسی شے کی اہمیت وضرورت کو ظاہر کرنے کے لیے آتی ہے کیونکہ جب کوئی چیز مبہم آئے تو انسانی فطرت اس کی وضاحت کا تقاضا کرتی ہے اور جو چیز تقاضے کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ ذہن میں پختہ ہوجاتی ہے کیونکہ حصول بعدالانتظار، وقع فی الذہن ہوتا ہے۔

((ويدخل بين المبتدأوالخبرصيغة مرفوعٍ منفصلٍ مطابق للمبتدأ اذاكان الخبرُمعرفةً أوأفعل من كذا ويسمّى فصلاً لانّهٗ يفصلُ بينَ الخبر والصّفةِ نحوُ زيدٌ هُوالقائمُ وكانَ زيدٌ هوَافضلُ من عمروٍ وقال اللّٰه تعالىٰ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ))

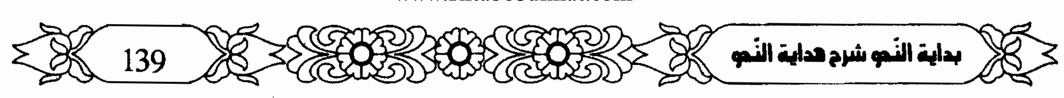
ترجمہ:

''اور داخل ہوتا ہے مبتدا اور خبر کے درمیان مرفوع منفصل کا صیغہ جو مبتدا کے مطابق ہوتا ہے، جب خبر معرفہ ہو یا افعل منه ہو اور نام دیا جاتا ہے فصل کا، اس لیے کہ وہ فاصلہ پیدا کرتا ہے خبر اور صفت کے درمیان جیسے زَيْدٌ هُوَالْقَائِمُ اور كَانَ زَيْدٌ هُوَ أَفْضَلُ مِنْ عَمْروٍ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: كُنتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ.''

تشریح:

یہاں سے ماتن ضمیرِ فصل کی بحث کررہے ہیں، ضمیرِ فصل وہ ہوتی ہے جو مبتدا ور خبر کے درمیان لائی جاتی ہے جبکہ خبر معرفہ یا افعل مِنه ہو۔ افعل منه سے مراد یہ ہے کہ خبر صیغہ اسم تفضیل ہو اور منه کے ساتھ آیا ہو جیسے أَفْضَلُ مِنْ زَيْدٍ، أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو

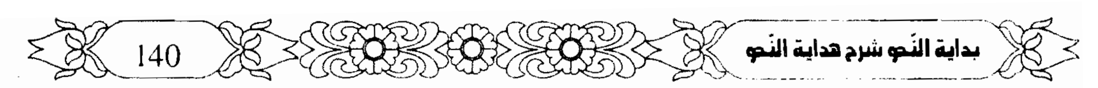
ان مواقع میں مبتدا وخبر کے درمیان ضمیر منفصل لائی جاتی ہے تاکہ وہ ضمیر اس بات پر دلالت کرے کہ بعد والا اسم مبتدا کی خبر ہے، موصوف کی صفت نہیں ہے۔ اگر یہ ضمیر نہ ہوتی تو التباس تھا کہ آیا کہ بعد والا اسم خبر ہے یا



صفت؟ جب ضمیر آئی تو التباس رفع ہوگیا کیونکہ موصوف صفت کے درمیان فاصلہ نہیں ہوتا۔ تو اب پتہ چل گیا کہ بعد والا اسم پہلے کی خبر ہے نہ کہ صفت، اسی لیے اس ضمیر کو ضمیرِ فصل کہتے ہیں۔ اس کی مثال: زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ اور كَأَنَّ زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو ہے۔

باقی معرفہ اور افعل منہ کی قید اس لیے لگائی کہ خبر اکثر نکرہ ہوتی ہے، التباس کا خطرہ ہی نہیں، اسی طرح اگر خبر افعل منہ ہو تو بھی التباس کا خطرہ نہیں، لہٰذا وہاں ضمیر فصل لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ضمیرِ فصل کی قرآنی مثال ماتن نے كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ دی ہے کہ اَنْتَ ضمیر فصل ہے بین المبتدا والخبر ۔

❁......❁......❁



فصل

اسمِ اشارہ کا بیان

((فصلٌ أسماء الاشارةِ ماوُضِعَ لِيدُلَّ علىٰ مشارٍ اليه وهى خمسةُ ألفاظٍ لِستّةِ معانٍ وذٰلكَ ذاللمذكرِ وذانِ وَذَينِ لمُثنّاهُ وتا وتِي وذي وتِه وذِه وتِهي وذِهي للمؤنّثِ وتانِ وتَينِ لمُثنّاهُ واُولآءِ بالمدّ والقصرِ لِجمعِهما وقد يَلحقُ بأوائِلها هاء التنبيه نحو هٰذا وهٰذان وهٰؤلآء ويتّصلُ بأواخِرها حرفُ الخطابِ وهو أيضاً خمسةُ ألفاظٍ لستّةِ معانٍ نحو كَ كُمَاكُمْ كِ كُنَّ فذالكَ خمسةٌ وّعشرون الحاصلُ من ضربِ خمسةٍ فى خمسةٍ وهى ذاكَ الىٰ ذاكُنَّ وذانكَ الىٰ ذانِكُنَّ وكذالك البواقِي واعلم انَّ ذاللقريْبِ وذالكَ للبعيدِ وذاكَ للمتَوسّطِ))

ترجمہ:

''اسمائے اشارہ جو وضع کیے گئے ہیں تاکہ وہ دلالت کریں اس پر جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہو اور وہ پانچ الفاظ ہیں چھے معانی کے لیے: **ذٰلكَ** اور **ذا** مذکر کے لیے، **ذانِ** اور **ذَین** اس کے تثنیہ کے لیے اور **تا**، **تِی**، **ذی**، **تِه**، **ذِه**، **تِهی**، **ذِهی** مؤنث کے لیے اور **تانِ** **وتَین** اس کے تثنیہ کے لیے اور **اُولآءِ** مداور کسر کے ساتھ ان سب کے لیے، اور کبھی لاحق ہوتی ہے ان کے شروع میں ہائے تنبیہ جیسے **هٰذا وهٰذان وهٰؤلآءِ** اور ملا ہوا ہوتا ہے ان کے آخر کے ساتھ حرفِ خطاب اور وہ بھی پانچ الفاظ ہیں چھے معانی کے لیے، جیسے: **كَ**، **كُمَا**، **كُمْ**، **كِ**، **كُنَّ** پس یہ پچیس ہو جائیں گے، جو حاصل ہوئے ہیں پانچ کو پانچ سے ضرب دینے سے۔ اور وہ یہ ہیں **ذَاكَ** سے **ذَاكُنَّ** تک اور **ذَانِكَ** سے **ذَانِكُنَّ** تک اور اسی طرح باقی ہیں اور جان لے کہ **ذَا** قریب کے لیے ہے اور **ذَالِكَ** بعید کے لیے ہے اور **ذَاكَ** درمیان کے لیے ہے۔''

تشریح:

اسمِ اشارہ وہ اسم ہے جو مشارٌ الیہ پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو، اس کے پانچ الفاظ ہیں:

ذَا، ذَالِكَ، اُوْلَاءِ، تَا، تَانِ

جمع کا لفظ مذکر و مؤنث کے

لیے مساوی تھا اس لیے یہ پانچ الفاظ ہیں جو چھ معنوں کو ادا کرتے ہیں۔

اسمِ اشارہ کی وضع ہی تثنیہ کے لیے ہے، لہٰذا بعض اوقات ان اسمائے اشارات پر ہائے تثنیہ بھی داخل کردی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے:

هٰذَا، هٰذَانِ، هٰؤُلَاءِ، هَاتَا، هَاتَانِ

بعض اوقات اسمائے اشارہ کے آخر میں حرفِ خطاب لے آتے ہیں، یہ حرف بھی پانچ ہیں: **لَكَ، كُمَا، كُمْ، لِكِ، كُمَا، كُنَّ**

قیاساً یہ بھی چھ ہونے چاہییں تھے لیکن اسی توجیہہ کے پیشِ نظر پانچ ہوئے ہیں۔اب ان پانچ کو جب اُن پانچ کے ساتھ ذکر کیا جائے تو مجموعی طور پر پچیس (۲۵) الفاظ بنتے ہیں،

مثلاً:

ذَاكَ، ذَاكُمَا، ذَاكُمْ، ذَاكِ، ذَاكُمَا، ذَاكُنَّ، ذَانِكَ، ذَانِكُمَا، ذَانِكُمْ، ذَانِكِ، ذَانِكُنَّ.. الخ

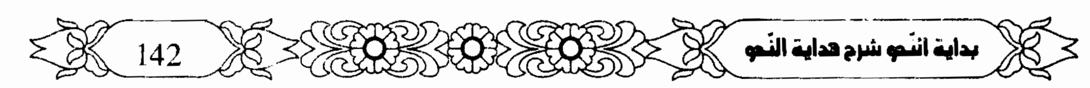
اقسام:

عموماً نحوی حضرات اسمِ اشارہ کی تقسیم دو قسم پر کرتے ہیں:

① اشارہ قریب ② اشارہ بعید۔

لیکن ماتن نے اسمِ اشارہ کی تقسیم باعتبار مشارٌ الیہ کے تین قسم پر کی ہے: اگر مشارٌ الیہ قریب ہو تو **ذَا** کہا جائے گا، اگر متوسط ہو تو **ذَاكَ** کہا جائے گا اور اگر دور ہو تو **ذَالِكَ** کہا جائے گا۔





فصل

اسم موصول کا بیان

((فصلٌ الموصولُ اسمٌ لایصلُح أن یکونَ جُزأتامًّا من جملةٍ الا بصلةٍ بعدهٗ والصِّلةُ جملةٌ خبریةٌ ولابدّ من عائدٍ فیها یعودُ الی الموصول مثالهٗ الذی فی قولِنا جاء الذی أبوهُ قائمٌ أو قام ابوهُ والذی للمذکرِ والذانِ والذَینِ لمُثنّاهُ والتیِ للمؤنّثِ واللتان واللتَینِ لمثنّاهاوالذین والاُلیٰ لجمع المذکر واللّاتی واللّواتی واللاء واللّائی لجمع المؤنث وماومَن وأیٌّ وایّةٌ وذُوبمعنی الذی فی لغةبنی طی کقول الشاعِر شعرفان الماءَ ماءُ أبی وجدّ ی وبیری ذوحفَرتُ وذو طَویتُ أی الذی حفرته والذی طویته والالفُ واللّام بمعنی الذی صِلتُهٗ اسم الفاعِل واسمُ المفعُول نحوجاء نی الضاربُ زیداً أی الذی یَضرِبُ زیداً أوجاءنی المضروبُ غلامُهٗ))

ترجمہ:

''موصول وہ اسم ہے جونہیں صلاحیت رکھتا کہ وہ ہو جملہ کا جزوِ تام مگر اس صلہ کے ساتھ جو اس کے بعد ہوتاہے اور صلہ جملہ خبریہ ہوتاہے اور ضروری ہے اس میں ایک عائد ضمیر کا ہونا جو موصول کی طرف لوٹے اس کی مثال جاء الذی أبوهُ قائمٌ أو قام أبوهُ اور الذی مذکر کے لیے ہے اور الذانِ اور الذَین اس کے تثنیہ کے لیے ہیں اور التی مؤنث کے لیے ہیں اللتان اور اللتَینِ اس کے تثنیہ کے لیے ہیں اور الذین اور الاُلیٰ جمع مذکر کے لیے ہے اور اللّاتی، اللّواتی، اللّاء، اللّائی جمع مؤنث کے لیے ہیں اور ما، مَن، ایٌّ، ایّة اور ذو بمعنی بنو طے کی زبان میں جیسے قولِ شاعر: فانّ الماءَ ماءُ أبی وجدّ ی. وبیری ذوحفَرتُ وذو طَویت یعنی الذی حفرته وطویته الف اورلام بمعنی الذی جس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جیسے جاء نی الضاربُ زیداً یعنی الذی یَضرِبُ زیداً یاجاء نی المضروبُ غلامُهٗ.''

تشریح:

تعریف:

موصول وہ اسم ہے جو صلہ کے ساتھ ملے بغیر جملہ کی خبر تام نہ بن سکے۔خبرِ تام سے مراد یہ ہے کہ وہ

مبتدا یا خبر یا فاعل نہ بن سکے مگر اپنے صلہ کے ساتھ مل کر۔

❀ موصول کا صلہ ہمیشہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور اسمیں ایک عائد ضمیر ہوتی ہے جو موصول کی طرف لوٹتی ہے جیسے جَاءَ الَّذِیْ اَبُوْهُ عَالِمٌ، جَاءَ الَّذِیْ قَامَ اَبُوْه ایک مثال جملہ اسمیہ خبریہ کی ہے اور دوسری مثال جملہ فعلیہ خبریہ کی ہے اور ہر جملہ میں یہ ضمیر پائی جارہی ہے جو کہ موصول کی طرف لوٹ رہی ہے۔

اسمائے موصولہ:

اسمائے موصولہ مندرجہ ذیل ہیں:

اَلَّذِیْ، اَلَّذَانِ، اَلَّذِیْنَ، یہ مذکر کے لیے ہیں اور اَلَّتِیْ، اَلَّتَانِ، اَللَّاتِیْ یہ مؤنث کے لیے ہیں اور ان میں بہت ساری لغات ہیں۔ مَنْ ذوی العقول کے لیے، مَا غیر ذوی العقول کے لیے اور اَیٌّ، اَیَّةٌ (یہ ایک صورت میں صرف مبنی ہوتے ہیں جب یہ مضاف ہوں اور ان کا صلہ محذوف ہو)۔ ان دونوں کی عقلی طور پر چار حالتیں ہیں:

وجہ حصر یہ ہے کہ ان کا استعمال اضافت کے ساتھ ہوگا یا بغیر اضافت کے، پھر ہر حالت میں صدرِ صلہ مذکور ہوگا یا محذوف، تو منجملہ یہ چار حالتیں بن جائیں گی:

① جب ان کی اضافت نہ ہو اور صدرِ صلہ مذکور ہو جیسے اَیٌّ هُوَ قَائِمٌ

② جب انکی اضافت نہ ہو اور صدرِ صلہ محذوف ہو جیسے اَیٌّ قَائِمٌ

③ جب ان کی اضافت ہو اور صدرِ صلہ مذکور ہو جیسے اَیُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ ان احوالِ ثلاثہ میں یہ معرب ہوں گے۔

④ جب ان کی اضافت ہو اور صدرِ صلہ محذوف ہو جیسے اَیُّهُمْ قَائِمٌ، اس حالت میں یہ مبنی ہوں گے۔

اسمائے موصولہ میں سے ایک اسم ذُوْ بھی ہے مگر اس کا استعمال بطور موصول کے فقط بنو طے قبیلہ کے نزدیک ہے جیسے قولِ شاعر:

فان الماء ماء أبي وجدي وبئري ذوحفرت وذواطويت

"بے شک یہ پانی میرے باپ دادا کا ہے اور یہ وہ کنواں ہے جو میں نے کھودا ہے اور میں نے ہی اس کی منڈیر باندھی ہے"۔

اب یہاں ذُوْ دونوں جگہ اَلَّذِیْ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اسمائے موصولہ میں الف لام بھی بمعنی موصول کے آتا ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب یہ اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہوں جیسے اَلضَّارِبُ بمعنی اَلَّذِیْ ضَرَبَ اور اَلْمَضْرُوْبُ بمعنی اَلَّذِیْ ضُرِبَ

((ویجوزحذف العائدِ مِن اللفظ ان کان مفعولاً نحوقام الذی ضربتُ أی الّذی

ضربته واعلم اَنَّ اَيّا وايّةً معربةٌ الا اذاحُذِفَ صدر صلَتِها كقولِه تعالىٰ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍاَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيّاً أى هو اشدُّ۔))

ترجمہ:

''اور جائز ہے لفظ سے عائد ضمیر کو حذف کرنا اگر وہ مفعول ہو جیسے قام الذی ضربتُ یعنی الّذی ضربتُہٗ اور جان لو کہ ایّا وایّةً معرب ہوتے ہیں مگر جب ان کا صدرِ صلہ حذف کر دیا جائے جیسے قولہٗ تعالیٰ :ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْعَةٍاَیُّھُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیّاً یعنی ھُوَ اَشَدُّ.''

تشریح:

پہلے ہم نے بتلایا تھا کہ صلہ جملہ ہوتا ہے اور اس میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو موصول کی طرف لوٹتی ہے، اب یہاں سے ماتن بتلا رہے ہیں کہ بعض اوقات عائد ضمیر کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب عائد ضمیر مفعول کی ہو، حذف کرنے کی اجازت اس لیے ہے کہ مفعول فضلہ ہوتا ہے اور فضلہ میں حذف جائز ہے جیسے قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتَ کہ اصل میں اَلَّذِیْ ضَرَبْتَہٗ ہے۔



فصل

اسماءافعال کا بیان

((فصل أَسْمَاءُ الأفعال هو كلُّ اسمٍ بمعنى الأمرِ والماضِي نحورُوَيْدَ زيداً أى أمهِلْهُ وهَيْهَاتَ زَيدٌاى بَعُدَ وكان علىٰ وزنِ فعالِ بمعنى الأمروهو من الثلاثى قياسٌ كنزالِ بمنعى اِنْزِلْ و تَراكِ بمعنى اترك ويلحق بهٖ فعالِ مصدراً معرفةً كفجار بمعنى الفجوراوصفةً للمؤنّثِ نحوفساق بمعنى فاسقةِ ويالكاعِ بمعنى لاكعةٍ أوعلماً للاَعيَان المؤنّثةِكقطام وغَلاَبِ وحضار وهٰذه الثلاثة لَيست من أسماء الافعالِ وانّماذكرتْ هٰهناللمناسبة۔"

ترجمہ:

"اسمائے افعال ہر وہ اسم ہے جو امر اور ماضی کے معنی میں ہو جیسے رُوَیْدَ زَیْداً یعنی اَمْهِلْه اور هَيْهَاتَ زَيْدٌ یعنی بَعُدَ یا فعالِ کے وزن پر ہو بمعنی امر کے اور وہ ثلاثی سے قیاسی آتا ہے جیسے نَزَالِ بمعنی اِنْزِل اور تَرَاكِ بمعنی اُتْرُكْ اور لاحق ہوتا ہے اس کے ساتھ فعال اس حال میں کہ وہ مصدر معرفہ ہو جیسے فجار بمعنی الفجور یا صفت ہو مؤنث کی جیسے فساق بمعنی فاسقة اور لکاعِ بمعنی لاکعة یا وہ علم ہو خاص مؤنث کا جیسے قطام، غَلَابِ، حضار یہ تینوں اسمائے افعال میں سے نہیں ہیں لیکن صرف یہاں مناسبت کی وجہ سے ذکر کیے گئے ہیں۔"

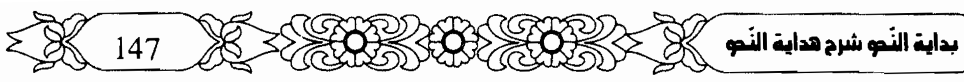
تشریح:

اسم فعل وہ اسم ہے جو بمعنی امر یا ماضی کے ہو جیسے رُوَيْدَ زَيْداً اىْ أَمْهِلْ زَيْدا اور هَيْهَاتَ زَيْدٌ بمعنی بَعُدَ زَيْدٌ اور اسی طرح اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو فَعَالِ کے وزن پر ہو اور اس میں امر کے معنی ہوں اور یہ اسم فعل قیاسی ہے، قیاسی کا معنی یہ ہے کہ جہاں بھی یہ وزن پایا جائے اور اس میں امر کے معنی ہوں تو وہ اسم فعل ہوگا جیسے تَرَاكِ بمعنی اُتْرُكْ، نَزَالِ بمعنی اَنْزِلْ

اسی فَعَالِ بمعنی امر کے ساتھ فَعَالِ بمعنی مصدر، فَعَالِ بمعنی صفت اور فَعَالِ بمعنی علمِ مؤنث لاحق ہیں۔
اگرچہ یہ تینوں یعنی فَعَالِ بمعنی مصدر، فَعَالِ بمعنی صفت اور فَعَالِ بمعنی علمِ مؤنث اسم فعل تو نہیں لیکن چونکہ یہ بھی فَعَالِ کے ساتھ وزن میں شریک ہیں تو جیسے وہ مبنی تھا یہ بھی مبنی ہوں گے۔

فَعَالِ بمعنی مصدر کی مثال : فَجَارِ بمعنی اَلْفَجُوْر، فَعَالِ بمعنی صفت کی مثال:فَسَاقِ بمعنی فَاسِقَة اور فَعَالِ بمعنی علمِ مؤنث قَطَامِ بمعنی قَاطِمَه





فصل

اسماءِ اصوات کا بیان

((فصل الأصواتُ کلُّ لفظٍ اُحکِی بہٖ صوتٌ کغاقِ لصوتِ الغراب أوصُوِّت بہ البھام کَنَخِّ لاناخۃ البعیر))

ترجمہ:

''اصوات ہر وہ لفظ ہے جس کے ساتھ آواز حکایت کی گئی ہو جیسے غَاقِ کوے کی آواز یا اس کے ساتھ جانوروں کو آواز لگائی جاتی ہو جیسے نَخّ اُونٹ بٹھانے کی آواز۔''

تشریح:

مبنیات میں ایک قسم اسمائے اصوات کی ہے، اسمائے اصوات سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کے ساتھ جانور کی آواز کو نقل کیا گیا ہو جیسے غَاقِ کوے کی آواز یا اس کے ساتھ جانور کو آواز دی جاتی ہو جیسے نَخَّ اونٹ بٹھانے کی آواز۔

❀......❀......❀

فصل

اسماءِ مرکبات کا بیان

((فصل المرکباتُ کُلُّ اسمٍ رکّب من کلمتَینِ لَیسَتْ بینهما نسبةٌ فان تضمَّن الثانی حرفایجب بناؤهُماعلی الفتح کاَحَدَ عشر الیٰ تسعة عشَرَ الااثنی عشر فانهمامعربة کالمثنّٰی وان لَّم یتضمّن ذٰلك ففیهالغاتٌ أفصحهابناء الأول علی الفتح واعراب الثانی غیرمنصرفٍ کَبَعْلَبَكَّ نحو جاء نی بَعْلَبَكُّ ورَأَیْتُ بَعلبكَّ ومرَرْتُ ۔ ببعلبكَّ))

ترجمہ:

''مرکّبات سے مراد ہر وہ اسم ہے جو دو کلموں سے جوڑا جائے اور ان دونوں کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو پس اگر دوسرا اسم ضمن میں لیے ہوئے ہو حرف کو تو واجب ہوگی ان دونوں کی بناء فتحہ پر جیسے اَحَدَ عَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک مگر اثنی عشرَ یہ معرب ہے تثنیہ کی طرح اور اگر ہو ضمن میں نہ لیے ہوئے ہو تو اس میں لغات ہیں، تو ان میں سے فصیح ترین پہلے کی بناء ہے فتحہ پر اور دوسرے کا اعراب غیر منصرف جیسا ہوگا بَعلبكّ کی طرح جیسے جاء نی بَعْلَبَكُّ ورَأَیْتُ بَعلبكَّ ومرَرْتُ ببعلبكَّ.))

تشریح:

اسمائے مبنیات میں ایک قسم اسمائے مرکّبہ کی ہے، اسمائے مرکّبہ سے مراد ہر وہ اسم ہے جو دو اسموں کر جوڑ کر بنایا گیا ہو اور ان دونوں میں کوئی نسبت اضافی، اسنادی یا توصیفی نہ ہو جیسے اَحَدَ عَشَرَ جو اَحَدٌ اور عَشْرٌ سے جوڑ کر بنایا گیا ہے اور ان دونوں میں نہ تو کوئی نسبت اضافی ہے، نہ اسنادی اور نہ ہی توصیفی۔

پھر یہ اسم مرکب معنی حرف کو متضمن ہوں گے یا نہیں۔ اگر معنی حرف کو متضمن ہوئے تو دونوں جزو مبنی ہوں گے، جزِ اول اس لیے مبنی ہے کہ وہ جزِ ثانی کا محتاج ہے اور جو محتاج الی الغیر ہو وہ حرف کے مشابہ ہوتا ہے، چونکہ حرف مبنی ہے تو جو اس کے مشابہ ہوگا وہ بھی مبنی ہوگا اور جزِ ثانی اس لیے مبنی ہے کہ وہ اپنے ضمن میں حرف کو لیے ہوئے ہے اور جو اپنے ضمن میں مبنی کو لیے ہوئے ہو وہ بھی مبنی ہوتا ہے چنانچہ اَحَدَ عَشَرَ سے لے کر تِسْعَةَ عَشَرَ تک دونوں جزو مبنی بر فتحہ ہوں گے سوائے اِثْنَا عَشَرَ کے کہ اس کا جز اول معرب ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ترکیب کے وقت اس کا نون گر گیا تو اس کو مضاف کے ساتھ مشابہت ہوگئی کیونکہ مضاف میں بھی نون تثنیہ گر جاتا ہے جیسے غُلَامَازَیْد چنانچہ جب اسکی مشابہت مضاف کے ساتھ ہوئی اور مضاف معرب کی قسم ہے تو یہ اسم

بھی معرب ہوگا۔

اوراسم مرکب معنی حرف کو متضمن نہ ہوتو پھر اس میں چند لغات ہیں، سب سے فصیح اور مشہور لغت یہ ہے کہ اس کا جزِ اول مبنی برفتحہ ہوگا اور جزِ ثانی معرب بااعرابِ غیر منصرف ہوگا، چنانچہ کہا جائے گا: هٰذَا بَعْلَبَكُّ، رَأَيْتُ بَعْلَبَكَّ، مَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ

❀......❀......❀

فصل

کنایات کا بیان

((فصلٌ الکنایات ھی أسماء تدلُّ علیٰ عددمبھم وھی کم وکذاو حدیث مبھم وھوکیتَ وذیتَ۔))

ترجمہ:

''کنایات وہ اسم ہیں جودلالت کرتے ہیں مبہم عدد پراوروہ کم و کذا ہیں اورمبہم بات پراوروہ کیتَ و ذیتَ ہیں۔''

تشریح:

یہ فصل کنایات کے بارے میں ہے۔ کنایات جمع ہے کنایۃ کی اور کنایہ اشارہ کرنے کو کہتے ہیں اصطلاح میں اسمائے کنایات سے مراد وہ اسم ہیں جو عددِ مبہم یاقولِ مبہم پردلالت کریں۔عددِ مبہم کے لیے کَمْ اور کَذَا کالفظ ہے اورقولِ مبہم کے لیے کَیُت اور ذَیُتَ کالفظ ہے۔ کَمْ اور کَذَاکامعنی ہوتا ہے کتنا اور جتنا اور کَیُت اور ذَیُتَ کاہوتاہے جیسے اور کیسے۔ کَمْ اس لیےمبنی ہے کہ کَمْ استفہامیہ ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور ہمزہ استفہام بنابرحرفیت کےمبنی ہےتو وہ اسم جوحرف کے معنی کو متضمن ہووہ بھی مبنی ہوجاتا ہے اور کَمْ خبریہ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے کَمْ خبریہ کو کَمْ استفہامیہ پرحمل کرلیا اورجس طرح وہ مبنی ہوتا ہے یہ بھی مبنی ہوگا۔ کَذَا کےمبنی ہونے میں علت یہ ہے کہ یہ کاف اور ذا سے مرکب ہے، کاف حرف ہے اورحرف مبنی ہوتے ہیں اور ذااسم اشارہ ہے،اسم اشارہ بھی مبنی ہوتاہےتو جواسم دومبنیوں سے مل کر بنا وہ بالاولیٰ مبنی ہوگا۔

((واعلم اَنَّ کم علیٰ قَسمین استفھامیةٌ ومابعدھامنصوبٌ مفردٌ علی التمییز نحوکَم رجلاًعندکَ وخبریّةٌ ومابعدھامجرورٌ مفردٌ نحوکم مالِ انفقتُہٗ اومجموعٌ نحوکمْ رجالِ لقیتَھُم ومعناہ التکثیرُ))

ترجمہ:

''اورجان لے کہ کم دوقسموں پر ہے: استفہامیہ اور جواس کے بعد ہو وہ تمیز ہونے کی بناء پر مفرد منصوب ہوتا ہے جیسے کَمْ رَجُلاًعِنْدَكَ اورخبریہ اورجواس کے بعد ہووہ مفرد مجرور ہوتاہے جیسے کَم مَالَ أَنْفَقْتُهُ یا جمع ہوتا ہے جیسے کَمْ رجالِ لقیتَھُم اوراس کامعنی تکثیر ہے۔''

تشریح:

یہاں سے کَمْ کی معنوی تقسیم کی جارہی ہے کہ کَمْ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

① کَمْ استفہامیہ ② کَمْ خبریہ

کَمْ استفہامیہ:

اس میں سوال کیا جاتا ہے اور دوسرے سے پوچھا جاتا ہے جیسے کَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ (تیرے پاس کتنے آدمی ہیں؟)

کَمْ خبریہ:

اس میں پوچھا نہیں جاتا بلکہ بتلایا جاتا ہے جیسے کَمْ رَجُلٍ لَقِیْتُ (میں نے کتنے ہی آدمیوں سے ملاقات کی)

لفظی اعتبار سے کَمْ خبریہ اور کَمْ استفہامیہ میں فرق ہے:

کَمْ استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے: کَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ اور کَمْ خبریہ کی تمیز مفرد مجرور یا جمع مجرور آتی ہے جیسے: کَمْ رَجُلٍ لَقِیْتُ، کَمْ رِجَالٍ لَقِیْتُ اور کَمْ خبریہ معنوی اعتبار سے کثرت کی خبر دیتا ہے۔

((وتدخُلُ من فیهماتقول کم من رجُلٍ لقیتَهٗ وکم مِنْ مالٍ انفقتَهٗ وقد یُحذَفُ التمییز لقیام قرینَةٍ نحوکم مالُك ای کم دینار امالك وکم ضربتُ ای کم ضربةً ضَربْتُ))

''اور مِنْ داخل ہوتا ہے ان دونوں میں جیسے تُو کہے کم من رجُلٍ لقیتَهٗ اور کم مِنْ مالٍ انفقتَهٗ اور کبھی تمیز کو حذف کر دیا جاتا ہے قیامِ قرینہ کی وجہ سے جیسے کَمْ مالكَ یعنی کم دیناراً مالكَ اور کم ضربتُ یعنی کم ضربةً ضَربْتُ ۔''

تشریح:

یعنی کَمْ استفہامیہ ہو یا کَمْ خبریہ، ان دونوں کی تمیز میں مِنْ بیانیہ داخل کر دیا جاتا ہے، اسفہامیہ کی مثال: کَمْ مِنْ رَّجُلٍ لَقِیْتَهٗ خبریہ کی مثال: کَمْ مِنْ رَّجُلٍ لَقِیْتُهٗ اور اس مِنْ بیانیہ کے ذریعے کَمْ کے ابہام کو دور کیا جاتا ہے۔

مِنْ، کَمْ استفہامیہ اور کَمْ خبریہ دونوں پر آتا ہے جیسے مثال استفہامیہ کی: کَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتَهٗ (تو نے کتنا مال خرچ کیا؟) اور مثال خبریہ کی: کَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِیْتُهٗ (میں نے کتنے ہی آدمیوں سے ملاقات کی)

بعض اوقات کَمْ کی تمیز قیامِ قرینہ کی وجہ سے حذف کردی جاتی ہے جیسے استفہامیہ کی مثال: مَالُكَ اَیْ کَمْ دِیْنَاراً مَالُكَ اور خبریہ کی مثال: کَمْ ضَرَبْتُ اَیْ کَمْ ضَرَبَةً ضَرَبْتُ.

((واعلم أنَّ كم فی الوجهینَ یَقِعُ منصوباً اذا کان بعدَهٗ فعلٌ غیر مشتغلٍ عَنْہُ بضمیرہ نحو کَمْ رجلاً ضربتُ وکَم غلامٍ ملکتُ مفعولاًونحوکم ضربةً ضربتَ وکم ضربةٍ ضربتُ مصدراً وکم یوماً سرتَ وکم یوماً صُمتُ مفعولا فیه مجروراً اذا کانَ قبلَهٗ حرف جرٍّ اومضافٌ نحو بکم رجُلاً مررت وعلیٰ کم رجلٍ حکمتُ وغلامَ کم رجلاضربتَ ومال کم رجلٍ سلبتُ ومرفوعاً اذالم یکن شیأمن الامرین مبتدأان لم یکن ظرفاً نحوکم رجلاً أخوكَ وکم رجلٍ ضربتُهٗ وخبراً ان کانَ ظرفاً نحوُ کم یوماً سَفَرُكَ وکم شهرٍ صَومی۔))

ترجمہ

''اور جان لے کہ کَمْ دونوں وجہوں میں منصوب واقع ہوتا ہے جب اس کے بعد ایسا فعل ہو جو اس سے بے پرواہ نہ ہو اس کی ضمیر کی وجہ سے جیسے **کم رجلا ضربت** اور **کم غلام ملکت** اور وہ مفعول بہ ہوگا اور **کم ضربة ضربت** اور **کم ضربة ضربت** یہ مصدر ہوگا اور **کم یوما سرت** اور **کم یوما صمت** یہ مفعول فیہ ہوگا اور مجرور ہوگا جب اس سے پہلے حرفِ جر ہو یا مضاف ہو جیسے **بکم رجلا مررت، علی کم رجل حکمت، غلام کم رجلا ضربت** اور **مال کم رجل سلبت** اور مرفوع ہوگا جب دونوں میں سے کوئی نہ ہو مبتدا ہونے کی بناء پر اگر وہ ظرف نہ ہو جیسے **کم رجلاأخوكَ** اور **کم رجلٍ ضربتُهٗ** اور خبر ہونے کی بناء پر اگر وہ ظرف ہو جیسے **کم یوماً سَفَرُكَ** اور **کم شهرٍ صَومی**۔''

تشریح :

کَمْ کی اعرابی حالتیں:

یہاں سے مصنف کَمْ کی اعرابی حالتوں کو بیان فرما رہے ہیں کہ اعرابی اعتبار سے کَمْ کی تین حالتیں ہیں: رفع، نصب اور جر۔

ان تینوں حالتوں میں اعراب محلّی ہوتا ہے ورنہ بظاہر کَمْ مبنی علی السکون ہے۔

کَمْ کی نصبی حالت اس وقت ہوتی ہے جب کَمْ کے بعد ایک فعل ہو جو کَمْ کی ضمیر میں عمل نہ کر رہا ہو تو اس وقت کَمْ بنا بر مفعول بہ یا بنا بر مفعول مطلق کے یا بنا بر مفعول فیہ کے منصوب ہوتا ہے جیسے (مفعول بہ کی مثال) کَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ (استفہامیہ) کَمْ یَوْماً صُمْتُ (خبریہ)

❀ اور کَمْ کی جری حالت دو صورتوں میں ہوتی ہے:



① كَمْ پر حرفِ جر داخل ہو جیسے بِكَمْ رَجُلاً مَرَرْتَ (استفہامیہ) عَلٰی كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ (خبریہ)

② جب كَمْ مضاف الیہ ہو تو اس وقت بھی محلاً مجرور ہوتا ہے جیسے غُلَامُ كَمْ رَجُلاً ضَرَبْتُ (استفہامیہ) مَالَ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ (خبریہ)

❀ اور كَمْ کا رفع دو وجہ سے ہوتا ہے:

① یا بنا بر مبتدا کے مرفوع محلاً ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب یہ ظرف نہ ہو جیسے كَمْ رَجُلاً اَخُوْكَ (استفہامیہ) كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهٗ (خبریہ) ان دونوں مثالوں میں كَمْ بنا بر مبتدا کے مرفوع ہے۔

② اور اگر یہ ظرف ہو تو پھر بنا بر خبر کے یہ مرفوع ہوتا ہے جیسے كَمْ يَوْماً سَفَرُكَ (اسفہامیہ) كَمْ شَهْرٍ صَوْمِيْ (خبریہ) ان دونوں مثالوں میں كَمْ مرفوع ہے بنا بر خبریت کے۔

❀……❀……❀

فصل

ظروف کا بیان

((فصل الظروف المبنيّةُ علىٰ أقسامٍ منهاماقُطِعَ عن الضافَة بأن حُذِفَ المضافُ اليه كقبل وبعدُ وفوقُ وتحت قال اللّٰهُ تعالىٰ لِلّٰهِ الْاَمرُ مِنْ قَبْلُ ومِنْ بَعْدُ أى من قبل كلِّ شيئ ومن بعدِ كُلِّ شيئٍ هٰذا اذاكان المحذوف ومنوياًللمتكلّم والالكانَتْ معربة وعلىٰ هٰذا قُرِئَ لِلّٰهِ الأمرُ مِن قَبلٍ ومن بعدٍ وتسمّى الغايات ۔))

ترجمہ:

''ظروفِ مبنیہ چند قسموں پر ہے،ان میں سے جو مقطوع عن الاضافت ہوں بایں طور کہ حذف کرلیا گیا ہومضاف الیہ مثلاً قبلُ ،بعدُ،فوقُ،تحتُ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لِلّٰهِ الْاَمرُ مِنْ قَبْلُ ومِنْ بَعْدُ** یعنی **من قبل کلِّ شيئ ومن بعدِ کُلِّ شيئٍ** یہ تب ہوں گے جب محذوف ہوں اورمتکلم کی نیت میں ہوں وگرنہ یہ معرب ہوں گے اوراسی وجہ سے پڑھا گیا ہے **لِلّٰهِ الأمرُ مِن قَبلٍ ومن بعدٍ** ان کو غایات کا نام دیا جاتا ہے۔''

تشریح:

ظروف سے مراد:

ظروف جمع ہے ظرف کی اورظرف برتن کو کہتے ہیں چونکہ زمانہ اورجگہ فعل کے لیے بمنزلہ برتن کے ہوتا ہے کہ فعل ان کے اندر پایا جاتا ہے جیسا کہ ظرف میں مظروف پایا جاتا ہے۔

ظروف کی اقسام:

ظرف بنیادی طور پر دوقسم پر ہے:

① ظرف زمان ② ظرف مکان

ماتن فرمارہے ہیں کہ ظروف مبینہ کی چند قسمیں ہیں،ایک تو وہ ظروف ہیں جو مقطوع عن الاضافۃ ہوں یعنی جن کا مضاف الیہ حذف ہومگر نیت میں موجود ہو۔

وجہ بنا:

وجہ بنا یہ ہے کہ جب مضاف الیہ لفظوں میں موجود نہیں ہے مگر نیت میں موجود ہے تو گویا مضاف محتاج ہوا

اُس محذوف کا اور جو اسم محتاج الی الغیر ہو، اس کو حرف کے ساتھ احتیاج میں مشابہت ہو جاتی ہے اور حرف مبنی ہے، چنانچہ جو اس کے مشابہ ہوگا وہ بھی مبنی ہوگا اور اس کی مثال: لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اَیْ مِنْ قَبْلِ کُلِّ شَیْءٍ وَمِنْ بَعْدِ کُلِّ شَیْءٍ

والا بکانت معربة:

یہ کہہ کر اشارہ کر دیا کہ اگر مضاف الیہ محذوف نہیں بلکہ لفظوں میں موجود ہے یا محذوف نسیاً منسیاً کے درجہ میں ہے تو ان دونوں حالتوں میں ظرف معرب ہوگا۔

یہ ظروف مذکورہ چار ہیں:

قَبْلُ، بَعْدُ، تَحتُ، فَوْقُ

((ومنها حیثُ بُنِیَتْ تشبیهاً لَها بالغایاتِ لملازَمتّها الاضَافةَ الیٰ الجملةِ فی الاکثرِ قال اللّٰهُ تعالیٰ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِنْ حَیْثُ لَایَعْلَمُوْنَ وقد یُضاف الی المفرد کقول الشاعرِ اماتریٰ حَیْث سُهَیلٍ طالِعاً ای مکان سهیلٍ فحیثُ هٰذا بمعنی مکان وشرطهٗ ان یضاف الی الجملة نحو اجلِسْ حیث یَجْلِسُ زیدٌ۔))

ترجمہ:

''اور ان میں سے حیثُ ہے جو مبنی کیا گیا ہے غایات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے جملہ کی طرف اضافت کو لازم ہونے کی وجہ سے اکثر میں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَنَسْتَدْرِجُهُم مِنْ حَیْثُ لَایَعْلَمُوْنَ اور کبھی مضاف کیا جاتا ہے مفرد کی طرف جیسے قولِ شاعر: اماتریٰ حَیْث سُهَیلٍ طالِعاً یعنی مکان سهیلٍ پس یہ حیثُ بمعنی مکان کے ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ مضاف کیا جاتا ہے جملہ کی طرف جیسے اجلِسْ حیث یَجْلِسُ زیدٌ۔''

تشریح:

حَیْثُ:

انہی ظروف مبنیہ میں سے ایک ظرف حَیْثُ ہے یہ اس لیے مبنی ہوتا ہے کہ اسے غایات کے ساتھ مشابہت ہے کہ جیسے اُن کو اضافت لازم ہے ایسے ہی اسے بھی اضافت لازم ہے، گویا جیسے وہ مبنی ہیں ایسے ہی یہ بھی مبنی ہوگا۔

پھر اس کے مضاف الیہ میں دو حالتیں ہیں: زیادہ تر اس کا مضاف الیہ جملہ ہوتا ہے جیسے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ اور کبھی کبھی اس کا مضاف الیہ مفرد بھی ہوتا ہے جیسے قولِ شاعر: اَمَا تَرٰی حَیْثُ سُهَیلٍ

طَالِعًا (کیا تو نہیں دیکھتا سہیل کے طلوع ہونے کی جگہ کو) اور بمعنی مکان بھی آتا ہے لیکن اس کے مبنی ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کا مضاف الیہ جملہ ہو جیسے اِجْلِسْ حَیْثُ یَجْلِسُ زَیْدٌ

((ومنهااذاوهی للمُستقبل واذادَخلتْ علی الماضی صارمستقبلاً نحو اِذا جَآءَ نصراللّٰهِ وفیهامعنی الشرط ویجوزُ أن تَقَعَ بَعدَهَا الجملة ُالاسمیةُ نحو اٰتِیكَ اِذا الشمسُ طالعةٌ والمختار الفعلیة نحو اٰتیك اذاطلعت الشمسُ وقد تکون للمفاجاة فیختارُ بعدَها المبتدأنحو خرجتُ فاذا السبُعُ واقِفٌ))

ترجمہ:

''اوران میں سے اذا ہے اور یہ مستقبل کے لیے ہوتا ہے اور جب یہ ماضی پر داخل ہو جائے تو اسے بھی مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے اِذَا جَآءَ نَصْرُاللّٰهِ اوراس میں شرط کے معنی ہوتے ہیں اور جائز ہے کہ اس میں جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے اٰتِیْكَ اِذَاالشَّمْسُ طَالِعَةٌ اورمختار فعلیہ ہے جیسے اٰتیك اذاطلعت الشمسُ اور کبھی مفاجات کے لیے ہوتا ہے تو اس کے بعد مبتدا لانا مختار ہے جیسے خرجتُ فاذاالسبُعُ واقِفٌ.''

تشریح:

اِذَا:

انہی ظروف میں سے ایک اِذَا بھی ہے، یہ مستقبل کے لیے ہے اور جب ماضی پر داخل ہوتو اس کو بھی مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اور اِذَا بمعنی شرط بھی ہوتا ہے، جب بمعنی شرط ہوتو اس کا مضاف الیہ اور جملہ اسمیہ دونوں ہو سکتے ہیں اگر چہ فعلیہ مختار ہے۔ بعض اوقات اِذَا مفاجات (اچانک) کے معنی میں بھی ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے بعد ہمیشہ جملہ اسمیہ ہوتا ہے۔

((ومنهااذوهی للماضی وتقع بعدَهاالجُملتان الاسمیةُ والفعلیةُ نحو جئتُكَ اذاطلعتِ الشمسُ واذالشمسُ طالعةٌ ومنهااین وانّٰی للمکان بمعنی الاستفهام نحو این تمشی وأنیّ تقعُد وبمعنی الشرط نحو أین تجلس اجلِسْ وَأنّٰی تقم أقم ومنها متٰی للزمان شرطاً او استفهاماًنحومتیٰ تصم أصم ومتیٰ تسافر اُسافرْ ومنها کیف للاستفهامِ حالًا نحوکیفَ أنتَ أی فی أیّ حالٍ أنتَ ومنها أیّانَ للزمان استفهاماً

نحو أيّانَ يوْمُ الدِّيْنِ -))

ترجمہ:

''اوران میں سے اذ ہے اور یہ ماضی کے لیے ہوتا ہے اور اس کے بعد دونوں جملے یعنی اسمیہ اورفعلیہ آسکتے ہیں جیسے جئتُكَ اذاطلعتِ الشمسُ اور اذالشمسُ طالعةٌ اوران میں سے أین اور انّٰی ہیں مکان کے لیے بمعنی استفہام جیسے أین تمشِي اور انیّٰ تقعُدُ اور بمعنی شرط جیسے این تجلس أجلِسُ اور أنّٰی تَقُمْ أقُمْ اوران میں سے متٰی ہے زمان کے لیے بطورِشرط یا بطورِ استفہام جیسے مَتیٰ تَصُمْ أصُمْ اور مَتٰی تُسَافِرُ اوران میں سے کیفَ ہے استفہام کے لیے بطورِحال جیسے کَیْفَ أنْتَ؟ یعنی فِیْ أیّ حَالٍ اَنتَ؟ اور أیّان ان میں سے ہے زمان کے لیے بطورِ استفہام جیسے أیّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ.''

تشریح:

اِذْ:

یہ ظرف ماضی کے لیے آتا ہے اور اس کے بعد جملہ اسمیہ اورفعلیہ دونوں یکساں طور پر آسکتے ہیں۔

اَیْنَ و اَنّٰی:

یہ ظرف مکان کے لیے آتے ہیں پھر یہ بعض اوقات بمعنی استفہام کے ہوتے ہیں جیسے اَیْنَ تَمْشِیْ(تُو کہاں جائے گا؟)اَنّی تَقْعُدُ(تُو کہاں بیٹھے گا ؟) اور یہ بمعنی شرط کے بھی ہوتے ہیں جیسے اَیْنَ تَجْلِسُ اَجْلِسُ (جہاں تُو بیٹھے گا وہاں میں بیٹھوں گا)اَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ(جہاں تُو کھڑا ہوگا وہاں میں کھڑا ہوں گا)

مَتٰی:

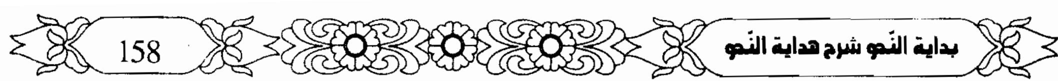
یہ زمان کے لیے آتا ہے بمعنی شرط و استفہام دونوں طرح استعمال ہوتا ہے جیسے مَتٰی تَصُمْ اَصُمْ(جب تُو روزہ رکھے گا تب میں روزہ رکھوں گا)مَتٰی تُسَافِرُ (تُو کب سفر کرے گا؟)

کَیْفَ:

یہ استفہام برائے حال کے لیے آتا ہے جیسے کَیْفَ اَنْتَ یعنی فِیْ اَیِّ حَالٍ اَنْتَ

اَیَّانَ:

یہ زمان سے استفہام کے لیے آتا ہے جیسے اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْن (کیا ہوگا دن قیامت کا؟)



((منها مذومنذُ بمعنى أوّل المدة ان صلح جواباً لمتىٰ نحو مارأيتُهٗ مذا أومنذ يوم الجُمعَةِ فی جواب من قال متیٰ مارأیتَ زیداً أی أول مدة انقطاع رؤیتی أیاه یوم الجمعة وبمعنیٰ جمیع المدة أن صلح جواباً لِکَمْ نحو مارأیتُهٗ مذاومنذ یومانِ فی جوابِ من قال کم مدّةً مارأیتَ زیداً أی جمیعُ مدّةٍ مارأیتُهٗ یومانِ۔))

ترجمہ:

''اوران میں سے مذو منذ ہیں بمعنیٰ اوّل مدت کے اگر وہ صلاحیت رکھیں متیٰ کا جواب بننے کی جیسے مارأیتُهٗ مذ اومنذ یوم الجُمعَةِ اس شخص کے جواب میں جو کہے: متیٰ مارأیتَ زیداً؟ یعنی پہلی مدت میرے اس کو دیکھنے کے انقطاع کی جمعہ کا دن ہے اور بمعنی جمیع مدت کے بھی ہوتے ہیں، اگر یہ صلاحیت رکھیں کَمْ کا جواب بننے کی جیسے مارأیتُهٗ مُذاومنذُ یومان اس شخص کے جواب میں جو کہے کم مدّةً مارأیتَ زیداً یعنی تمام مدت جب سے میں نے اسے نہیں دیکھا وہ دودن ہے۔''

تشریح:

مُذْ ومُنْذُ:

اگر یہ مَتیٰ کے جواب میں ہوتو ابتدائے مدت کے لیے آتے ہیں جیسے کوئی آپ سے پوچھے: مَتی مَارَأَیْتَ زَیْداً (تونے کب سے زید کو نہیں دیکھا؟) تو آپ جواب دیں گے: مَارَأَیْتُهٗ مُنذ یَوْمِ الْجُمُعَةِ (میں نے اسے جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا) اوراگر یہ کَمْ کے جواب میں ہوتو پوری مدت بیان کرنے کے لیے آتا ہے جیسے کوئی پوچھے: کَمْ مُدَّةً مَارَأَیْتَ زَیْدًا (تونے کتنی دیر سے زید کو نہیں دیکھا) تو جواب میں ہوگا: مَارَأَیْتُهٗ مُذْ یَوْمَان (میں نے اسے دودن سے نہیں دیکھا)

((ومنها لدٰی ولَدُنْ بمعنیٰ عندَنحوالمالُ لَدَیكَ والفرق بینهُمَااَنَّ عِنْدَ لایشرط فیه الحضورویشترط ذٰلك فی لدٰی ولدُنْ وجاءَ فیه لغاتٌ اُخَرُ لدن ولُدْن وَلَدَنْ وَلَدْ ولُدْ ولُدُ ومنهاقط للماضی المنفی نحوما رأیته قط ومنها عَوْضُ للمستقبل المنفی نحو لا اضربه عوض۔))

ترجمہ:

''اوران میں سے لدٰی ولَدُنْ ہیں بمعنیٰ عِندَ کے جیسے المالُ لَدَیكَ اوران دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ عِندَ میں شرط نہیں لگائی جاتی حضور کی جب کہ لدٰی ولَدُنْ میں یہ شرط لگائی جاتی ہے اوراس

میں دوسری بھی لغات ہیں لَدُنِ، لُدْنَ، لَدَنْ، لَدْ، لُدْ، لُدُ اوران میں سے قطُّ ہے ماضی منفی کے لیے جیسے مارأیتہٗ قطُّ اوران میں سے ہے مستقبل منفی کے لیے جیسے لا اَضرِبُہ عَوضُ."

تشریح:

لَدٰی وَلَدُنْ:

یہ عِنْدَ(پاس) کے معنی میں آتے ہیں، البتہ ان میں اور عِنْدَ میں فرق یہ ہے کہ عِنْدَ میں حضور شرط نہیں ہےاور لَدٰی وَلَدُنْ میں حضور شرط ہے۔

پھر لَدُنْ میں دیگر لغات بھی ہے، جو یہ ہیں:

لَدُنِ لُدُنِ لَدَن لَدُ لُدُ لُدُ

قَطُّ:

ظروفِ مبنیہ میں سے ایک قَطُّ ہے، یہ ماضی منفی کی تاکید کے لیے آتا ہے جیسے مَارَأَیتُہٗ قَطُّ (میں نے اس کوکبھی نہیں دیکھا یعنی بالکل نہیں)

عَوضُ:

یہ مستقبل منفی کی تاکید کے لیے آتا ہے جیسے لَا اَضرِبُہٗ عَوضُ (میں اسے ہرگز نہیں ماروں گا)۔

((واعلم أنه اذا اُضيفَ الظروف الى الجملة او الى اذجاز بناؤُهاعلى الفتح كقوله تعالىٰ: هٰذَايَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ وكيومئِذٍ وحينئذٍ وكذٰلِكَ مثل وغير مع ماواَنْ وَاَنَّ تقول ضربتُهٗ مثلَ ماضَرَب زيدٌ وغير اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ ومنها أمسِ بالكسرعند اهل الحجاز۔))

ترجمہ:

"اورجان لے کہ جب ظروف کی جملہ کی طرف اضافت کی طرف جائے یاتو جائز ہے اس کامبنی برفتحہ ہوناجیسے قولہ تعالیٰ: هٰذَايَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ اورجیسے یومئِذٍ اور حینئذٍ اوراسی طرح مثل اور غیر ہیں جب وہ مَا، اَنْ اور اَنَّ کے ساتھ آئیں جیسے تُو کہے ضَرَبْتُہٗ مِثْلَ ماضَرَبَ زَیْدٌ اورغَیْرَ اَنْ ضَرَبَ زَیْدٌ اوران میں سے اَمْسِ ہے کسرہ کے ساتھ اہلِ حجاز کے نزدیک۔"

تشریح

یہاں سے یہ بتلایاجارہاہے کہ جب ظروف کی اضافت جملہ یااِذْ کی طرف ہوجائے تو وہ ظروف مبنی

ہوتے ہیں جیسے هٰذَا يَوْمَ يَنفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ اور يَوْمَئِذٍ، حِيْنَئِذٍ. پہلی مثال مضاف الیہ جملہ کی ہے اور دوسری مثال مضاف الیہ اِذْ کی ہے۔اسی طرح جب مثل اور غیر مضاف ہوں مَا یا اَنْ یا اَنَّ کی طرف تو وہ بھی مبنی برفتحہ ہوتے ہیں جیسے ضَرَبْتُهٗ مِثْلَ مَاضَرَبَ زَيْدٌ یہاں مثل کی اضافت مَا کی طرف ہے اور ضَرَبْتُهٗ غَيْرَ اَنَّ ضَرَبَ زَيْدٌ یہاں مثل کی اضافت اَنَّ کی طرف ہے، اسی لیے مبنی علی الفتحہ ہے۔

اَمْسِ:

ظروف مبنیہ میں ایک ظرف اَمْسِ ہے۔اہلِ حجاز کے نزدیک یہ مبنی علی الکسر ہوتا ہے۔

❀ اسم میں اعراب کی بحث اور بناء کی بحث کرنے کے بعد ماتن اب بطور تتمہ اور تکملہ کے کے اسم کے باقی احکام خاتمہ کے ذیل میں بیان کریں گے۔

❀……❀……❀

الخاتمة: اسم کے تمام احکام کا بیان

((والخاتمة فی سائر أحکام الاسم ولواحقهٖ غیر الاعراب والبناء وفیها فصولٌ فصل اعلم اَنَّ الاسمَ علیٰ قسمَیْن معرفةٌ ونکرةٌ المعرفة اسمٌ وُضِعَ لشیٔ معیّن وهی ستّة أقسام المضمرات و الأعلام والمبهات أعنی اسماء الاشاراتِ والموصولاتِ والمعرَّف باللّام والمضاف الی احدهمااضافةً معنویة والمعرف بالنداء والعَلم مَاوضع لشیٔ مُعَیَّنٍ لایتناوَلُ غیرَه بوضعٍ واحدٍ وأعرف المعارف المضمرُ المتکلّم نحوأنا ونحنُ ثم المخاطَبُ نحوانت ثم الغائب نحو هوَثم العَلَم ثم المبهمات ثم المعرف باللّام ثم المعرف بالنّداء والمضاف فی قوّة المضاف الیه والنکرة ماوُضِع لشیٔ غیر مُعَیَّنٍ کرجل وفرس))

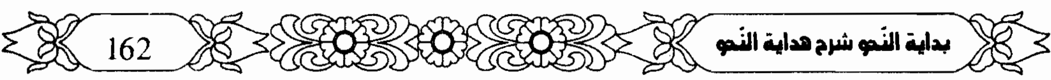
ترجمہ:

”خاتمہ اسم کے تمام احکام میں اورمعرب ومنی کے علاوہ باقی ملحقات میں اوراس میں فصلیں ہیں۔فصل: جان لے کہ اسم دوقسموں پر ہے معرفہ اورنکرہ،معرفہ وہ اسم ہے جووضع کیا گیاہوکسی معین چیز کے لیے اوروہ چھے قسمیں ہیں:مضمرات، اعلام،مبہمات اس سے میری مراداسمائے اشارات اورموصولات ہیں،معرّ ف باللّام،مضاف،ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنوی ہواورمعرّ ف باالنّد اءاورعلم وہ ہے جسے وضع کیا گیاہوکسی معین چیز کے لیے جوشامل نہ ہواس کے غیرکوایک وضع کے ساتھ اورسب سے زیادہ معروف ضمیر متکلم کی ہے جیسے انا ونحن پھرمخاطب کی جیسےانتَ پھر غائب کی جیسے هُوَ پھرعلم،پھرمبہمات، پھرمعرّ ف باللّام،پھرمعرّ ف باالنّد اءاور اورمضاف درحقیقت مضاف الیہ کی قوّت میں ہوتاہےاورنکرہ وہ ہے جوکسی غیرمعیّن چیز کے لیے وضع کیا گیاہوجیسے رجلٌ وفرسٌ۔“

تشریح:

اسم کی باعتبارعموم وخصوص دوقسمیں ہیں:۞ معرفہ ۞ نکرہ ماتن نے معرفہ کونکرہ پرمقدم کیااس لیے کہ اصل اسم میں معرفہ ہے کیونکہ یہ مافی الضمیر پہ متعین طور پر دلالت کرتی ہے اوراصل اسم کی وضع دلالت علی المعنیٰ کے لیے ہے کیونکہ معرفہ میں دلالت بہ نسبت نکرہ کے زیادہ ہوتی ہے لہٰذامعرفہ کونکرہ پرمقدم کردیا۔

معرفہ کی چھ قسمیں ہیں:



① مضمرات ② اعلام ③ مبہات(اشارہ اورموصولہ)

④ معرف باالاّم ⑤ مضاف الیٰ احدی الخمسةِ ⑥ معرفہ بہ نداء

تمام معارف میں اعرف ضمیر ہے اور ضمائر میں سب سے زیادہ معارف ضمیر متکلم ہے پھر مخاطب اور پھر غائب۔

دوسرے نمبر پر عَلَم، پھر اسمائے اشارہ اور موصولہ، پھر معرف باللام ہے اور پھر معرفہ بہ ندا ہے۔ پھر وہ جو ان میں سے کسی ایک طرف مضاف ہو اور اس کی تعریف کے درجے میں باعتبار مضاف الیہ کے ہوں گے، نیز اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو تعریف کا فائدہ دیتا ہے جیسے غُلَامُ زَیْدٍ پھر اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت تعریف کا فائدہ نہیں بلکہ تخصیص کا فائدہ دیتی ہے (تخصیص کا معنی ہوتا ہے قلت شرکاء) جیسے غُلَامُ رَجُلٍ

❀……❀……❀

فصل

اسماءِ عدد کا بیان

((فصلٌ أسماءُ العدد ماوُضِعَ لیدلَّ علی کمیة اٰحادِ الأشیاء وأصولُ العدداثنتاعَشَرَۃَ کلمةً واحدةٌ الیٰ عشرةٌ ومائةٌ وألفٌ واستعمالُهٗ من واحدٍ الی اثنین علی القیاسِ أعنی للمذکر بدون التاءِ وللمؤنث بالتاء تقول فی رجل واحدٌ فی رجلین اثنان وفی امرأة واحدة وفی امرأتین اثنتان وثنتان ومن ثلثةٍ الی عشرة علی خِلافِ القیاسِ أعنی للمذکر بالتاء تقول ثلثة رَجالٍ إلی عشرة رجالٍ ولمؤنثٍ بدونها تقول ثلث نسوة إلی عشرنسوةٍ۔))

ترجمہ:

''اسمائے عدد وہ ہیں جو وضع کیے گئے ہوں تا کہ وہ دلالت کریں چیزوں کے افراد کی کمیّت پر اور اصولِ عدد بارہ کلمے ہیں: واحدةٌ سے عشرةٌ،مِئةٌ اور ألفٌ تک اور ان کا استعمال واحدٌ سے اثنان تک علی القیاس ہوتا ہے میری مراد مذکر کے لیے تاء کے بغیر اور مؤنث کے لیے تاء کیساتھ، جیسے تُو کہے فی رجل واحدٌ،فی رجلین اثنان،فی امرأة واحدة،فی امرأتین اثنتانِ وثنتانِ اورثلثة سے عشرة تک خلافِ قیاس آتا ہے، میری مراد مذکر کے لیے تاء کے ساتھ جیسے تُو کہے ثلٰثة رجالٍ سے عشرة رجالٍ تک اورمؤنث کے لیے بغیر تاء کے جیسے تُو کہے:ثلث نسوةٍ سے عشر نسوةٍ تک۔''

تشریح:

یہ دوسری فصل اسمائے عدد میں ہے،اسمِ عدد اس اسم کو کہتے ہیں جو چیزوں کے عدد کی مقدار پر دلالت کرے اصول عدد بارہ ہیں: ایک سے دس تک اور سو سے ہزار کا عدد یہ بارہ اعداد اصل ہیں اور باقی انہی سے متولّد ہیں۔

اسمائے عدد کی بحث کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ ایک اور دو ہمیشہ معدود کے موافق ہوتے ہیں یعنی مذکر کے لیے بدون التاء اورمؤنث کے لیے تاء کے ساتھ جیسے: رَجُلٌ وَاحِدٌ، اِمْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ رَجُلَانِ اِثْنَانِ، اِمْرَأَتَانِ اِثْنَتَانِ اور تین سے دس تک کے عدد معدود کے خلاف ہوتے ہیں،یعنی معدود اگر مذکر ہوتو عدد مؤنث ہوگا اور اگر معدود مؤنث ہے تو عدد مذکر ہوگا جیسے:

ثَلٰثَةُ رِجَالٍ اِلیٰ عَشَرَةِ رِجَالٍ ثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلیٰ عَشْرُ نِسْوَة

((وبعد العشرة تقول أحد عشررجلاً واثناعشررجلاً وثلٰثة عشررجلا الیٰ تسعة عشررجلاً واحدیٰ عشرة امراةً واثنتا عشرة امراةً وثلٰث عشرة امرأةً الیٰ تسعَ عشرة امرأةً وبعد ذٰلکَ تقول عشرون رجلاً و عشرون امرأةً بلا فرقٍ بین المذکر والمؤنثِ الیٰ تسعین رجلاً و امرأةً واحدٌ وعشرون رجلاً واحدیٰ وعشرون امرأةً واثنان و عشرون رجلاً واثنتانِ وعشرونَ امرأة وثلٰثة وعشرون رجلاً وثلٰث وعشرون امرأة الی تسعة وتسعین رجلاً وتسع تسعین امرأةً۔))

ترجمہ:

''اور عشرةٌ کے بعدتُو کہے گا احدعشر رجلاً،اثناعشر رجلاً،ثلٰثةعشر رجلاً سےتسعة عشر رجلاً تک،اور احدیٰ عشرة امراةً،اثنتَا عشرة امراةً،ثلٰث عشرة امرأةً سے تسعَ عشرة امرأةً تک اوراس کے بعدتُو کہے گاعشرون رجلاً وعشرون امرأةً بغیرفرق کے مذکراورمؤنث کے درمیان تسعین رجلاً وامرأةً تک اور احدٌ وعشرون رجلاًواحدیٰ وعشرون امرأةً، اثنان وعشرون رجلاً واثنتانِ وعشرونَ امرأة،ثلٰثة وعشرون رجلاً وثلٰث وعشرون امرأة سے لےکر تسعةوتسعین رجلاً وتسع تسعین امرأةًتک۔''

تشریح:

گیارہ بارہ میں دونوں جز وموافق القیاس ہوتے ہیں جیسے:

اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً،اِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً،اِحْدٰی عَشْرَةَ اِمْرَأَةً،اِثْنَتَا عَشْرَةَامْرَأَةً

تیرہ (۱۳) سے انیس (۱۹) تک کے عدد میں جزاول معدود کے مخالف اورجز ثانی معدود کے موافق ہوتی ہے جیسے: ثَلٰثَةَ عَشَرَ رَجُلاًاِلیٰ تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً،

ثَلٰثَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً اِلیٰ تِسْعَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً

پھرعقود یعنی بیس،تیس، چالیس، پچاس،ساٹھ،ستر،اَسّی،نوّے، یہ تمام اعداد مذکر اورمؤنث دونوں کے لیے ایک جیسے ہوتے ہیں جیسے:

عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ رَجُلاً،عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً

پھراکیّس (۲۱) اور بائیس (۲۲) میں جزاوّل معدود کے مطابق اورجز ثانی مذکر ومؤنث دونوں کے لیے مساوی ہوتی ہے جیسے عِنْدِیْ اَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً، عِنْدِیْ اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً، عِنْدِیْ اِحْدٰی وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً، عِنْدِیْ اِثْنَتَا وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً

اور تیئیس (۲۳) سے لیکر ننانوے (۹۹) تک جز اوّل معدود کے مخالف اور جز ثانی مذکر ومؤنث میں مساوی ہوگی جیسے عِنْدِیْ ثَلَاثَۃٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً اِلٰی تِسْعَۃٌوَعِشْرُوْنَ رَجُلاً، عِنْدِیْ ثَلَاثٌ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَۃً اِلٰی تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَۃً

((ثمّ تقول مائة رجلٍ ومائة أمرأةٍ والف رجلٍ وألفُ امرأة ومائتارجل ومائتاامرأةٍ وألفارجلٍ وألفا اِمرأةٍ بلافرقٍ بين المذكروالمؤنثِ فاذا زادعلى المائة وألالف يستعمل علىٰ قياس ماعرف ويقدم الالف على المائة والمائة على الاحادوالاحادعلى العَشرات تقولُ عندى ألفٌ ومائةٌ واحدٌ وعشرونَ رجلاً والفان ومائتانِ واثنانِ وعشرون رجلاًو أربعة اٰلاف وتسع مائةوخمسٌ وأربعونَ اِمرأةًوعليك بالقياس۔))

ترجمہ:

''پھر تُو کہے گا: مائةرجلٍ ومائة امرأةٍ، ألف رجلٍ وألفُ امرأة، مائتا رجل ومائتا امرأةٍ، ألفارجلٍ وألفا اِمرأةٍ بغیرفرق کے مذکر اور مؤنث کے درمیان، پس جب مائة اور ألف پر زائد کرنا ہوتو استعمال کیا جائے گا اسی پر قیاس کرتے ہوئے جوتُو نے جانا اور مقدم کیا جائے گا ألف کو مائة پر اور مائة کو أحاد پر اور أحاد کو عَشرات پر تُو کہے گا عندى الفٌ ومائةٌ واحدٌ وعشرونَ رجلاً (میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس آدمی ہیں) اور ألفان ومائتانِ واثنانِ وعشرون رجلاً (میرے پاس دوہزار دوسو بائیس آدمی ہیں) اور أربعة اٰلاف وتسع مائة وخمسٌ وأربعونَ اِمرأةً(میرے پاس چار ہزار نوسو پچیس عورتیں ہیں) اور اسی پر قیاس کرتا جا۔''

تشریح:

مِائة اور اَلْفٌ میں عدد مذکر ومؤنث دونوں یکساں ہے جیسے:

عِنْدِیْ مِأَۃُ اِمْرَأَۃٍ،عِنْدِیْ اَلْفُ اِمْرَأَۃٍ،عِنْدِیْ مِأَۃُ رَجُلٍ،عِنْدِیْ اَلْفُ رَجُلٍ

اور یہی حکم مِائتَانِ اور اَلْفَانِ کا ہے، یعنی مذکر ومؤنث دونوں یکساں آتے ہیں جیسے

مِائَتَا رَجُلٍ،مِائَتَا اِمْرَأَۃٍ،اَلْفُ رَجُلٍ،اَلْفُ اِمْرَأَۃٍ

جب سو (۱۰۰) یا ہزر (۱۰۰۰) پر عدد زائد ہوجائے تو پھر اسکا استعمال مذکورہ بالاطریقہ پر ہی ہوگا،البتہ ترتیب میں یہ بات یادرہے کہ پہلے ہزار پھر سو پھر اکائی پھر دہائی کو بولا جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۴۷ کو یُوں کہا جائے

گا:اَلْفُ تِسْعٍ وَسَبْعٍ وَاَرْبَعِيْنَ سَنَةً

((واعلم أن الواحد والاِثنَين لامميّزلهم الأنّ لفظ المميّزِ يغنى عن ذكر العدد فيهما تقول عندى رجلٌ ورجلانِ وأماسائرالأعدادفلابدّ لهامن مميّزفتقول مميّز الثلثة اِلَى العشرةِ مخفوض مجموعٌ تقول ثلثةرجالٍ وثلث نِسوَةٍ اِلا اذا كان المميّزلفظ المائةفحينئذٍيكون مخفوضاًمفرداً تقول ثلث مِاتٍ والقياس ثلث مِات اومئينَ ومُميّزُ أحد عشر الىٰ تسعة وتسعين منصوبٌ مفردٌ تقول أحد عشر رجلاً واحدٰى عشرة امرأةً وتسعةٌ وتسعون رجلاً وتسع وتسعون امرأة ومميز مائةٍ والف وثنيتهما وجمع الالف مخفوضٌ مفردٌتقول مئة رجلٍ ومئةُ امرأةٍ والفُ رجلٍ وألف امرأةٍ ومائتارجلٍ ومائتاامرأةٍ وألفارجلٍ وألفاامرأةٍ وثلثةُ الاف رجلٍ وثلث الاف امرأةٍ وقس علىٰ هٰذا ۔))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ أحد اور اِثنَين کے لیے کوئی ممیّزنہیں ہوتااس لیے کہ ممیّز کالفظ کفایت کرتا ہے ان دونوں میں عدد کے ذکر سے جیسے تُو کہے عندی رجلٌ ورجلان اوررہے باقی سارے اعدادتوان کے لیے ممیّز کاہوناضروری ہے پس تُو کہے گا ثلٰثة سے عشرة تک کی ممیّز جمع مجرور،تُو کہے گا ثلٰثةرجالٍ وثلٰث نِسوَةٍ مگر جب ممیّز کالفظ ہوتواس وقت مفرد مجرور ہوگا جیسے تُو کہےثلٰث مِاٰئةٍ اور قیاس یہ ہے ثلٰث مِاٰت اومأينَ اور أحد عشر سے تسعة وتسعين تک کی ممیّز مفردمنصوب ہوگی جیسے تُو کہے أحد عشر رجلاً،احدٰى عشرة امرأةً،تسعةٌ وتسعون رجلا،تسع وتسعون امرأة اورمائةٍ والف اور ان کے تثنیہ کی ممیّزاورالف کی جمع کا مفرد مجرور آئے گا جیسے تُو کہے مئة رجلٍ، مئةُ امرأةٍ،الفُ رجلٍ، الف امرأةٍ، مائتا رجلٍ، مائتا امرأةٍ، الفا امرأةٍ، ثلٰثةُ اٰلاف رجلٍ،ثلٰث اٰلاف امرأةٍ اور الفارجلٍ اوراسی پر باقی کو قیاس کر۔''

تشریح:

یادرہے کہ واحد اور اثنان کی تمیزنہیں آتی بلکہ تمیز میں ان کوعدد سے مستغنی کردیا جاتا ہے جیسے عِنْدِیْ رَجُلٌ،عِنْدِیْ رَجُلَانِ لیکن ایک اوردو کے علاوہ باقی تمام اعداد کی تمیز آتی ہے چنانچہ تین سے دس تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے جیسے:

عِنْدِیْ ثَلَاثَةُ رِجَالٍ،عِنْدِیْ ثَلَاثُ نِسْوَةٍ

ہاں اگر تمیز میں لفظ مِائَة ہوتو اس وقت تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے عِندِیْ ثَلاثُ مِائَةٍ یہاں مِآت نہیں کہہ سکتے اور گیارہ (۱۱) سے ننانوے (۹۹) تک کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے عِندِیْ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً وَاِحْدٰی عَشَرَ اِمْرَأَة، اور تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ رَجُلاً وتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِمْرَأَة

اگر ایک سو یا ایک ہزار کا عدد ہو یا ان کا تثنیہ ہوں یا ہزار کی جمع ہوتو ان سب کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے: مِأَةُ رَجُلٍ، مِأَةُ اِمْرَأَةٍ. اَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ اِمْرَأَةٍ. مِاَتَا رَجُلٍ، مِاَتَا اِمْرَأَةٍ. اَلْفَا رَجُلٍ، اَلْفَا اِمْرَأَةٍ. ثَلٰثَةُ اٰلافِ رَجُلٍ، ثَلاثُ اٰلافِ اِمْرَأَةٍ اور پھر انہی کی وجہ سے مزید اعداد کو ان پر قیاس کرتے ہیں۔



فصل

تذکیر وتانیث کا بیان

((فصل الاسم إمامذکروإفامؤنث مالمؤنث مافیه علامته التانیث لفظًا أو تقدیراً والمذکر مابخلافهٖ وعلامته التانیث ثلثةٌ التاء کطلحة والألف المقصورةُ کحبلیٰ والألف الممدودة کحمراء والمقدرة إنماهو التاء فقط کأرضٍ ودارٍبدلیل أُرَیْضَةٍودُوَیْرَة))

''اسم یا تو مذکر ہوگا اور یا مؤنث، پس مؤنث وہ ہے جس میں علامتِ تانیث لفظاً ہو یا تقدیراً اور مذکر اس کے خلاف پر ہے اور علامتِ تانیث تین ہیں: تاء جیسے طلحة، الف مقصورہ جیسے حبلیٰ اور الف ممدودہ جیسے حمراء، اور مقدرہ علامت صرف تاء ہوتی ہے جیسے أرضٍ ودار اس دلیل کے ساتھ (کہ ان کی تصغیر ہے) أُرَیْضَةٍودُوَیْرَةٌ.''

تشریح:

اقسام:

اسم کی باعتبار تذکیر وتانیث دو قسمیں ہیں:

① مذکر ② مؤنث

وجہ تقدیم:

تقسیم میں ماتن نے مذکر کو مؤنث پر اس لیے مقدم کیا ہے کہ ایک تو جنسِ مذکر جنسِ مؤنث سے مقدم ہے اور دوسرا مذکر علامتِ تانیث سے خالی ہوتا ہے جبکہ مؤنث میں علامتِ تانیث ہوتی ہے، جو علامت سے خالی ہو وہ بمنزلہ مفرد ہوتا ہے اور جس میں علامت ہو وہ بمنزلہ مرکب ہوتا ہے اور ترتیب میں مفرد، مرکب سے مقدم ہے لہٰذا اس کو پہلے ذکر کر دیا۔

اعتراض:

تقسیم میں تو مذکر کو مقدم کیا گیا تھا لیکن تقسیم کے بعد مؤنث کا پہلے ذکر شروع کر دیا، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

تقسیم کے بعد مؤنث کو مقدم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ مؤنث میں علامتِ تانیث پائی جاتی ہے اور ان علامتوں کا شمار چونکہ ممکن تھا اس لیے اس محدود قسم کو لامحدود پر مقدم کردیا کہ وہ اسم جس میں یہ علامات نہ ہوں وہ مذکر ہوگا یایوں کہیے کہ مؤنث کی علامات وجودی تھیں اور مذکر علامات سے خالی تھا اور وجود، عدم سے اشرف ہے اس لیے مؤنث کو مذکر پر مقدم کردیا گیا۔

علاماتِ تانیث:

تانیث کی تین علامتیں ہیں:

① تآء جیسے طَاهِرَةٌ اور تاء سے مراد وہ تاء ہے جو حالتِ وقف میں ہآء سے بدل جاتی ہے چنانچہ بَیْتٌ کی تآء اس میں شامل نہیں ہوگی کیونکہ یہ علامتِ تانیث نہیں ہے۔

② الف مقصورہ جیسے سَلْمٰی

③ الف ممدودہ جیسے حَمْرَاءُ

اور یہ تینوں علاماتِ تانیث لفظیہ ہیں، جبکہ ایک علامتِ تانیث مقدرہ تآء ہے جیسے اَرْضٌ اور دَارٌ کہ ان میں علامتِ تانیث تآء مقدرہ ہے کیونکہ ان کی تصغیر اُرَیْضَةٌ اور دُوَیْرَةٌ آتی ہے اور تصغیر سے اسم کی اصل حالت ظاہر ہوجاتی ہے۔

((ثم المؤنثُ علی قسمین حقیقی وھو مابازا ئہٖ ذکرٌ من الحیوان کامرأۃٍ وناقۃٍ لفظی وھومابخلافہ کظلمۃٍ وعینٍ وقد عرفتَ أحکام الفعل اذااُسنِدَ الَی المؤنث فلانعیدھا۔))

ترجمہ:

''پھر مؤنث دوقسموں پر ہے: حقیقی، یہ وہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر ہو جیسے امرأۃٌ وناقۃٌ اور لفظی اس کے بخلاف ہے جیسے ظلمۃٌ وعینٌ اور آپ فعل کے احکام پڑھ چکے ہیں جب وہ مؤنث کی طرف اسناد کیا گیا ہو پس ہم انہیں نہیں لوٹائیں گے۔''

تشریح:

اقسامِ مؤنث:

مؤنث کی دوقسمیں ہیں:

① حقیقی ② غیر حقیقی

مؤنث حقیقی:

وہ ہوتی ہے جس کے مقابلے میں کوئی جاندار مذکر ہو جیسے اِمْرَأَةٌ، نَاقَةٌ

مؤنث غیر حقیقی:

وہ ہوتی ہے جس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو جیسے ظُلْمَةٌ، شَمْسٌ

احکام:

اگر فعل کا فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ بھی نہ ہو تو فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے ضَرَبَتْ فَاطِمَةُ

لیکن اگر فعل کا فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو یا فاعل مؤنث حقیقی ہو مگر فعل و فاعل کے درمیان کچھ فاصلہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں فعل کو مؤنث لانا اور مذکر لانا دونوں طرح جائز ہے جیسے ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ اور ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ، طَلَعَ الشَّمْسُ اور طَلَعَتِ الشَّمْسُ دونوں طرح کہہ سکتے ہیں، لیکن یہ جواز الامرین مؤنث غیر حقیقی پر اس وقت ہے جبکہ فاعل ظاہر ہو لیکن اگر فاعل ضمیر ہو تو پھر فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ مُتَدَبِّراً.

❀......❀......❀

فصل

تثنیہ کا بیان

((فصل المثنیٰ اسمٌ الحِقَ باٰخرہٖ ألفٌ أویاءٌ مفتوحٌ ماقبلھاونونٌ مکسورۃٌ لیدل علیٰ أنَّ معہٗ اٰخرَ مثلہٗ نحورجلان ورجلَین ھٰذافی الصحیح أما المقصور فان کانت الفہ منقلبۃ عن واو وکان ثلاثیًا رد الیٰ اصلہٖ کعصوان فی عصاوان کانت عن یاءٍ أوواوٍ وھو اکثرمن الثلاثی أولیست منقلبۃً عن شیءٍ تقلب یاءً کرحیان فی رحیٰ وملھیان فی ملھیٰ وحباریان فی حباریٰ وحبلیان فی حبلیٰ وأماالممدود فان کانت ھمزاتہ أصلیۃً تثبت کقُرّاٰان فی قرَّاءٍ وان کانت للتانیث تقلب واواکحمراوان فی حمراءَ وان کانت بدلا من أصلٍ واواًأویاءً جازفیہ الوجھان ککساوان وکسااٰن۔))

ترجمہ:

"مثنّٰی وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف یایاء ماقبل مفتوح اورنون مکسور ہوتا کہ وہ دلالت کرے اس پر کہ اس کے ساتھ اسی جیسا ایک اور بھی ہے جیسے رجلان اور رجلَین یہ صحیح میں ہے، رہا مقصورتو اگر اس کا الف واوٴ سے بدلا ہوا ہواور وہ ثلاثی ہوتو اسے اس کی اصل کی طرف لوٹایا جائے گا جیسے عصا میں عصوان اوراگر یاء سے یاواوٴ سے بدلا ہواور وہ ثلاثی سے بھی زیادہ ہو یاکسی چیز سے بدلا ہوا نہ ہوتو اسے یاء سے بدل دیا جائے گا جیسے رحیٰ میں رحیان اورملھٰی میں ملھیان اورحباریٰ میں حباریان اورحبلٰی میں حبلیان اوررہا ممدودتو اگر اس کا ہمزہ اصلی ہوتو وہ ثابت رہے گا جیسے قرَّاء میں قُرّااٰن اوراگر تانیث کے لیے ہوتو واوٴ سے بدل جائے گا جیسے حمراءَ میں حمراوان اوراگر وہ اصل میں ہی واوٴ یایاء سے بدلا ہوتو اس میں دووجہیں جائز ہیں جیسے کساوان اور کسااٰن ."

تشریح:

تثنیہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں "الف" یا "ی" ماقبل مفتوح اور نون مکسور زیادہ کیا جائے تا کہ دلالت کرے اس کے ساتھ اس کی جنس سے ایک اور فرد بھی ہے جیسے رَجُلَانِ کہ یہ رَجُلٌ کا تثنیہ ہے۔ رَجُلٌ پر جب الف نون زیادہ کیا جائے تو یہ دلالت کررہا ہے کہ اس رَجُل کے ساتھ ایک اور رَجُل بھی ہے، اب یہ تثنیہ والا معنی آخر میں زیادتی سے آیا ہے۔

لیدلّ علیٰ انّه معه آخر مثله:

اس قید سے ایک تو تثنیہ تغلیبی نکل گیا، تثنیہ تغلیبی اسے کہتے ہیں کہ جس میں ایک اسم کو دوسرے پر غلبہ دے کر تثنیہ بنا دیا گیا ہو جیسے اَبَوان کہ یہ اُمٌّ اور اَبٌ کا تثنیہ ہے لیکن اَبٌ کو اُمٌّ پر غلبہ دے کر اَبَوان کر دیا اور قَمَرَانِ کہ یہ قمر و شمس کا تثنیہ ہے مگر قمر کو شمس پر غلبہ دے کر قَمَرَان کہہ دیا۔ لیکن جب ماتن نے لِیَدُلَّ علیٰ اَنَّ مَعَهٗ آخِرِ مِثلهٗ کی قید لگا کر اسے نکال دیا تو اسی طرح وہ مشترک اسم بھی نکل گیا جس کے دو معنی ہوں مثلاً قرءٌ کہ یہ طہر اور حیض دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے اب قَرْءَانِ دو طہروں اور دو حیضوں پر بولا جائے تو تثنیہ ہے لیکن اگر ایک طہر اور ایک حیض کو قَرْءَ ان کہا جائے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ پہلے کی مثل نہیں ہے۔

تثنیہ کا قائدہ یعنی الف نون یا ''یاء'' ماقبل مفتوح کا ہونا یہ صحیح اسم کے لیے ہے، اگر اسم مقصور ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں: یا تو وہ الف، واؤ، یا سے بدلا ہوا ہوگا یا نہیں، اگر بدلا ہوا ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں: کلمہ ثلاثی ہے یا زائد عن الثلاثی، اگر ثلاثی ہے تو اس الف کو تثنیہ بناتے وقت واؤ سے بدل دیں گے چنانچہ عَصَا کا تثنیہ عَصَوَان ہوگا، لیکن اگر وہ مبدل من الواؤ ہے اور زائد عن الثلاثی ہے یا مبدل من الیاء ہے برابر ہے کہ کلمہ ثلاثی ہو یا زائد عن الثلاثی یا غیر مبدل من الاٰخر ہے تو ان اصول اربعہ میں الف کو یا سے بدل دیا جائے گا۔

مثال مبدل من الواؤ غیر ثلاثی کی مَلْهیٰ کہ اس کا تثنیہ مَلْهَیَان ہے اور مثال مبدل من الیاء ثلاثی کی رَحیٰ کہ اس کا تثنیہ رَحَیَانِ ہے۔

مثال مبدل من الیاء غیر ثلاثی کی اَعْشیٰ کہ اس کا تثنیہ اَعْشَیَان ہے اور مثال غیر مبدل کی حَبَارٰی کہ اس کا تثنیہ حَبَارَیَانِ ہے۔

اگر اسم کے آخر میں الف ممدودہ ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں: یا تو اس کا ہمزہ اصلیہ ہوگا تو یہ بوقتِ تثنیہ سلامت رہے گا جیسے قُرَّاءٌ کی تثنیہ قُرَّاءَانِ ہے اگر وہ ہمزہ تانیث کا ہے تو اسے واؤ سے بدل دیا جائے گا جیسے حَمْرَاءُ کا تثنیہ حَمْرَوَانِ ہے اگر وہ ہمزہ واؤ یا ''یاء'' سے بدلا ہوا ہے تو اس میں دو وجہ جائز ہیں جیسے کَسَاءٌ کہ اصل میں کَسَاوٌ تھا، اب اس میں دو وجہ جائز ہیں: کَسَاءَ انِ اور کَسَاوَانِ.

((ویجب حذف نونہٖ عند الاضافةِ تقول جاء نی غلاما زیدٍ و مسلما مصر وکذالك تُحذف تاء التانیث فی تثنیةالخُصیة والالیةِ خاصةً تقول خصیان والیان لانهمامتلازمان فکأنهماشیٌ واحدٌ))

ترجمہ:

''اور واجب ہے اس کے نون کو حذف کرنا اضافت کے وقت جیسے تُو کہے جاء نی غلاما زیدٍ ومسلما

مصر اوراسی طرح تائے تانیث کوحذف کیا جاتا ہے خُصیةٌ اورالِیةٌ کی تثنیہ میں خاص طور پر جیسے تُو کہے خُصیان والیان اس لیے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کولازم ہیں گویا کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔''

تشریح:

یہاں سے تثنیہ کے متعلق ایک اور ضابطے کی طرف اشارہ ہے، وہ ضابطہ یہ ہے کہ تثنیہ کا نون حالتِ اضافت میں گر جاتا ہے، اس سقوط کی وجہ یہ ہے کہ اضافت سے مضاف میں تغیر معنوی تو معلوم ہے، لیکن تغیر لفظی یہ ہے کہ مضاف میں تخفیف ہوجاتی ہے، اب یہ تخفیف مفرد میں حذفِ تنوین کے ساتھ ہوتی ہے اور تثنیہ میں حذفِ نون کے ساتھ چنانچہ جب غُلَامَانِ کی اضافت کی جائے تو غُلَامَازَیْدٍ کہا جائے گا۔

پھر جس طرح تثنیہ میں اضافت کے وقت نُون گر جاتا ہے اسی طرح لفظ خصیة اور الیة ہے ان میں تثنیہ بناتے وقت تا کو گرانا جائز ہے اوران کا تثنیہ خُصْیَتَان، اِلْیَتَان اور خَصْیَان، اِلْیَان دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ سقوطِ تا کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ خُصیہ کے ہر فرد تلازم ہے تو یہ بمنزلہ ایک عضو ہوگئے جب یہ بمنزلہ ایک عضو کے ہیں تو تائے تانیث ہمیشہ اسم کے آخر میں آتی ہے نہ کہ درمیان میں اگر خُصْیَتَان کہا جائے تو تا کے درمیان کلمین ہونالازم آئے گا۔

((وأعلم أنّهٗ اذااُرید اضافة مثنیً الیٰ المثنی یعبر عن الأول بلفظ الجمع کقوله تعالیٰ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا وفَاقْطَعُوْآ اَیْدِیَھُمَاوذٰلِك لکراھةِ اجتماع تثنیتین فیماتاکدالاتصالُ بینهمالفظاً ومعنیً ۔))

ترجمہ:

''اورجان لے کہ جب ارادہ کیا جائے مثنّٰی کی اضافت کا مثنّٰی کی طرف تو تعبیر کیا جائیگا اوّل کولفظِ جمع کے ساتھ جیسے قولہ تعالیٰ: فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا اور فَاقْطَعُوْ آ اَیْدِیَھُمَا اور یہ دوتثنیوں کے جمع ہونے کی کراہت کی وجہ سے ہوتا ہے اس جگہ میں جہاں دونوں کے درمیان اتصال کرنا مؤکد ہولفظاً اورمعناً''

تشریح:

یہاں سے یہ ضابطہ دے رہے ہیں کہ جب اضافتِ تثنیہ الی التّثنیہ ہو تو پہلے تثنیہ کو جمع کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جیسے فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا اور فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا یہاں پر قیاس کے لحاظ سے یَدَیْھِمَا اور قَلْبَا کُمَا ہونا چاہیے تھا لیکن اجتماعِ تثنیتین سے بچنے کے لیے پہلے کو جمع سے تعبیر کر دیا گیا۔

❀ ❀ ❀

فصل

اسم جمع کا بیان

((فصل المجموع اسمٌ دلَّ علی احادٍمقصودة بحروف مفردة بتغیر ما امّا لفظِیٌّ کرجالٍ فی رجُلٍ او تقدیریٌّ کفلکٍ علیٰ وزن اُسدٍ فاِنَّ مفردہٗ أیضاً فلکٌ لکنہٗ علیٰ وزن قُفْلٍ فقومٌ ورَھطٌ ونحوُہٗ وان دلَّ علیٰ اٰحادٍلکنہٗ لیس بجمعٍ اذالامفردلہٗ۔)) .

ترجمہ:

''مجموع وہ اسم ہے جودلالت کرے ایسے آحاد پر جوحروفِ مفردہ سے مقصود ہوں کچھ تغیر کیساتھ، یاوہ لفظی ہوجیسے رجُلٌ میں رجالٌ تقدیری ہوجیسے فُلکٌ بروزن اُسدٌ پس اس کامفرد بھی فلکٌ ہی ہوتا ہے لیکن وہ قُفلٌ کے وزن پر ہوتا ہے، پس قَوْمٌ اور رَھْطٌاور اس جیسے دیگر اگر چہ وہ دلالت کریں آحاد پر لیکن وہ جمع نہیں بنیں گے کیونکہ ان کی مفرد نہیں ہے۔''

تشریح:

تعریف:

جمع اس اسم کو کہتے ہیں جس کے مفرد کے آخر میں تھوڑا سا تغیّر کرکے اس بات پر دلالت کی جائے کہ اس مفرد کے ساتھ اس جیسے دوسرے افراد بھی ہیں جیسے رَجُلٌ میں تغیّر کرکے رِجَالٌ بنایا گیا اور یہ لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رَجُلٌ کے ساتھ دوسرے بھی رَجُل کے افراد ہیں۔

تغیر کی اقسام:

پھر یہ تغیّر دوقسم پر ہے: یا تو لفظی ہوگا جیسے رَجُلٌ سے رَجَالٌ یا تقدیری ہوگا جیسے فُلُکٌ (بمعنی کشتی) اس کی جمع بھی فُلُکٌ ہے، البتہ یہاں تغیّر تقدیری ہے اس لیے جو فُلُکٌ مفرد ہے وہ بروزن قُفُلٌ اور جو فُلُکٌ جمع ہے وہ بروزن اُسُدٌ کے ہے۔اور قُفُلٌ مفرد اور اُسُدٌ جمع ہے لہٰذا یہاں تغیّر تقدیری ہے۔

ماتن نے بِحُرُوْفٍ مُفْرَدَۃٍ کہا اس قید سے اسمائے عدد، اسمائے اجناس (غنم، بقر، اِبل، خیل) اور قَوْمٌ ورَھطٌ کے کلمے نکل گئے یہ سب افراد پر دلالت کرتے ہیں لیکن انہیں جمع نہیں کیا جاتا کیونکہ ان کا مفرد ہی نہیں، اور جمع وہ ہوتا ہے جس کے مفرد میں تغیّر کیا جائے۔

((ثم الجمع علی قسمين مصحَح وهو مالم يتغيربناء واحدہٖ ومكسر وهو مايتغيرفيه بناء واحده والمصحح علی قسمين مذكرٌوهوما اُلحقَ بآخرہٖ واو مضمومٌ ماقبلهاونون مفتوحةٌ كمُسلمونَ أوياءٌ مكسورٌماقبلهاونونٌ كذلك ليدُلَّ علیٰ أنَّ معهٗ اكثرمنهُ نحومسلِمِينَ وهٰذافی الصحيح))

ترجمہ:

''پھر جمع دو قسموں پر ہے صحیح وہ ہے جس کے واحد کی بناء نہ بدلے اور مکسر وہ ہے جس میں اس کے واحد کی بناء بدل جائے۔ اور صحیح دو قسموں پر ہے: مذکر اور یہ وہ ہے جس کے آخر میں واوَ ماقبل مضموم ہو اور نون مفتوح ہو جیسے مسلمُونَ یا یاء ہو جس کا ماقبل مکسور ہو اور نون اسی طرح ہو، تا کہ وہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اس جیسے بہت زیادہ ہیں جیسے مسلِمِينَ اور یہ صحیح میں ہوتا ہے۔''

تشریح:

جمع کی دو قسمیں ہیں:

① جمع سالم ② جمع مکسر

جمع سالم:

وہ ہوتی ہے جس میں مفرد کی بناء سلامت رہے جیسے ضَارِبٌ سے ضَارِبُوْنَ

جمع مکسر:

وہ ہوتی ہے جس میں مفرد کی بناء سلامت نہ رہے جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ

❀ جمع سالم کی پھر دو قسمیں ہیں:

① جمع مذکر سالم ② جمع مؤنث سالم

جمع مذکر سالم:

وہ ہوتی ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں واوَ ماقبل مضموم یا یا ماقبل مکسور اور نون مفتوح کا اضافہ کیا جائے جیسے مُسْلِمُوْنَ، مُسْلِمِیْنَ اور یہ اضافہ اس لیے کیا کہ واوَنون یا یانون کا اضافہ کر کے جمع بنانا اسم صحیح کا ضابطہ ہے۔

((أمّا لمنقوصُ فتحذف ياؤهٗ مثلُ قاضون وداعونَ والمقصور يحذفُ لفهٗ ويُبقیٰ ماقبلَهَامفتوحاً ليدُلَّ علیٰ ألف محذوفة مثل مُصطفَون ويختص بأولی العلم وامّا قولهم سِنُونَ وأرضون وثُبُون وقلون فشاذٌ۔))

ترجمہ:

"رہا منقوص تو اس کی یاء حذف کردی جاتی ہے مثلاً قَاضُوْنَ وَدَاعُوْنَ اور مقصور کا الف حذف کردیا جاتا ہے اور اس کے ماقبل کو باقی رکھا جاتا ہے جو مفتوح ہوتا کہ وہ دلالت کرے الف محذوفہ پر مثلاً مُصطفَونَ اور خاص کیا گیا ہے أُولُو الْعِلْمِ کے ساتھ اور رہا ان کا قول سِنُون، أرضون، ثبُون، قلون تو یہ شاذ ہے۔"

تشریح:

اگر اسم منقوص ہو تو اس کی جمع سالم بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ یا کو حذف کردیا جاتا ہے جیسے قَاضِيُ سے قَاضُوْنَ کہ اصل میں قَاضِيُوْنَ تھا، یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیدی، پھر یا اور واؤ ساکن تھے یا کو گرادیا تو قَاضُوْنَ ہو گیا۔

اسی طرح دَاعُوْنَ ہے کہ یہ اصل میں دَاعِوُوْنَ تھا، واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دی، واؤ کو یاء سے بدلا، التقائے ساکنین سے یاء گرگئی تو دَاعُوْنَ ہو گیا۔

لیکن سِنُون، أرضون، ثبُون، قلون کہنا قاعدے کے خلاف ہے۔

اور اگر اسم مقصور کی جمع مذکر سالم بنانی ہو تو اس وقت الف کو حذف کر کے فتحہ ماقبل کو باقی رکھا جائے گا تا کہ فتحہ حذفِ الف پر دلالت کرے چنانچہ مُصْطَفٰی کی جمع مُصْطَفَوْن آتی ہے۔

يُختصّ باُولي العِلم:

اس سے مراد ہے کہ واؤ نون کے ساتھ جمع مذکر سالم بنانا ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے۔

اعتراض:

اس پر اعتراض یہ تھا کہ اَرْضٌ (زمین) سَنَةٌ (سال) ثُبَةٌ (جماعت) قُلَةٌ (گلّی ڈنڈا) ان سب کی جمع واؤ نون کے ساتھ آتی ہے، جیسے اَرْضُوْنَ، سَنُوْنَ، ثُبُوْنَ، قُلُوْنَ حالانکہ یہ ذوی العقول نہیں ہیں۔

جواب:

ماتن نے فَشَاذٌ کہہ کر اس اعتراض کا جواب دے دیا کہ ان اسمائے مذکورہ کی جمع واؤ نون کے ساتھ آنا شاذ ہے۔

((ويجب أن لايكون أفعل مؤنثهٗ فعلاء كأحمرَ وحمراءَ ولافعلان مؤنثُهٗ فَعلیٰ كسكران وسكریٰ ولا فعيلا بمعنى مفعول كجريح بمعنى مجروحٍ ولا فعولا بمعنى فاعِلٍ كصبورٍ بمعنیٰ صابر ويجب حذف نونِهٖ بالاضافةِ نحو مسلِمو مصر))

ترجمہ:

''اور واجب ہے کہ وہ أفعل نہ ہوجس کی مؤنث فَعْلَاء آتی ہوجیسے أحمر اور حمراء اورنہ ہی فعلان ہوجس کی مؤنث فَعلیٰ ہوجیسے سکران اورسکریٰ اور نہ ہی فعیل بمعنی مفعول ہو جیسے جریح بمعنی مجروح اورنہ ہی فعول بمعنی فاعِل ہوجیسے صبور بمعنی صابر اورواجب ہے اس کے نون کوحذف کرنا اضافت کی وجہ سے جیسے مسلِمو مصر.''

تشریح:

یہاں سے جمع مذکر سالم کی منفی شرطوں کو بیان کیا جارہا ہے، سب سے پہلی شرط یہ ہیکہ واؤنون کے ساتھ اس اسم کی جمع ہوگی جو اَفعل فعلاء نہ ہویعنی ایسا اسم جس کا مذکر أَفعل کے وزن پرآتا ہواورمؤنث فعلاء کے وزن پرآتی ہوجیسے اَحْمَر حَمْرَاء اس کی جمع واؤنون کے ساتھ نہیں آئے گی لہٰذا آپ أَحْمَرُوْن نہیں کہہ سکتے۔

وَلا فَعْلَان مُؤنثهٔ فَعْلَاء:

یعنی ایسا اسم نہ ہوجو فَعْلَان کے وزن پر ہواس کی مؤنث فَعْلیٰ ہوجیسے سَکْرَان کی جمع سَکْریٰ اس کی جمع بھی واؤنون کے ساتھ نہیں آئیگی۔

وَلافَعِيْلٌ وَلا فَعُوْلٌ:

یعنی ایسا فَعِیْل نہ ہوجس میں مذکراورمؤنث مساوی ہوں جیسے جَرِیْحٌ بمعنی مَجْرُوْحٌ اور ایسا فَعُوْلٌ بھی نہ ہوجس کی مؤنث اور مذکر مساوی ہوں جیسے صَبُوْرٌ بمعنی صَابِرٌ یہ دونوں ایسے صیغے ہیں جو مذکراورمؤنث دونوں کی صفت بنتے ہیں،اور کہاجاتا ہے رَجُلٌ جَرِیْحٌ ،اِمْرَأَۃٌ جَرِیْحٌ اسی طرح کہاجاتا ہے رَجُلٌ صَبُوْرٌ ،اِمْرَأَۃٌ صَبُوْرَۃٌ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر وہ صیغہ صفت جو مذکراورمؤنث کے لیے مساوی طور پر استعمال ہوتا ہے اس کی جمع واؤنون کے ساتھ نہیں آتی ہے۔

وَيَجِبُ حُذْف نُوْنِهٖ بِالْاِ ضَافَةِ:

جمع مذکر سالم کے نون کو اضافت کے وقت گرانا واجب ہے کیونکہ یہ نون انفصال کو چاہتا ہے جبکہ اضافت اتصال کو چاہتی ہے۔ چونکہ اتصال اورانفصال ضدّین ہیں، اس لیے اگراس نونِ اضافت کو باقی رکھا گیا تو اجتماعِ ضدّین لازم آئے گا لہٰذا یہ نون اضافت کے وقت گراکر مُسْلِمُو الْمَدِیْنَۃِ پڑھیں گے۔

((مؤنثٌ وھوما ألحق باٰخِرِہٖ الفٌ وتاءٌ نحومسلماتٌ وشرطہٗ ان کان صفۃً ولہٗ

مذکَرٌ أن يكون مذكرهٗ قد جُمعَ بالواوِوالنون نحو مسلمونَ وان لم يكن له مذكرفشرطهٗ أن لايكون مؤنثاً مجرداًعن التّاء كالحائِضِ والحامل وان كان اسماًغير صفة جمع بالألف والتاءِ بلاشرطٍ كهندات۔))

ترجمہ:

''اور جمع مؤنث وہ ہے کہ جس کے آخر میں الف اور تاء آتے ہوں جیسے **مسلمات** اور اس کی شرط یہ ہے کہ اگر وہ صفت ہو اور اس کے لیے مذکر بھی ہو تو اس کے مذکر کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ لائی گئی ہو جیسے **مسلمون** اور اگر اس کے لیے مذکر نہ ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث تاء سے خالی نہ ہو جیسے **حائِض** اور **حامل**، اگر وہ صفت کے علاوہ اسم ہو تو اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ لائی جائے گی بغیر شرط کے جیسے **هندات**.''

تشریح:

جمع مؤنث سالم وہ ہے جس کے آخر میں الف تاء لاحق ہو، اس کے لیے شرط یہ ہے کہ یا تو اسم ہو اگر صفت ہے تو اس کا مذکر بھی ہو اور اس مذکر کی جمع واؤ نون کے ساتھ لائی جاتی ہو اور اگر مفرد کا مذکر نہ ہو تو اس کے جمع مؤنث سالم بنانے کی شرط یہ ہے کہ وہ لفظ تاء تانیث سے خالی نہ ہو جیسے **حَائِضٌ** کہ اس کی مؤنث **حَائِضَاتٌ** نہیں آتی، البتہ اگر ذُوالتاء یعنی **حَائِضَةٌ** ہو تو اس کی جمع **حَائِضَاتٌ** آتی ہے۔

حَائِضٌ اور **حَائِضَةٌ** میں لفظاً تفریق اس لیے ضروری ہے کہ ان دونوں میں معناً بھی تفریق ہے۔ **حَائِضٌ** بالغہ عورت کو کہتے ہیں جس میں حیض کی صلاحیت ہو، قطع نظر اس کے کہ وہ فی الحال حیض میں مبتلا ہے کہ نہیں، جبکہ **حَائِضَةٌ** اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الحال حیض میں مبتلا ہو، اب **حَائِضٌ** کی جمع **حُيَضٌ** آتی ہے جبکہ **حَائِضَةٌ** کی جمع **حَائِضَاتٌ** آتی ہے۔

اگر وہ اسم صفت نہ ہو بلکہ محض اسم ہو تو پھر اس کی جمع الف تاء کے ساتھ آتی ہے بغیر کسی شرط کے اعتبار کرنے کے جیسے **هِنْدٌ** سے **هِنْدَاتٌ**

((والمكسّر صيغته فى الثلاثى كثيرةٌ تُعرفُ بالسّماع كرجالٍ و افراس وفلوس وفى غير الثلاثى علىٰ وزن فعالل وفعاليل قياساً كماعرفت فى التصريف۔))

ترجمہ:

''اور مکسر کے صیغے ثلاثی میں بہت زیادہ ہیں جو سماع سے پہچانے جاتے ہیں جیسے **رجال**، **افراس**، **فلوس**

اور غیر ثلاثی میں فعالل اور فعالیل کے وزن پر ہوتے ہیں قیاساً جیسا کہ آپ نے گردان میں جانا۔"

تشریح:

جمع مکسر وہ ہے جس میں واحد کی بناء سلامت نہ رہے جیسے رِجَالٌ کہ یہ رَجُلٌ کی جمع ہے، اس جمع میں مفرد کی ترکیب باقی نہیں رہتی ہے، جمع مکسّر کے صیغے ثلاثی میں بہت سے ہیں جن کا علم سماع سے ہوتا ہے جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ، فَلَسٌ سے فَلُوسٌ

اورغیر ثلاثی میں قیاساً جمع مکسّر دو وزنوں پر آتی ہے:

① فَعَالِلُ جیسے دَرَاهِمُ ② فَعَالِیُل جیسے دَنَانِیر

((ثم الجمع أيضًا على قسمين جمع قلةٍ وهو مايطلق على العشرة فمادونها وابنيتُهٗ أفعُل وأفعال وأفعلَة وفعلة وجمعاالصّحيح بدون الام كزيدون ومسلماتٍ وجمع كثرة وهو مايطلق على مافوق العشرة وابنيتُهٗ ماعداهذه الابنيته۔))

ترجمہ:

"پھر جمع بھی دو قسموں پر ہے: جمع قلت وہ ہوتی ہے جس کا دس یا اس سے کم پر اطلاق کیا جائے اور اس کے اوزان یہ ہیں افعُل، افعال، افعلَة، فعلة اور صحیح کی دونوں جمع بغیر لام کے جیسے زیدون اور مسلمات اور جمع کثرت وہ ہوتی ہے جس کا دس کے اوپر اطلاق کیا جائے اوران اوزان کے علاوہ جو بھی اوزان ہیں وہ اس کے اوزان ہوں گے۔"

تشریح:

باعتبار مصداق کے جمع دو قسموں پر ہے:

① جمع قلّت ② جمع کثرت

ان کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے، مصنف فرمارہے ہیں کہ جمع قلّت وہ ہے جس کا اطلاق دس یا دس سے کم پر ہو اور جمع کثرت وہ ہے جس کا اطلاق دس سے زائد پر ہو، جبکہ دوسرے علماء کہتے ہیں کہ جمع کثرت وہ ہے جو دس سے لیکر مَالَا نِهَايَة تک ہے۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ جمع قلت کا اطلاق نو (۹) پر ہے دس (۱۰) پر نہیں ہے اور جمع قلّت کے چار اوزان ہیں جو کہ یہ ہیں:

① اَفْعُلٌ جیسے اَقْلُبٌ

② اَفْعَالٌ جیسے اَقْوَالٌ

③ اَفْعِلَةٌ جیسے اَشْرِبَةٌ

④ فِعْلَةٌ جیسے غِلْبَةٌ

جمع مذکر سالم وجمع مؤنث سالم بغیر الف لام کے جمع قلّت شمار کیے جاتے ہیں اور ان چار اوزان کے علاوہ جو جمع ہو وہ جمع کثرت ہوگی۔



فصل

مصدر کا بیان

((فصل المصدر اسمٌ یدُلُّ علی الحدث فقط ویشتقُّ منه الأفعال کالضرب والنصر مثلاً وابنیتُهٗ من الثلاثی المجرد غیر مضبوطة تُعرفُ بالسماعِ ومن غیرہٖ قیاسیةٌ کالإفعالِ والانفعال والاستفعال وفعلَلةِ والتفعلل مثلاً۔))

ترجمہ:

''مصدر وہ اسم ہے جو صرف دلالت کرے حدوث پر، اور مشتق ہوتے ہیں اس سے افعال جیسے ضرب اور نصر اور اس کے صیغے ثلاثی مجرد سے قاعدے کے مطابق نہیں ہوتے، وہ پہچانے جاتے ہیں سماع سے اور ثلاثی کے علاوہ قیاسی ہوتے ہیں جیسے اِفعال، انفعال، استفعال، فعلَلة اور تفعلل۔''

تشریح:

تعریف:

وہ اسم ہے جو فقط معنی پر دلالت کرے جیسے ضَرْبٌ کہ یہ مارنے پر دلالت کرتا ہے، حَدَثٌ اس معنی کو کہتے ہیں جو قائم بالغیر ہو، برابر ہے کہ وہ اس غیر سے صادر ہو یا نہ ہو، صادر ہونے کی مثال ضَرْبٌ، مَشْیٌ اور صادر نہ ہونے کی مثال مَوْتٌ، حَیَاتٌ کہ یہ معانی غیر سے صادر نہیں بلکہ اس کے ساتھ قائم ہوتے ہیں۔

اقسام:

مصدر سے افعال کا اشتقاق ہوتا ہے، پھر اشتقاق کی تین قسمیں ہیں:

① شقاق صغیر ② اشتقاق کبیر ③ اشتقاق اکبر

اشتقاق صغیر:

اسے کہتے ہیں کہ مصدر اور فعل حروفِ اصلیہ اور ترتیب میں برابر ہوں جیسے ضَرْبٌ سے ضَرَبَ

اشتقاق کبیر:

اسے کہتے ہیں کہ مصدر اور فعل نوعِ حروف میں برابر ہوں مگر ترتیب میں اختلاف ہو جیسے جَذَبَ کا مصدر جَبْذٌ

اشتقاق اکبر:

اسے کہتے ہیں کہ مصدر اور فعل مخرج میں متحد ہوں جیسے نَعَقَ اور نَهِقَ

وَاَبْنِيَتُهُ:

مصدر کے ثلاثی مجرد سے اوزان غیر محدود ہیں جن کا تعیّن سماع کے ساتھ کیا جاتا ہے، البتہ سیبویہ نے چالیس (۴۰) اوزان اور بعض نحویوں نے پینتیس (۳۵) اور بعض نے پینسٹھ (۶۵) شمار کیے ہیں، لیکن صحیح قول یہی ہے کہ ان کی تعداد موقوف علی السّماع ہیں۔

وَمِنْ غَيْرِهٖ قِيَاسِيَّةٌ:

ثلاثی مزید کے بارہ (۱۲) اوزان قیاسی ہیں، جو یہ ہیں:

افعال، تفعیل، مفاعلہ، تفعّل، تفاعل، افتعال، انفعال، استفعال، افعلال، افعیلال، افعیعال، افعوّال

اور رباعی کے قیاسی اوزان چار (۴) ہیں:

فَعْلَلَة جیسے دَحْرَجَةٌ

تَفَعْلُلٌ جیسے تَدَحْرُجٌ

اِفْعِنْلَالٌ جیسے اِحْرِنْجَامٌ

اور اِفْعِلَّالٌ جیسے اِقْشِعْرَارٌ

((فالمصدر ان لم يكن مفعولًا مطلقاً يعمل عَمَلَ فعلِهٖ أعنى يرفعُ الفاعلَ ان كانَ لازماً نحو اعجَبَنى قيامُ زيدٌوينصبُ مفعولاً أيضاً ان كان متعدّياً نحوُ اعجبنى ضربُ زيدٌ عمرواً ولايجوزتقديمُ معمول المصدرعليه فلايُقَال أعجبنى زيد ضربُ عمرواً ولاعمرواًضربُ زيدٌ ويجوز اِضافتهٗ الى الفاعل نحوكرِهتُ ضربَ زيدٍ عمرواً الى المفعولِ به نحو كرهت ضَرَبَ عمرٍوزيدٌ وأمّاان كانَ مفعولاً مطلقاً فالعمل للفعلِ الذى قبلَهٗ نحو ضربتُ ضرباً عمرواً فعمروٌ منصوب بضربتُ۔))

ترجمہ:

''پس مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو وہ اپنے فعل والا عمل کرتا ہے، میری مراد فاعل کو رفع دیتا ہے اگر وہ لازم ہو جیسے **اعجَبَنى قيامُ زيدٌ** اور مفعول کو نصب دیتا ہے اگر وہ متعدی ہو جیسے **اعجبنى ضربُ زيدٌ عمرواً** اور نہیں ہے جائز مصدر کے معمول کو اس پر مقدم کرنا پس نہیں کہا جائے گا: **اعجبنى زيد**

ضربٌ عمرواً ولاعمرواًضربُ زیدٌ اور جائز ہے اس کی اضافت فاعل کی طرف جیسے کرِھتُ ضربَ زیدٍ عمرواً اور مفعول بہ کی طرف جیسے کرھت ضَرَبَ عمرٍو زیدٌ اور رہا یہ کہ اگر وہ مفعول مطلق ہو تو اس کا عمل فعل کے لیے وہی ہوگا جو اس سے پہلے ہوگا جیسے ضربتُ ضرباً عمرواً پس عمرواً منصوب ہے ضربتُ کی وجہ سے۔''

تشریح:

مصدر دو حال سے خالی نہیں: یا وہ خود عمل کرے گا یا اس کا عامل عمل کرے گا، وہ خود اس وقت عمل کرتا ہے جب وہ مفعول مطلق نہ بن رہا ہو اور اس وقت وہ اپنے فعل والا عمل کرتا ہے یعنی اگر فعل لازمی تھا تو مصدر فاعل کو رفع دے گا جیسے اَعْجَبَنِیْ قِیَامٌ زَیْدٌ اور اگر فعل متعدی تھا تو مصدر کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے گا جیسے اَعْجَبَنِیْ ضَرْبٌ زَیْدٌ عَمْرواً

وَلَا یَجُوْزُ تَقْدِیْمُ:

معمولِ مصدر کو معمول پر مقدم کرنا جائز نہیں، کیونکہ مصدر ضعیف ہے اور ضعیف اپنے ماتحت پر تو عمل کرسکتا ہے مگر مافوق پر عمل نہیں کرسکتا چنانچہ اَعْجَبَنِیْ زَیْدٌ ضَرْبٌ عَمْرواً اور نہ ہی اَعْجَبَنِیْ عَمْرواً ضَرْبٌ زَیْدٌ کہہ سکتے ہیں۔

وَیَجُوْزُ اِضَافَتُہٗ:

مصدر کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے: بغیر اضافت کے جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں ہے اور اضافت کے ساتھ، مثال مصدر کی اضافت فاعل کی طرف جیسے کَرِھْتُ ضَرْبَ زَیْدٍ عَمْرواً اور مثال مصدر کی اضافت مفعول کی طرف کَرِھْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَیْدٌ

وَاَمَّا اِنْ کَانَ مَفْعُوْلاً مُطْلَقاً:

یعنی اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو اس وقت مصدر عمل نہیں کرتا بلکہ وہ فعل عمل کرتا ہے جو اس سے پہلے ہو جیسے ضَرَبْتُ ضَرْباً عَمْرواً اب یہاں عَمْرواً کا نصب ضَرَبْتُ کے ساتھ ہے۔



فصل

اسم فاعل کا بیان

((فصل إسم الفاعل إسمٌ مشتقّ من فعلٍ ليدُلَّ علىٰ من قام به الفعل بمعنى الحدوث وصيغتهٗ من الثلاثى المجرد على وزن فاعِلٍ كضاربٍ وناصرٍ ومن غيرهٖ علىٰ صيغَةِ المضارع من ذلك الفعل بميمٍ مضمُوم مكان حرفِ المضارعة وكسر ماقبل الاٰخرِ كمُدخلٍ ومستخرجٍ))

ترجمہ:

''اسم فاعل وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل سے تا کہ وہ دلالت کرے اس پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے بمعنی حدوث اور اسکا صیغہ ثلاثی مجرد سے کے وزن پر آتا جیسے ضاربٌ اور ناصرٌ اور اس کے علاوہ مضارع کے صیغوں پر اس فعل سے میم مضموم کے ساتھ حرفِ مضارع کی جگہ اور ماقبل آخر کے کسرہ کے ساتھ جیسے مُدخلٌ اور مستخرجٌ.''

تشریح:

اسم فاعل وہ اسم ہے جو نکالا گیا ہو فعل سے تا کہ وہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ وہ قائم ہو بمعنی پیدا ہونے کے۔

ماتن نے جب کہا: اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ تو اس میں تمام اسماء داخل تھے، جب کہا مُشْتَقٌّ مِّنَ الْفِعْلِ تو مصدر نکل گیا کیونکہ وہ فعل سے مشتق نہیں ہوتا بلکہ فعل اس سے مشتق ہوتا ہے، لِيَدُلَّ علىٰ مَن قَامَ بِهِ الْفِعْلُ کی قید سے اسم مفعول اور اسم تفضیل نکل گئے کیونکہ اسم مفعول وہ ہوتا ہے جس پر فعل واقع ہو نہ کہ اس کے ساتھ قائم ہو اور اسم تفضیل وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ فعل قائم ہو مع الزيادة اور اسم فاعل میں زیادت کا معنی نہیں لہٰذا اسم تفضیل بھی نکل گیا، اور بِمَعْنَى الْحُدُوْث کی قید لگائی تو صفت مشبّہ نکل گئی کیونکہ اس میں حدوث کا نہیں بلکہ دوام واستمرار کا معنی ہوتا ہے۔

وَصِيْغَتُهٗ:

یہاں سے ماتن اسم فاعل کے بنانے کا طریقہ بیان کر رہے ہیں، چنانچہ اسم فاعل دو حال سے خالی نہیں۔

ثلاثی مجرد سے ہوگا یا غیر ثلاثی مجرد سے، اگر ثلاثی مجرد سے ہے تو فَاعِلٌ کے وزن پر ہوگا جیسے ضَارِبٌ ونَاصِرٌ اور اگر غیر ثلاثی مجرد سے ہے تو خواہ ثلاثی مزید ہو، رباعی مجرد یا رباعی مزید ہو۔

ان سب کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسم فاعل کو فعل مضارع معروف سے بنایا جاتا ہے۔ حرف مضارعت کو ختم کر کے اس کی جگہ میم لاتے ہیں پھر اگر حرفِ مضارعت مفتوح تھا تو صرف میم مضموم لے آئیں گے جیسے یُدْخِلُ سے مُدْخِلٌ اور اگر حرف مضارعت تھا تو فتحہ کو ضمہ سے بدل دیں گے جیسے یَتَضَارَبُ سے مُتَضَارِبٌ دوسرا کام یہ کرتے ہیں کہ ماقبل آخر اس کا مفتوح تھا تو فتحہ کو کسرہ سے بدل دیں گے جیسے یَتَضَارَبُ سے مُتَضَارِبٌ اور یہی قاعدہ رباعی میں بھی جاری ہوگا۔

((وھو یعملُ عمل فِعلِه المعروف ان کان بمعنی الحال أوالاستقبالِ ومعتمدا علی المبتدأنحوزیدٌقائمٌ أبوہ أوذی الحالِ نحوجاء نی زیدٌ ضارباً أبوہ عمرواً وموصولِ نحو مررتُ بالضارب أبوہ عمرواً أو موصوفٍ نحو عندی رجلٌ ضاربٌ أبوہُ عمرواًاوھمزۃ الاستفھام نحو أقائمٌ زیدٌ أوحرفِ النفی نحوماقائمٌ زیدٌ فان کان بمعنی الماضی وجبَتِ الاضافةمعنیً نحو زیدٌ ضاربُ عمروٍ اَمسِ۔))

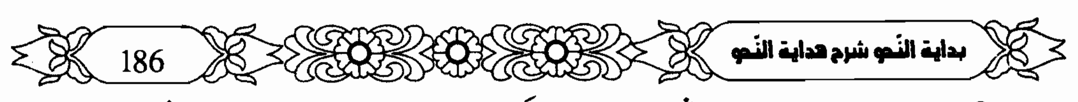
ترجمہ:

"اور وہ عمل کرتا ہے اپنے فعل معروف والا عمل اگر وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور اعتماد کیے ہوئے ہو مبتدا پر جیسے زیدٌقائمٌ أبوہ یا ذوالحال کے معنی میں ہو جیسے جاءنی زیدٌ ضارباً أبوہ عمرواً یا موصول جیسے مررتُ بالضارب أبوہ عمرواً یا موصوف جیسے عندی رجلٌ ضاربٌ أبوہُ عمرواً یا ہمزہ استفہام ہو جیسے أقائمٌ زیدٌ؟ یا حرفِ نفی جیسے ما قائمٌ زیدٌ پس اگر ماضی کے معنی میں ہو تو اضافت واجب ہے معناً جیسے زیدٌ ضاربُ عمروٍ أَمسِ."

تشریح:

اسم فاعل وہی عمل کرتا ہے جو اس کا فعل معروف کرتا تھا، لیکن یہ عمل دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے:

① اسم فاعل بمعنی حال واستقبال کے ہو، چنانچہ اگر وہ بمعنی ماضی کے ہوگا تو پھر فعل والا عمل نہیں کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل فعل مضارع سے بنایا جاتا ہے تو معنوی طور پر اس کے اندر بھی وہی زمانے ہونے چاہییں جو کہ فعل مضارع میں تھے، اگر اس میں ماضی کا معنی ہوگا تو فعل مضارع سے مشابہت اس کی ضعیف ہو جائے گی لہٰذا یہ فعل والا عمل بھی نہ کر سکے گا۔



(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ پانچ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد کیے ہوئے ہو وہ پانچ چیزیں یہ ہیں:

(۱) اس سے پہلے مبتدا ہو اور اسم فاعل کی خبر بن رہا ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ أَبُوْهُ

(۲) اس سے پہلے ذوالحال ہو اور اسم فاعل اس کا حال بن رہا ہو جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ ضَارِباً أَبُوْهُ عَمْرواً

(۳) اس سے پہلے موصول ہو اور اسم فاعل اس کا صلہ بن رہا ہو جیسے مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ أَبُوْهُ عَمْرواً

(۴) اس سے پہلے موصوف ہو اور اسم فاعل اس کی صفت بن رہا ہو جیسے عِنْدِيْ رَجُلٌ ضَارِبٌ أَبُوْهُ عَمْرواً

(۵) اس سے پہلے ہمزہ استفہام یا حرفِ نفی ہو، ہمزہ استفہام کی مثال أَقَائِمٌ زَيْدٌ حرف نفی کی مثال مَاقَائِمٌ زَيْدٌ،

جہاں پر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی وہاں اسم فاعل عمل نہیں کرے گا بلکہ وہ مابعد کی طرف مضاف ہو جائے گا اور بعد والا اسم مضاف الیہ کی بنیاد پر مجرور ہوگا جیسے زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو أَمْسِ یہاں عُمَرٍو باوجود مفعول ہونے کے مجرور ہے کیونکہ اسم فاعل بمعنی ماضی ہونے کی وجہ سے اس میں عمل نہیں کر رہا۔

((هٰذااِذاكان مُنَكَّراً أمّااذاكان مُعرَّفاباللّام يستَوِى فيه جميع الأزمنة نحو زيدنِ الضاربُ أبوهُ عمروانِ الاٰن أوغدا أوأمسِ۔))

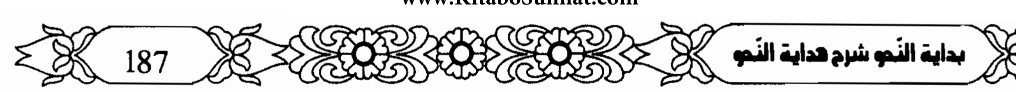
ترجمہ:

''یہ اس وقت ہے جب وہ نکرہ ہو اور رہا یہ کہ جب وہ معرّف باللّام ہو تو اس میں سب زمانے برابر ہوں گے جیسے زَيْدُ نِالضَّارِبُ أَبُوْهُ عَمْروانِ الاٰن أوغداأوأمسِ.''

تشریح:

یہ شرط کہ اسم فاعل بمعنی حال واستقبال ہو اس وقت ہے جب اسم فاعل نکرہ ہو، پس اگر اسم فاعل معرّف باللّام ہے تو مطلقاً فعل والا عمل کرے گا، برابر ہے کہ وہ بمعنی ماضی ہو، بمعنی حال ہو یا بمعنی استقبال۔

❀......❀......❀



فصل

اسم مفعول کا بیان

((فصل اسم المفعولِ اسمٌ مشتقٌّ من فعلٍ متعدٍّ لیدلَّ علیٰ من وقعَ علیه الفعلُ وصیغتهٗ من مجرّد الثلاثی علیٰ وزن مفعول لفظاً کمضروب أو تقدیراًکمقول ومرمیٍّ ومن غیرہٖ کاسم الفاعل بفتح ماقبل الاٰخر کمُدخَلٍ ومستخَرج۔))

ترجمہ:

''اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدّی سے مشتق ہو، تاکہ وہ دلالت کرے اس پر جس پر فعل واقع ہوا ہے اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعولٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے مضروبٌ یا تقدیراً جیسے مقولٌ اور مرمیٌّ اور اس کے علاوہ اسم فاعل کی طرح آخر کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ جیسے مُدخَلٌ اور مستخرَجٌ.''

تشریح:

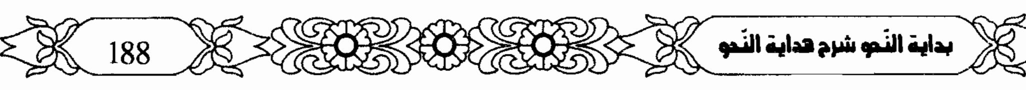
ماتن نے اِسْمٌ کہا تو اس میں تمام اسماء داخل تھے، مُشْتَقٌ مِنْ فِعْلٍ کی قید سے مصدر نکل گیا کیونکہ مصدر فعل سے نہیں نکلتا بلکہ فعل مصدر سے نکلتا ہے۔ مُتَعَدٍّ کی قید سے فعل لازمی نکل گیا، اس لیے کہ اسم مفعول فعل لازمی سے نہیں بنتا بلکہ وہ ہمیشہ فعل متعدی سے آتا ہے۔ لِیَدُلَّ عَلیٰ مَنْ وَّقَعَ عَلَیْهِ الْفِعْلُ کی قید سے اسم فاعل نکل گیا کیونکہ اس پر فعل واقع نہیں ہوتا بلکہ اس سے واقع ہوتا ہے اور اسم تفضیل بمعنی مفعول بھی نکل گیا جیسے اَشْهَرُ بمعنی مَشْهُوْرٌ کیونکہ اس میں زیادت کا معنی ہوتا ہے اور اسم مفعول میں زیادت کا معنی نہیں ہوتا۔

وَصِیغَتُهٗ:

اسم مفعول کا وزن ثلاثی مجرد سے مَفْعُوْلٌ کے وزن پر ہوتا ہے جیسے مَضْرُوْبٌ، مَنْصُوْرٌ، مَحْمُوْدٌ پھر یہ وزن یا تو لفظاً ہوتا ہے جیسا کہ امثلہ مذکورہ میں ہے یا تقدیراً ہوتا ہے جیسے مَقُوْلٌ، مَرْمِیٌّ کہ ان کا صیغہ تعلیل سے پہلے مَقْوُوْلٌ، مَرْمُوْیٌ تھا۔ تعلیل کے بعد اگرچہ یہ وزن لفظوں میں موجود نہیں ہے لیکن تقدیراً موجود ہے۔

وَمِنْ غَیْرِہٖ:

یعنی اسم مفعول غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کی طرح بنتا ہے، البتہ اسم مفعول کو فعل مضارع مجہول سے بنایا جاتا ہے اور اس کا ماقبل آخر ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے جیسے مُدْخَلٌ، مُسْتَخْرَجٌ، مُدَحْرَجٌ، مُتَدَحْرَجٌ



((ويعملُ عملَ فعلهِ المجهُول بالشرائطِ المذكورة فى اسم الفاعلِ نحوزيدٌ مضروبٌ غلامهٗ الاٰنَ اوغداً أوأمسِ۔))

ترجمہ:

''اور وہ عمل کرتا ہے اپنے فعل مجہول والا عمل اسم فاعل میں مذکورہ شرائط کے ساتھ جیسے زیدٌ مضروبٌ غلامهٗ الاٰنَ أوغداً أو أمسِ.''

تشریح:

اسم مفعول وہی عمل کرتا ہے جو فعل مضارع مجہول عمل کرتا ہے کہ یہ بھی فعل مضارع مجہول کی طرح نائب فاعل کو رفع دیتا ہے، البتہ اسم مفعول اور اسم فاعل میں فرق یہ ہے کہ اسم فاعل کے عمل کے لیے دو شرطیں تھیں:

1. اعتماد علیٰ أحد الخمسة
2. اس کا بمعنی حال و استقبال ہونا

جبکہ اسم مفعول میں اعتماد والی شرط تو ضروری ہے لیکن بمعنی حال و استقبال والی شرط ضروری نہیں، لہٰذا یہ تینوں زمانوں میں عمل کرتا ہے جیسا کہ مصنف کی مثال سے ظاہر ہے:

زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُهٗ اَلْاٰنَ اَوْغَداًاَوْاَمْسِ یہاں مَضْرُوْبٌ، غُلَامُهٗ کو بطور نائب فاعل رفع دے رہا ہے اَلْاٰنَ سے حال کی طرف غَداً سے استقبال کی طرف اور اَمْسِ سے ماضی کی طرف اشارہ ہے۔

❁......❁......❁

فصل

صفتِ مشبّہ کا بیان

((فصل الصفة المشبهة إسم مشتقٌّ من فعل لازمٍ ليدُلَّ علىٰ من قامَ بِهِ الفعل بمعنى الثبوت وصيغتهاعلى خلاف صيغةِاسم الفاعلِ والمفعول وانّماتعرف بالسّماعِ كحَسَنٍ وَصَعْبٍ وظريف وهِي تعمل عمل فعلها مطقاً بشرط الاعتمادِ المذكور))

ترجمہ:

''صفتِ مشبّہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو۔ تا کہ وہ دلالت کرے اس پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے بمعنی ثبوت۔ اوراس کا صیغہ اسم فاعل اور مفعول کے صیغہ کے خلاف آتا ہے اور وہ پہچانا جاتا ہے سماع سے جیسے حَسَنٌ، صَعْبٌ، ظریفٌ اور وہ عمل کرتا ہے اپنے فعل مطلق والا عمل اعتماد والی مذکورہ شرط کے ساتھ۔''

تشریح:

اس کو صفتِ مشبّہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مذکر مؤنث اور واحد تثنیہ جمع ہونے میں اسم فاعل کے ساتھ مشابہ ہوتی ہے ،صفتِ مشبّہ کا اشتقاق فعل لازمی سے ہوتا ہے اور یہ اس ذات پر دلالت کرتی ہے جس کے ساتھ فعل کا قیام بطورِ ثبوت اور استمرار کے ہوتا ہے۔ صفتِ مشبّہ اور اسم فاعل میں فرق صرف یہی ہوتا ہے کہ اسم فاعل میں صفت عارضی اور صفتِ مشبّہ میں صفت دائمی ہوتی ہے، چنانچہ ضَارِبٌ جس شخص کے لیے کہا جائے گا تو مراد یہ ہوگا کہ صفتِ ضرب پہلے نہ تھی اب ہوگئی ہے اور تھوڑی دیر میں صدورِ ضرب کے اختتام کے بعد یہ صفتِ ضرب بھی ختم ہوجائے گی، جبکہ صفتِ مشبّہ حَسَن جس شخص کے لیے کہا جائے گا اس میں صفتِ حُسن ہر وقت پائی جائے گی یعنی اس شخص میں پہلے بھی حُسن تھا اب بھی ہے اور رہے گا بھی

اِسْمٌ مُشْتَقٌ کی قید سے احتراز ہوا اسم جامد سے مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ کی قید سے احتراز ہوا اسم فاعل، اسم مفعول اور اسم تفضیل سے جو کہ فعل متعدّی سے مشتق ہوتے ہیں عَلٰی مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ کی قید سے احتراز ہوا اسم زمان، اسم مکان، اور اسم آلہ سے اور بِمَعْنَى الثُّبُوْتِ کی قید سے احتراز ہوا اسم فاعل سے کیونکہ وہ بمعنی حدوث ہوتا ہے اور اسم تفضیل سے کہ اس میں فعل کا قیام بمع زیادت ہوتا ہے۔

وصِیغتُھَا:

صفتِ مشبّہ کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغے سے مختلف ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ صفتِ مشبّہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغوں کے وزن پر نہیں آتی اور مخالفت کا معنی یہ بھی ہے کہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغوں کا وزن قیاسی ہے جبکہ صفتِ مشبّہ کے وزن قیاسی نہیں بلکہ سماعی ہیں، جیسے حَسَنٌ بمعنی خوبصورت، صَعْبٌ بمعنی مشکل اور دشوار، اور ظَرِیْفٌ بمعنی خوش طبع اور عقلمند۔

وَھِیَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِھَا مُطْلَقاً:

صفتِ مشبّہ مطلقاً بغیر زمانۂ حال واستقبال کی شرط کے اپنے فعل لازم کا سا عمل کرتی ہے اس لیے کہ وہ بمعنی ثبوت اور دوام کے ہوتی ہے نہ کہ بمعنی حدوث کے اور زمانۂ حال واستقبال کی شرط حدوث کے اوپر لگائی جاتی ہے البتہ اس کے عمل کے لیے اسم فاعل کی طرح مندرجہ ذیل پانچ چیزوں میں سے ایک پر اعتماد ضروری ہے:

① اس سے پہلے مبتدا ہو ② موصوف ہو ③ موصول ہو

④ ذوالحال ہو ⑤ ہمزہ استفہام یا حرف نفی ہو۔

((ومسائلھاثمانیۃعشر لأن الصفۃ امّاباللاّم أومجردۃ عنھاومعمول کل واحدٍمنھما امّامضافٌ أوباللاّم أومجردعنھمافھذہ ستّۃٌ ومعمول کلٍّ منھا امّامرفوعٌ اومنصوبٌ أومجرورٌ فذٰلکَ ثمانیۃ عشر وتفصیلھا نحو جاء نی زیدٌ ن الحسن وجھُہ ثلثۃ أوجہٍ وکذٰلکَ الحسن الوجہِ والحسن وجہٌ وحَسُنَ وجھِہٖ وحَسُنَ الوجہِ وحسن وجہٌ وھی علیٰ خمسۃ أقسامٍ منھا مُمتنعٌ الحسن وجہٍ والحسن وجھہ ومختلفٌ فیہ حسن وجھہ والبواقِی احسنُ ان کان فیہ ضمیرٌواحدٌ وحسنٌان کان فیہِ ضمیران وقبیح ان لم یکن فیہ ضمیرٌوالضابطۃ اَنَّکَ متیٰ رفعتَ بھا ممعولھافلاضمیر فی الصفۃ ومتیٰ نصَبْتَ أو جَررت ففیھا ضمیر الموصوف نحوزیدٌحسن وجھِہٖ۔))

ترجمہ:

''اور اس کے اٹھارہ مسائل ہیں اس لیے کہ صفت یا تو لام کے ساتھ ہوگی یا اس سے خالی ہوگی اور ان میں سے ہر ایک کا معمول یا مضاف ہوگا یا لام کے ساتھ ہوگا یا ان دونوں سے خالی ہوگا، پس یہ چھے بن گئے اور ان میں سے ہر ایک کا مفعول یا مرفوع ہوگا یا منصوب ہوگا یا مجرور ہوگا، پس یہ اٹھارہ ہوگئیں اور ان کی تفصیل جیسے جاء نی زیدٌ ن الحسن وحھُہ تین وجہیں اور اسی طرح الحسن الوجہُ، الحسن

وجہٍ، حَسُنَ وجھُہٗ، حَسُنَ الوجہُ، حسن وجہٌ اور یہ پانچ قسموں پر ہیں ان میں سے الحسن وجہٍ اور الحسن وجھہ ممتنع ہیں اور مختلف فیہ یہ ہے حسن وجھہ اور باقی اگر تو ان میں ایک ضمیر ہے تو احسن ہے اور اگر دو ضمیریں ہیں تو حسن اور اگر کوئی بھی ضمیر نہیں تو قبیح، اور ضابطہ یہ ہے کہ جب آپ صفتِ مشبہ کے ذریعے اس کے معمول کو رفع دیں گے تو صفت میں کوئی ضمیر نہ ہوگی اور جب آپ نصب دیں گے یا جر دیں گے تو اس میں موصوف کی ضمیر ہوگی جیسے زیدٌ حسن وجھہٖ۔"

تشریح:

صفت مشبّہ کے مسائل اور قسمیں اٹھارہ ہیں، ہر قسم کو مسئلہ اس لیے کہا کہ اس کے حکم سے سوال کیا جاتا ہے اور اس سے بحث کی جاتی ہے۔

صفتِ مشبّہ کی اٹھارہ قسموں کی وجہ مندرجہ ذیل ہے:

صفتِ مشبّہ دو حال سے خالی نہیں: یا اس پر الف لام ہوگا، یا نہیں ہوگا پھر ہر حالت میں معمولِ صفت تین قسم پر ہوگا:

① معرف باللّام ہوگا ② مضاف ہوگا ③ یا ان دونوں سے خالی ہوگا۔

اس طرح یہ چھ قسمیں بن جاتی ہیں۔ پھر ہر قسم میں معمول یا تو مرفوع ہوگا یا منصوب ہوگا، یا مجرور ہوگا یہ تین حالتیں ہُوئیں اور چھے کو جب تین سے ضرب دیا جائے تو اٹھارہ ہو جاتے ہیں، ان سب کی امثلہ اس طرح ہیں:

اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ، اَلْوَجْهَ، اَلْوَجْهِ. اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ، وَجْهَهٗ، وَجْهِهٖ. اَلْحَسَنُ وَجْهٌ، وَجْهاً، وَجْهٍ.

حَسَنٌ اَلْوَجْهُ، اَلْوَجْهَ، اَلْوَجْهِ. حَسَنٌ وَجْهُهٗ، وَجْهَهٗ، وَجْهِهٖ. حَسَنٌ وَجْهٌ، وَجْهاً، وَجْهٍ.

❀ اب ان اٹھارہ حالتوں کو ہم پانچ قسموں میں تقسیم کریں گے:

① احسن ② حسن ③ قبیح ④ ممتنع ⑤ مختلف فیہ

فائدہ:

صفتِ مشبّہ کا معمول جب مرفوع ہوگا تو رفع بنا بر فاعلیّت کے ہوگا اور جب منصوب ہوگا تو دو حال سے خالی نہیں: معرفہ ہے یا نکرہ، اگر معرفہ ہے تو مشابہتِ مفعول بہ کی وجہ سے منصوب ہوگا اور اگر نکرہ ہوگا تو بِنا بر تمیز کے منصوب ہوگا اور اگر اس کا معمول مجرور ہوگا تو وہ مضاف الیہ ہونے کی بناء پر ہوگا۔

پانچ شکلوں کا نقشہ

احسن یہ ہیں:

زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ، زَیْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ، زَیْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْهَ، زَیْدٌ اَلْحَسَنُ

وَجْهاً، زَيْدٌ حَسَنٌ اَلْوَجْهَ، زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهٗ، زَيْدٌ حَسَنُ الْوَجْهِ، زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهاً، زَيْدٌ حَسَنُ وَجْهٍ۔

حسن یہ ہیں:

زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهَهٗ، زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهَهٗ

قبیح یہ ہیں:

زَيْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ، زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٌ، زَيْدٌ حَسَنٌ اَلْوَجْهُ، زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهٌ

ممنوع یہ ہیں:

زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ، زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ

مختلف فیہ یہ ہے:

زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهِهٖ

ان تمام صورتوں کو ذیل کے نقشہ سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

قسم معمول	حالت رفعی	حالت نصبی	حالت جری
	صفت مشبہ معرف باللام ہو		
جبکہ معمول مضاف ہو	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ احسن	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهَهٗ حسن	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ ممنوع
جبکہ معمول معرف باللام ہو	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ قبیح	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْهَ احسن	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ احسن
جبکہ معمول دونوں سے خالی ہو	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٌ قبیح	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهاً احسن	زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ ممنوع
	صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو		
جبکہ معمول مضاف ہو	زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهٗ احسن	زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهَهٗ حسن	زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهِهٖ مختلف فیہ
جبکہ معمول معرف باللام ہو	زَيْدٌ حَسَنٌ اَلْوَجْهُ قبیح	زَيْدٌ حَسَنٌ اَلْوَجْهَ احسن	زَيْدٌ حَسَنُ الْوَجْهِ احسن
جبکہ معمول دونوں سے خالی ہو	زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهٌ قبیح	زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهاً احسن	زَيْدٌ حَسَنُ وَجْهٍ احسن

فصل

اسم تفضیل کا بیان

((فصل اسم التفضیل اسم مشتق من فعلٍ لیدُلّ علی الموصوف بزیادة علی غیره وصیغتُهٗ افعل فلایُبنیٰ الامن الثلاثی المجرد الّذی لیس بلون ولاعیب نحوزیدٌ افضل النَّاسِ۔))

''اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ وہ دلالت کرے موصوف پر اپنے غیر پر زیادتی کے معنی میں اور اس کا صیغہ أَفْعَلُ ہے پس یہ وزن نہیں بنایا جاتا مگر ثلاثی مجرد سے وہ کہ جس میں رنگ اور عیب کے معنی نہ ہوں جیسے زیدٌ أفضل النَّاسِ.''

تشریح:

اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل یعنی مصدر سے مشتق ہو اور اس ذات پر دلالت کرے جو اپنے غیر مصدری سے مصدری معنیٰ کے ساتھ زیادہ متصف ہو۔ بِزِیَادَةٍ عَلیٰ غَیْرِہٖ کی قید سے اسم فاعل، اسم مفعول، صفتِ مشبّہ نکل گئے، اسی طرح اسم مبالغہ بھی نکل گیا، کیونکہ یہ اگر چہ زیادت پر دلالت کرتا ہے مگر وہ زیادت فی نفسہٖ ہوتی ہے نہ کہ باعتبار غیر کے، جبکہ اسم تفضیل میں زیادت بہ نسبت غیر کے ہوتی ہے۔

اسم تفضیل کا صیغہ مذکر کے لیے بروزن اَفْعَلُ اور مؤنث کے لیے بروزن فُعْلیٰ آتا ہے اسی میں خَیْرٌ وَشَرٌّ داخل ہیں کہ یہ بھی اصل میں اَخْیَرُ اور اَشْرَرُ تھے، تعلیل کے بعد خَیْرٌ اور شَرٌّ ہو گئے ہیں۔

اسم تفضیل کا مذکورہ وزن صرف ثلاثی مجرد سے آتا ہے ثلاثی مزید، رباعی مجرد اور رباعی مزید سے نہیں آتا اس لیے کہ غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل کا آنا ناممکن ہے، کیونکہ اگر حروف کم کیے جائیں تو لفظاً ومعناً خلل آتا ہے اور اگر حروف کم نہ کیے جائیں تو اَفْعَلُ کے وزن پر نہیں پڑھا جاتا۔ پھر ثلاثی مجرد سے بھی اس وقت آتا ہے جب اس میں لون یا عیب کا معنی نہ ہو اس لیے کہ جس میں لون یا عیب کے معنی ہوں اس میں غیر تفضیل کے اَفْعَلُ صفت کا صیغہ آتا ہے، پس اگر اَفْعَلُ تفضیل کو بھی اس سے بنالیا جائے تو اَفْعَلُ تفضیل کا اَفْعَلُ صفت سے التباس آئے گا جیسے اَسْوَدُ، اَعْوَرُ انکی مؤنث سَوْدَاءُ، عَوْرَاءُ آتی ہے، اب اگر اَسْوَدُ کہیں تو اس سے معلوم نہیں ہوگا کہ اس سے مراد سیاہ رنگ والا ہے یا زیادہ سیاہ رنگ والا ہے۔ پھر یہ بات یاد رہے کہ عیب سے مراد ظاہری عیب ہے نہ کہ باطنی لہٰذا اَجْهَلُ، اَبْلَدُ، اَحْمَقُ جو جہالت، بلادت، حماقت، سے مشتق ہیں اور عیوبِ باطنہ ہیں ان سے

اعتراض وارد نہ ہوگا۔ زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ یہ افعل التفضیل کی مثال ہے اس میں اَفْضَلُ صیغہ اسم تفضیل ہے جو اَفْعَلُ کے وزن پر ہے اور فَضْلٌ سے مشتق ہے جو ثلاثی مجرد ہے اور لون وعیب ظاہری کے معنی سے خالی ہے۔

((فإن كان زائداًعلى الثّلاثى أوكان لوناً أوعيباً يجب أن يُبنىٰ أفعل من ثلاثى مجرد ليدلّ علىٰ مبالغةٍ وشدةٍ وكثرةٍ ثُمَّ يذكر بعدهٗ مصدر ذٰلك الفعلِ منصوباً على التمييز كماتقول هُو اَشَدُّ اِستخراجاً وأقوىٰ حُمرةً وأقبح عَرَجاً))

ترجمہ:

''پس اگر وہ زائدہ ہوثلاثی پر یارنگ اورعیب کے معنی میں ہوتو واجب ہے کہ اس کاوزن لایا جائے ثلاثی مجرد پر تا کہ وہ دلالت کرے مبالغہ،شدت، اور کثرت پر پھراس کے بعداس فعل کامصدر ذکرکیا جائے جو منصوب ہوتمیز ہونے کی بناء پر جیسےتو کہے هُو اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا اور اَقْوٰی حُمْرَةً اور اَقْبَحُ عَرَجًا.''

تشریح:

یعنی اگرفعل ثلاثی مجرد سے زائد ہو یاثلاثی تو مجرد ہومگراس میں لون یاعیب کامعنی ہوتو اس وقت یہ ضروری ہے کہ اَفْعَلُ کے وزن پر ثلاثی مجرد سے لفظ،شدت،کثرت،قوت،ضعف،قباحت یاحُسن سے اَفْعَلُ کا صیغہ بنایا جائے تا کہ وہ مبالغے پر دلالت کرے اور اس کے بعد اس فعل کے مصدر کو جس سے اسم تفضیل بنانا ممتنع ہے بنابر تمیز کے منصوب کریں جیسے:

هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ اِسْتِخْرَاجاً، هُوَ أَقْوىٰ مِنْهُ حُمْرَةً، هُوَ أَقْبَحُ مِنْهُ عَرجاً

پہلی مثال زائدعن الثلاثی کی ہے دوسری لون کی ہے اور تیسری عیب کی۔

((قياسُهٗ أن يكونَ للفاعلِ كمامرَّ وقَدْ جاء للمفعول قليلاً نحو أعذر وأشغل وأشهر۔))

ترجمہ:

''اور قیاس یہ ہے کہ وہ فاعل کے لیے ہوجیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے اور وہ کبھی مفعول کے لیے بھی آتا ہے لیکن قلیل جیسے أعذر،أشغل،أشهر.''

تشریح:

اسم تفضیل کا قیاسی استعمال یہ ہے کہ وہ فاعل کے لیے ہومفعول کے لیے نہ ہو، کیونکہ اگر اسم تفضیل دونوں کے لیے قیاسی ہوتو دونوں کثرت سے آئیں گے جس سے التباس واقع ہوگا اور یہ معلوم نہ ہوگا کہ وہ فاعل کے

لیے ہے یا مفعول کے لیے ہے، لہٰذا فاعل جو اشرف ہے اس پر اکتفا کیا جیسے اَفْضَلُ (زیادہ فضیلت والا) اور کبھی وہ خلافِ قیاس مفعول کی تفضیل کے لیے بھی آتی ہے جیسے :أَعْذَرُ، أَشْغَلُ، أَشْهَرُ

((واستعماله علیٰ ثلٰثةِ أوجهٍ امّا مُضاف کزید أفضل القوم أومعرّف باللام نحوزیدنِ الأفضل أوبمن نحو زیدأفضل من عمروٍویجوز فی الأوّل الافراد ومطابقة اسم التفضیل اللموصوف نحوزید أفضل القوم والزیدانِ أفضل القومِ وأفضلا القوم والزیدون أفضل القوم وأفضلوا القوم وفی الثانی یجب المطابقة نحوزید الأفضل والزیدان الأفضلان والزیدون الأفضلون وفی الثالثِ یجب کونه مفرداً مذکراً أبداً نحوزیدٌ وهندوالزیددان والهندان والزیدون والهندات أفضل من عمرو))

ترجمہ:

''اوراس کا استعمال تین وجہوں پر ہے: یاتو وہ مضاف ہوگا جیسے زیدٌ أفضلُ القومِ یا معرّف باللّام ہوگا جیسے زیدٌ نِالأفضل یا مِنُ کے ساتھ جیسے زید أفضل من عمروٍ اور جائز ہے پہلے میں مفرد لانا اور اسم تفضیل کی مطابقت موصوف کے ساتھ جیسے زیدأفضل القوم،الزیدانِ أفضل القومِ، أفضلا القومِ، الزیدون أفضل القوم،أفضلوا القوم اوردوسرے میں مطابقت واجب ہے جیسے زید الأفضل، الزیدان الأفضلان،الزیدون الأفضلون اورتیسرے میں واجب ہے مفرد مذکر ہونا ہمیشہ جیسے زیدٌ وهندٌ،الزیددان والهندان،الزیدون والهندات أفضل مِن عمروٍزیدٌ وهند والزیددان والهندان والزیدون والهندات افضل مِن عمروٍ.''

تشریح:

اسم تفضیل کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے:

① اضافت کے ساتھ ② الف لام کے ساتھ ③ مِنُ کے ساتھ

❀ جب اس کا استعمال اضافت کے ساتھ ہوتو اسم تفضیل میں دووجہ پڑھنی جائز ہیں:

① افراد یعنی اسم تفضیل مفرد ہوگا، برابر ہے کہ اس کا موصوف مفرد ہو، تثنیہ ہو، یا جمع ہو مذکر ہو یا مؤنث ہو جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ،زَیْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، زَیْدُوْنَ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، هِنْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، هِنْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، هِنْدَاتٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ

② دوسری وجہ مطابقت ہے، یعنی اسم تفضیل موصوف کے مطابق ہوگا افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیروتانیث میں جیسے :زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، زَیْدَانِ اَفْضَلَا الْقَوْمِ، زَیْدُوْنَ اَفْضَلُوْا الْقَوْم، هِنْدٌ فُضْلَی الْقَوْمِ،هِنْدَانِ فُضْلَیَا

الْقَوْمِ، هِنْدَاتُ فُضْلَيَاتُ الْقَوْمِ

یہاں افراد پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ استعمالِ اضافت استعمالِ مِنْ کے ساتھ مفضّل علیہ ذکر ہونے میں مشابہ ہے یعنی جیسے استعمالِ مِنْ میں مفضّل علیہ ذکر ہوتا ہے ایسے ہی یہاں پر مفضّل علیہ موجود ہے، اب استعمالِ مِنْ میں افراد پڑھنا واجب تھا تو جو اس کے مشابہ ہوگا اس میں بھی افراد پڑھنا جائز ہوگا۔ مطابقت کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر افعل التفضیل حقیقت میں موصوف کی صفت بن رہا ہے اگر چہ ترکیبی لحاظ سے خبر ہے، لہٰذا صفتیت کا اعتبار کرتے ہوئے مطابق پڑھنا بھی جائز ہے۔

❀ دوسرا استعمال یعنی معرّف باللّام، اس میں اسم تفضّل کا موصوف ہونے کے ساتھ مطابق ہونا واجب ہے کیونکہ یہاں اسم تفضیل موصوف کی صفت بن رہی ہے اور صفت موصوف میں مطابقت ضروری ہے چنانچہ کہاجائے گا :زَيْدُن الْاَفْضَلُ،زَيْدَانِ الْاَفْضَلَانِ،زَيْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ.هِنْدُ نِالْفُضْلىٰ،هِنْدَانِ الْفُضْلَيَانِ،هِنْدَاتُ نِ الْفُضْلَيَاتُ.

❀ تیسرا استعمال مِنْ کا ہے، یہاں اسم تفضیل میں افراد پڑھنا واجب ہے خواہ موصوف مذکر ہو یا مؤنث، مفرد ہو یا تثنیہ جمع جیسے زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو،زَيْدَانِ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو،زَيْدُوْنَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو،هِنْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو،هِنْدَانِ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو،هِنْدَاتٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو

اس استعمال میں تفضیل ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے، کیونکہ علامتِ تانیث یا علامتِ تثنیہ وجمع جب اس پر داخل ہوتو دوصورتیں ہیں: یاقبل از مِنْ داخل ہوں گی یا بعد از مِنْ.

مِنْ سے پہلے داخل ہونا جائز نہیں اس لیے کہ مِنْ شدّتِ اتصال کی وجہ سے جزِ کلمہ کے مثل ہے، پس اس وقت علامتِ تانیث یا تثنیہ جمع کا وسط کلمہ میں داخل ہونا لازم آئے گا اور وہ محال ہے اور اگر علامتِ تانیث اور تثنیہ جمع مِنْ کے بعد داخل ہوں تو یہ بھی جائز نہیں، اس لیے کہ مِنْ حقیقت میں دوسرا کلمہ ہے، پس اس وقت ایک کلمہ کی علامت کا ادخال دوسرے کلمہ پر لازم آتا ہے اور اس کا ناجائز ہونا أظهر من الشمس ہے۔

((وعلَى الأوجه الثلثة يضمرفيه الفاعلُ وهو فى ذٰلك المضرِ ولايعمل فى المظهر أصلاالافى مثل قولهم مارأيت رجلاً اَحْسَنَ فى عينهِ الكحلُ منه فى عينِ زيدٍ فانَّ الكحلَ فاعِلٌ لاَحْسَنَ وههُنا بحثٌ))

ترجمہ:

”اور تینوں وجوہ میں ضمیر لائی جائے گی اس میں فاعل کی اور وہ عمل کرے گا اس مضمر میں اور وہ نہیں عمل

کرے گا مظہر میں اصلاً مگر ان کے قول کی مثل میں :مارأیت رجلاً اَحُسَنَ فی عینہٖ الکُحُلُ مِنہ فی عَیُنِ زَیُدٍ پس بیشک الکحل فاعل ہے اَحُسَنَ کا اور یہاں بحث ہے۔''

تشریح:

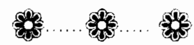
اسم تفضیل کے تینوں استعمالات میں اس کے اندر ضمیر فاعل مستتر ہوتی ہے اور یہ اسم تفضیل اس فاعل ضمیر کو رفع دیتا ہے اسم تفضیل اسم ظاہر کو رفع نہیں دیتا مگر مَارَأَیُتُ رَجُلًا اَحُسَنَ فِیُ عَیُنِہِ الُکُحُلُ مِنُہُ فِیُ عَیُنِ زَیُدٍ جیسی مثال میں، اور اس مثال سے مراد یہ ہے کہ اسم تفضیل کا اسم ظاہر کو رفع دینا تین شرطوں کے ساتھ مشروط ہے:

① اسم تفضیل باعتبار لفظ ایک شے کی صفت ہو اور باعتبار معنی اس شے کے متعلق کی صفت ہو۔

② وہ متعلق ایسا ہو جو اس شے کے اعتبار سے مفضّل ہو اور دوسری شے کے اعتبار سے مفضّل علیہ ہو۔

③ کلام منفی ہو۔

مَارَأَیُتُ رَجُلاً...الخ کا معنی یہ ہے ''نہیں دیکھا میں نے کوئی آدمی کہ زیادہ اچھا ہو اس کی آنکھ میں سرمہ اس سرمے سے جو زید کی آنکھ میں ہے۔''



القسم الثانی فی الفعل

((وقدسبق تعريفه وأقسامه ثلثةٌ ماضٍ ومضارعٌ وأمرٌ الأول الماضِي وهو فعلٌ دلَّ على زمان قبل زمانكَ وهومبنىّ على الفتح ان لم يكن مَعَهٗ ضميرٌ مرفوعٌ متحركٌ ولاواوٌ كَضَرَبَ ومَعَ الضميرالمرفوعِ المتحركِ على السكونِ كضَرَبْتُ وعلى الضمّ مَعَ الواوكضَرَبوا))

ترجمہ:

''کلمہ کی دوسری قسم فعل میں ہے،اس کی تعریف گزر چکی ہے اوراس کی اقسام تین ہیں:ماضی، مضارع اورامر۔پہلا ماضی اور یہ وہ فعل ہے جواپنے زمانے سے پہلے کے زمانے پردلالت کرے اور وہ مبنی برفتحہ ہوتا اگراس کے ساتھ ضمیرمرفوع متحرک نہ ہواوروا ؤنہ ہوجیسے ضَرَبَ اورضمیرمرفوع متحرک کے ساتھ مبنی برسکون ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتُ اورواؤ کے ساتھ مبنی برضمہ جیسے ضَرَبُوْا۔''

تشریح:

دوسری قسم فعل کی ہے،اس کی تعریف پہلے گزر چکی ہے۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

① ماضی ② مضارع ③ امر

الاوّل الماضی:

پہلی قسم ماضی ہے، ماضی کومقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا تقدمِ زمانِ مقتضی تھا تقدمِ ذکرکو۔

وَهُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰى زَمَان قَبْلَ زَمَانِكَ:

اس تعریف میں ''لفظ''،''فعل جنس تھا، جوتمام افعال کوشامل تھا دَلَّ عَلٰى زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِكَ یہ بمنزلہ فصل کے ہے اور اس سے باقی تمام فعل نکل گئے، کیونکہ ان میں گزراہوا زمانہ نہیں پایا جاتا، پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس سے مراد باعتبار وضع کے ہے تاکہ لَمْ يَضْرِبْ سے اعتراض نہ آئے۔معترض کہہ سکتا تھا کہ آپکی ماضی والی تعریف فعل مضارع منفی بہ لَمْ پرصادر آرہی ہے کیونکہ اس میں بھی زمانہ ماضی سے فعل کی نفی ہوتی ہے تو اس کا

جواب یہ ہے کہ جب وضع کی قید لگی تو یہ نکل گیا کیونکہ اس میں ماضی منفی کا معنیٰ وضع کی وجہ سے نہیں بلکہ لَمْ کے داخل ہونے کی وجہ سے اس میں ماضی کا معنیٰ آ گیا ہے۔

وھُوَ مَبْنِیٌّ عَلَی الْفَتْحِ:

یہاں دو چیزیں ہیں :

① ماضی کا مبنی ہونا ② مبنی برفتحہ ہونا

پہلے کی وجہ یہ ہے کہ ماضی پر معانی مقتضیہ للاعراب یعنی فاعلیت ،مفعولیت ،اضافت نہیں آتے لہٰذا یہ معرب بھی نہیں ہوتا بلکہ مبنی ہوتا ہے اور مبنی علی الفتحہ کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ اَخَفُّ الْحَرَکَات ہے لہٰذا جب کسی کلمے کو مبنی کرنا تھا تو اَخَفُّ الْحَرَکَات کے ساتھ کیا گیا۔

اِن لّم یکُن مَعہٗ ضَمِیرٌ:

یعنی ماضی مبنی برفتحہ اس وقت ہوتی ہے جب کہ اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو اور نہ ہی اس کے ساتھ واؤ ہو، کیونکہ اگر ضمیر مرفوع متحرکہ ماضی کے ساتھ ہوتو ماضی مبنی علی السکون ہوتی ہے جیسے ضَرَبْتَ،ضَرَبْتِ،ضَرَبْتُ اور اگر ماضی کے ساتھ واؤ کا اتصال ہوتو ماضی مبنی علی الضم ہوگی جیسے ضَرَبُوْا

((والثاني المضارع وهو فِعلٌ يشبهُ الاسمَ باحدىٰ حروفِ اَتَيْنَ فى أوّلهٖ لفظاً فى اتفاقِ الحركات والسّكنات نحو ُكضاربٍ و مستخرجٍ وفى دخول لام التاكيدفى أولهماتقول اِنَّ زيداًلَيَقُوْمُ كَماتقولُ اِنَّ زيدالقائِمٌ وفى تساوِيهمافى عْددالحروف ومعنىً فى اَنَّهٗ مشتركٌ بين الحالِ والاستقبال كاسمِ الفاعِلِ والذٰلك سَمَّوهُ مضارِعاً والسِّينُ وسوفَ تُخصِّصُهٗ بالاستقبالِ نحو سيضرب و سوف يضرب واللاّمُ المفتوحةُ بالحالِ نحو لَيضْرِب))

ترجمہ:

’’اور دوسرا مضارع ہے اور یہ وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہوتا ہے حروفِ اَتَیْنَ میں سے کسی ایک کے ساتھ جو اس کے شروع میں ہوں لفظاً حرکات وسکنات کے اتفاق میں جیسے یضرب ویَسْتَخْرِجُ یہ ضَارِبٌ وَمُسْتَخْرِجٌ کی طرح ہیں اور لامِ تاکید کے داخل ہونے میں ان دونوں کے شروع میں جیسے تُو کہے اِنَّ زَیْداً لَیَقُوْمُ یہ ایسے ہی ہے جیسے تُو کہے اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ اور عددِ حروف میں اس کے مساوی ہونے میں اور معناً اس چیز میں کہ وہ مشترک ہے حال اور استقبال کے درمیان اسم فاعل

کی طرح اور اسی لیے اس کا نام مضارع رکھا ہے اور سین و سوف یہ خاص کر دیتے ہیں اس کو زمانہ استقبال کے ساتھ جیسے سَیَضْرِبُ وَ سَوْفَ یَضْرِبُ اور لام مفتوحہ حال کے ساتھ جیسے لَیَضْرِبُ۔"

تشریح:

مضارع سے مراد:

دوسرا فعل مضارع ہے، مضارع کو مضارع اس لیے کہتے ہیں کہ مضارع کا معنی ہوتا ہے مشابہ۔ اصل میں مضارع ضَرْعٌ سے ماخوذ ہے اور ضَرْعٌ پستان کو کہتے ہیں، گویا فعل مضارع اور اسم فاعل نے ایک ہی پستان سے دُودھ پیا ہے اس لیے اس کو مضارع کہتے ہیں۔

اسم فاعل کیساتھ مشابہت:

فعل مضارع اسم فاعل کیساتھ لفظاً ومعناً مشابہ ہوتا ہے، لفظی مشابہت تین چیزوں میں ہوتی ہے:

1. عدد حروف میں، یعنی جتنے حروف اسم فاعل کے ہوتے ہیں اتنے ہی فعل مضارع کے ہوتے ہیں جیسے یَضْرِبُ اور ضَارِبٌ دونوں میں چار چار حروف ہیں اور یَسْتَخْرِجُ و مُسْتَخْرِجٌ دونوں میں چھے چھے حروف ہیں۔
2. حرکات وسکنات میں فعل مضارع اسم فاعل کے مشابہ ہوتا ہے جیسے ضَارِبٌ یَضْرِبُ، مُسْتَخْرِجٌ یَسْتَخْرِجُ
3. جس طرح اسم فاعل پر لامِ تاکید آتا ہے اسی طرح فعل مضارع پر بھی لامِ تاکید آتا ہے جیسے اِنَّ زَیْداً قَائِمٌ اور اِنَّ زَیْداً لَیَقُوْمُ معنوی لحاظ سے بھی فعل مضارع کو اسم فاعل کے ساتھ مشابہت حاصل ہے یعنی جیسے اسم فاعل میں حال و استقبال کا معنی ہوتا ہے اسی طرح فعل مضارع میں بھی حال واستقبال کا معنی ہوتا ہے اور جس طرح اسم فاعل کسی قرینہ کی وجہ سے حال یا استقبال کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے اسی طرح فعل مضارع بھی سین اور سَوْفَ کے داخل ہونے سے استقبال کے ساتھ اور لامِ مفتوحہ کے داخل ہونے سے حال کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے۔

((وحُروفُ المضارعةِ مضمومةٌ فی الرّباعیِ نحو یُدَحْرِجُ ویُخْرِجُ لأنَّ أصلهٗ یُأَخْرِجُ ومفتوحةٌ فی ماعَداہ کَیضْربُ ویَستَخرجُ وانّما اَعْرَبُوْہُ مع انَّ أصل الفِعلِ البناءُ لمضَارعَتِہٖ أی لمشابَهتِہٖ الاسم فی ماعرفت وأصلُ الاسم الاعرابَ وذٰلك اذالم یتّصل بہٖ نونُ تاکید و لانونُ جمعِ المؤنّثِ واعرابُه ثلٰثةُ انواعِ رفع ونصبٌ وجزمٌ نحو هو یَضْرِبُ ولَنْ یَضْربَ وَلَمْ یَضْرِبْ))

ترجمہ:

''اورحروفِ مضارع مضموم ہوتے ہیں رباعی میں جیسے یُدَحْرِجُ ویُخْرِجُ، اس لیے کہ اس کی اصل یُأَخْرِجُ ہے اورمفتوح ہوتے ہیں اس کے علاوہ میں جیسے یَضْرِبُ و یَستَخرِجُ اور انہوں نے اس کواعراب دیاہے اس کے باوجود کہ فعل کی اصل بناء ہے اس کی مضارعت یعنی اس کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اسم کے ساتھ اس میں جوآپ جان چکے ہیں اوراسم کااصل اعراب ہے اور یہ اس وقت ہے جب نہ ملاہواہوفعل مضارع کے ساتھ نون تاکید اورنہ ہی نون جمع مؤنث اوراس کے اعراب کی تین قسمیں ہیں: رفع ،نصب اور جزم جیسے هُوَ یَضْرِبُ،لَنْ یَضْرِبَ،لَمْ یَضْرِبْ''

تشریح:

حروفِ مضارعت چار ہیں جن کا مجموعہ اتینَ ہے، یہ حروف ہر اس مضارع میں مضموم ہوتے ہیں جس کی ماضی چارحرفی ہو، برابر ہے کہ وہ ثلاثی مزید ہویارباعی مجرد جیسے یُکْرِمُ اور یُدَحْرِجُ اور جس کی ماضی چارحرفی نہ ہو وہاں مفتوح ہوتے ہیں برابر ہے کہ ماضی چارحرف سے کم ہو یا چارحرف سے زائد ہو جیسے یَضْرِب اور یَسْتَخْرِجُ

اشکال:

اِنَّمَا اَعْرَبُوْهُ سے ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فعل مضارع کو معرب کیوں پڑھتے ہیں؟

جواب:

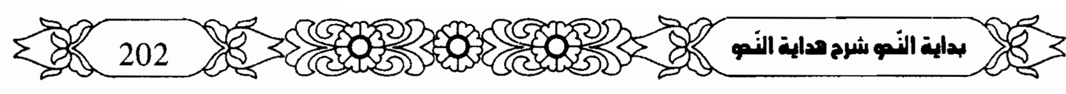
چونکہ اس کو اسم فاعل کیساتھ متعدّد امور میں مشابہت تھی لہٰذا اسے بھی معرب قرار دیدیا جو کہ اسماء میں اصل ہے البتہ جب فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید یا نون تانیث کا اتّصال ہوتو پھر فعل مضارع مبنی ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نُون اتّصال کی وجہ سے جُزِکلمہ کی طرح ہوگیا، اب اگر ہم اعراب فعل مضارع کے آخر میں جاری کرتے ہیں تو لازم آئے گا اعراب کا وسطِ کلمہ میں جاری ہونا، جو ناجائز ہے اور اگر ہم اعراب نؔ پر جاری کرتے ہیں تو یہ اور بھی زیادہ خراب ہے، کیونکہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ ایک کلمے کا اعراب آپ دوسرے کلمے پر جاری کررہے ہیں۔

واِعْرَابُهٗ ثَلٰثَةٌ:

فعل مضارع کے اعراب تین ہیں:

(۱) رفع (۲) نصب (۳) جزم

معلوم ہوا کہ رفع اور نصب یہ اسم اور فعل دونوں میں مشترک ہیں اور جزم مضارع کے ساتھ خاص ہے



جیسا کہ جَر اسم کے ساتھ خاص ہے، مثال:

هُوَيَضْرِبُ لَنْ يَّضْرِبَ لَمْ يَضْرِبْ

((فصلٌ فی أصنافِ اعراب الفعل وھی أربعةٌ الأول أن یکون الرفعُ بالضمة والنصبُ بالفتحة والجزمُ بالسُّکون ویُختصُّ بالمفردِ الصَّحِیح غیر المخاطبةِ تقُول ھو یضربُ ولنْ یَّضْرِبَ ولَمْ یَضْرِبْ والثانی أن یکون الرفعُ بثبوت النون والنصب والجزم بحذفِھاو یختصّ بالتثنیة وجمعِ المذکرولمفردةِ المخاطبةِ صحیحاًکان أو غیرہٗ تقولُ ھُمایفعلانِ وھم یفعلُونَ وانتِ تفعلینَ ولن یَفعلاَ ولن یفعلوا ولن تفعلِی ولم تَفعلا ولم تَفعلو أولم تفعلی والثالث أن یکون الرفع بتقدیرالضمة والنصب بالفتحة لفظاًوالجزم بحذفِ اللاّمِ ویختصّ بالناقصِ الیائیِّ والواوِیّ غیرتثنیةٍ وجمعٍ ومخاطبةٍوتقولُ ھویَرْمِی ویَغْزُوْولَنْ یَّرْمیَ ویَغْزُ وَلَمْ یَرْمِ یعزُوالرابع أن یکون الرفع بتقدیرالضمةِ والنصبُ بتقدیر الفتحةِ والجزم بحذف اللام ویُخْتَصُّ بالناقص الالفی غیر تثنیہٍ وجمعٍ ومخاطبةٍ نحوھو یسعٰی ولن یَّسْعٰی ولم یَسْعَ))

ترجمہ:

”اعرابِ فعل کی اصناف، اوروہ چار ہیں: پہلی یہ کہ رفع ہوضمہ کے ساتھ اورنصب ہوفتحہ کے ساتھ اورجزم ہوسکون کے ساتھ اور یہ خاص کیا گیاہے مفرد صحیح کے ساتھ جومخاطبہ نہ ہوجیسے تُو کہےھو یضربُ،لنْ یَّضْرِبَ،لَمْ یَضْرِبْ اوردوسری یہ کہ رفع ہوثبوتِ نون کے ساتھ اورنصب وجزم ہواس کے حذف کے ساتھ اور یہ خاص کیا گیاہے تثنیہ،جمع مذکر اورمفردہ مخاطبہ کے ساتھ خواہ وہ صحیح ہویاغیرصحیح ہوجیسے تُو کہےھُمایفعلانِ، ھُمْ یفعلُونَ، اَنْتِ تفعلینَ، لَنْ یَفعلاَ، لَنْ یَفْعَلُوْا، لَنْ تفعلِی، لم تَفعل، لم تفعلوا، لم تفعلی اورتیسری یہ کہ رفع ہوضمہ تقدیری کے ساتھ اورنصب ہوفتحہ لفظی کے ساتھ اورجزم ہوحذفِ لام کے ساتھ اور یہ خاص کیا گیاہے ناقص یائی اورواوی کے ساتھ جوتثنیہ وجمع اورمخاطبہ نہ ہوں جیسے ھُوَیَرْمِی ویَغْزُوْ،لَنْ یَّرْمِیَ ویَغْزُ،لَمْ یَرْمِ یعزُاورچوتھی قسم یہ ہے کہ رفع ہوضمہ تقدیری کے ساتھ،نصب ہوفتحہ تقدیری کے ساتھ اورجزم ہوحذفِ لام کے ساتھ اور یہ خاص کیا گیاہے ناقص الفی کے ساتھ جوتثنیہ وجمع اورمخاطبہ نہ ہوں جیسے ھُوَ یَسْعٰی،لَنْ یَّسْعٰی،لَمْ یَسْعَ.“

تشریح:

فعل کے اعراب کی چار قسمیں ہیں:

① رفع ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ کے ساتھ، جزم سکون کے ساتھ، یہ حالت خاص ہے اس فعل مضارع کے ساتھ جو صحیح ہو اور ضمائر بارزہ مرفوعہ سے خالی ہو۔

(ضمائر بارزہ تثنیہ مذکر ومؤنث، جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث مخاطب کی ہیں۔)

یہ اعراب پانچ صیغوں میں آئے گا: واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم وجمع متکلم۔

② رفع ثبوت نون کے ساتھ نصب وجزم حذف نون کے ساتھ۔

یہ اعراب اس فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے جو ضمائر بارزہ کے ساتھ متصل ہو یعنی تثنیہ وجمع مذکر، واحد مؤنث حاضر چنانچہ کہا جائے گا:

هُمَا يَفْعَلَانِ، هُمَاتَفْعَلَانِ، هُمْ يَفْعَلُوْنَ، اَنْتُمْ تَفْعَلُوْنَ، اَنْتِ تَفْعَلِيْنَ. لَنْ يَّفْعَلَا، لَنْ تَفْعَلَا، لَنْ يَّفْعَلُوْا، لَنْ تَفْعَلُوْا، لَنْ تَفْعَلِيْ. لَمْ يَفْعَلَا، لَمْ تَفْعَلَا، لَمْ يَفْعَلُوْا، لَمْ تَفْعَلُوْا، لَمْ تَفْعَلِيْ

③ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، نصب فتحہ لفظی کے ساتھ، جزم حذفِ کلام کے ساتھ یہ اعراب خاص ہے اس فعل مضارع کو جو ناقص واوی یا ناقص یائی ہو سوائے تثنیہ وجمع اور واحد مؤنث مخاطب کے اس کی مثال:

هُوَ يَدْعُوْ، هُوَ يَرْمِيْ۔ لَنْ يَدْعُوَ، لَنْ يَرْمِيَ۔ لَمْ يَدْعُ، لَمْ يَرْمِ

④ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ، اور جزم حذفِ لام کلمہ کے ساتھ۔

یہ اعراب خاص ہے ناقص الفی کے ساتھ سوائے تثنیہ وجمع اور واحد مؤنث مخاطب کے جیسے:

هُوَ يَسْعٰى، لَنْ يَسْعٰى، لَمْ يَسْعَ





فصل

فعل مرفوع کا بیان

((فصلُ المرفوع عَامِلُهٗ معنوِیٌّ وھوتجرُّدُہٗ عن النّاصِب والجازم نحو ھویضرب ویغزوویرمِی ویسعیٰ۔))

ترجمہ:

''فعل مرفوع، اس کا عامل معنوی ہوتا ہے اوروہ خالی ہونا ہے اس کا ناصب وجازم سے جیسے **ھویضرب ویغزوویرمِی ویسعی.**''

تشریح:

فعل مرفوع کا عامل معنوی ہے یعنی اس کا نواصب وجوازم سے خالی ہونا یہی اس کے لیے رفع دینے کا عامل ہے جیسے **ھُوَ یَضْرِبُ** یہاں **یَضْرِبُ** مرفوع ہے کیونکہ عامل ناصب اور عاملِ جازم سے خالی ہے۔اسی طرح **ھُوَیَدْعُوْ**،**ھُوَیَرْمِیْ**،**ھُوَ یَسْعٰی** ہے۔



فصل

فعل منصوب کا بیان

((فصلٌ المنصوب عاملُهٗ خمسةُ اَحْرُفٍ اَنْ ولَنْ وکَیْ واِذَنْ واَن المقدَّرةُ نحواُریْدُ أن تُحْسِنَ اِلَیَّ وأنا لَنْ اَضْرِبَكَ واسلمتُ کَیْ أدخُلَ الجنةَ واذنْ یغفِرَ اللّٰهُ لَكَ وتُقَدَّرُ اَنْ فی سبعةِمَواضِعَ بعدحتی نحواَسْلَمْتُ حَتّی ادْخُلَ الجنّة ولامِ کَیْ نحوقَامَ زیدٌ لیذهبَ ولام الجحد نحوماکان اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ والفاءِ الواقعةِ فی جوابِ الأمرِ والنهی والاستفهامِ والنفی والتمنی والعرضِ نحواَسْلِمْ فَتَسلِمَ ولا تَعْصِ فَتُعَذِّبَ وهل تَعَلَّمُ فتنجو وماتزورُنافنکرِمَك ولیتَ لی مالاً فأُنفقَهٗ واَلاتنزِلُ بنافتُصِیبَ خیراً وبعد الواوالواقعةِ فی جوابِ هٰذِهِ المواضعِ کذٰلكَ نحو اَسْلِمْ وَتَسْلِمْ الیٰ اٰخره وَبعداوبمعنیٰ الیٰ اَنْ اواِلّااَنْ نحولَا جْلِسَنَّكَ أوتعطِیَنِی حَقِّیْ واو العَطفِ اذاکان المعطوفُ علیهِ اسماًصریحاً نحواعجبنی قیامُك وتخرجَ))

ترجمہ:

''وہ فعل جس کونصب دیا گیاہو، اس کے عامل پانچ حروف ہیں : اَنْ،لَن،کَیْ،اِذَنْ اوراَن مقدَّرة جیسےاُرِیْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ،انا لَنْ اَضْرِبَكَ، اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ، اِذَنْ یَغفِرَ اللّٰهُ لَكَ اور اَنْ مقدرہ ہوتا ہے سات مواضع میں :حَتّٰی کے بعد جیسے اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْجَنَّةَ لامِ کَیْ کے بعد جیسے قَامَ زَیْدٌ لِیَذْهَبَ لامِ جحد کے بعد جیسے مَاکَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ اوراس فاء کے بعد جوامر،نہی،استفہام،نفی،تمنی اورعرض کے جواب میں واقع ہوجیسے اَسْلِمْ فَتَسْلِمَ، لاتَعْصِ فَتُعَذِّبَ، هَلْ تَعَلَّمُ فَتَنْجُوَ،مَاتَزُورُنافَنُکْرِمَكَ، لَیْتَ لِیْ مَالاًفَاُنفِقَهٗ،اَلاَ تَنزِلُ بِنَا فَتُصِیْبَ خَیْرًا اوراس واوَ کے بعد جوان مواضع کے جواب میں واقع ہوجیسے اَسْلِمْ فَتَسْلِمَ... الیٰ اٰخرہ اور اَوْبِمَعْنٰی اِلیٰ اَنْ یا اِلّااَنْ کے بعدجیسے لَاَجْلِسَنَّكَ اَوْ تُعْطِیَنِی حَقِّیْ اور واوَ عطف کے بعد جب کہ اس پر اسمِ صریح کا عطف کیا گیاہو جیسے اَعْجَبَنِی قِیَامُكَ وَتَخْرُجَ.''

تشریح:

فعل منصوب کونصب دینے والے پانچ حروف ہیں :اَنْ،لَنْ،کَیْ،اِذَنْ مثالیں کتاب میں مذکور ہیں۔

اَنْ:

ان حروفِ نوصب میں سے اصل ناصب اَنْ ہے کیونکہ اس اَن مُخَفَّفْ مِنَ الْمُثَقَّلْ کے ساتھ لفظاً ومعناً مشابہت حاصل ہے۔ لفظاً تو ظاہر ہے اور معناً مشابہت اس طرح ہے کہ جس طرح اَنْ مخفّفہ فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے اسی طرح اَنْ ناصبہ بھی فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے مثلاً اُرِیْدُ اَنْ اَکْتُبَ کا معنی ہوگا اُرِیْدُ الْکِتَابَةَ

لَنْ:

یہ تاکید نفی کے لیے آتا ہے، پھر اس میں تین اقوال ہیں: دِیہ کے نزدیک یہ کلمہ بِرَأْسِهَا ہے، اخفش اورفرّاء کے نزدیک اصل میں یہ لَا تھا الف کو نون سے بدل دیا گیا اور خلیل کے نزدیک اصل میں یہ لَا اَنْ تھا، پھر الف اور ہمزہ کو تخفیف کی غرض سے گرا دیا۔

کَیْ:

یہ سببیت کے لیے آتا ہے یعنی اس کا ماقبل اس کے مابعد کے لیے سبب بن جاتا ہے جیسے اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ یہاں اسلام سبب ہے دخولِ جنت کے لیے۔

اِذَنْ:

اس میں بھی دو اقوال ہیں:

جمہور کے نزدیک اِذَنْ کلمہ بِرَأْسِهَا ہے، لیکن بعض نحویوں کے نزدیک اِذَنْ اصل میں اِذَا ظرفیہ تھا، اس کے مضاف الیہ کو حذف کر کے اس کی جگہ تنوین لائی گئی تو اِذَنْ بن گیا۔ اِذَنْ قائل کے قول کا جواب بنتا ہے اور اُردو میں ''پھر تو'' کا معنی دیتا ہے جیسے کوئی کہے: اَسْلَمْتُ آپ جواب دیں: اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ

اَنْ مقدّرہ:

اَنْ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور یہ سات مقامات پر مقدّرہ ہوتا ہے:

① حَتّٰی کے بعد جیسے اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْجَنَّةَ

② لامِ کَیْ کے بعد جیسے قَامَ زَیْدٌ لِیَذْهَبَ

③ لامِ جحد کے بعد (لامِ جحد اس لام کو کہتے ہیں جو کَانَ منفیہ کے بعد آئے) جیسے مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ

مذکورہ تینوں مقامات میں اَنْ کو مقدرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں حروفِ جارہ تھے اور حرفِ جار فعل پر داخل نہیں ہوسکتا تو اَنْ مقدر مان لیا جائے گا تاکہ وہ فعل اسم تاویلی بن جائے اور دخول جار اس پر صحیح ہو جائے

④ اَنْ مقدر ہوتا ہے اس فآء کے بعد جو فآء واقع ہو جوابِ امر، جوابِ نہی، جوابِ استفہام، جوابِ نفی، جوابِ تمنّی یا جوابِ عرض میں۔مثالیں کتاب میں مذکور ہیں۔

⑤ اَنْ مقدر ہوتا ہے اس واوٗ کے بعد جو واقع ہو بجائے فآء کے ان مذکورہ مقامات میں تو واوٗ کے بعد بھی اَنْ مقدّرہ ہوگا اس واوٗ کو واوٗ صرف کہتے ہیں۔

⑥ اَنْ مقدر ہوتا ہے اَوْ کے بعد وہ اَوْ جو بمعنی اِلیٰ یا اِلاّ کے ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مقدر نہ مانا جائے تو لازم آئے گا کہ فعل مجرور ہو رہا ہے یا مستثنیٰ بن رہا ہے، حالانکہ مجرور اور مستثنیٰ ہونا اسم کا خاصّہ ہے، لہٰذا اَوْ کے بعد اَنْ مقدر مان لیں گے تا کہ فعل اسم کی تاویل میں ہو جائے جیسے اُحْسِبَنَّكَ اَوْ تُعْطِيَنِيْ حَقِّيْ یعنی اِلیٰ اَنْ تُعْطِيَنِيْ حَقِّيْ یا اِلاّ اَنْ تُعْطِيَنِيْ حَقِّيْ

⑦ اَنْ مقدر ہوتا ہے واوٗ عاطفہ کے بعد جبکہ فعل کا عطف اسمِ صریحی پر ہو رہا ہے جیسے: اَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَتَخْرُجَ یہاں تَخْرُجَ کا عطف "کَ" ضمیر پر ہو رہا تھا اور عطفِ فعل علی الاسم جائز نہیں، لہٰذا واوٗ کے بعد اَنْ مقدر مان لیں گے تا کہ اسم کا عطف اسم پر ہو۔

((ويجوزُ اظهارُ اَنْ مَعَ لام كَى نحواَسْلَمْتُ لأن أدخل الجنة ومع واو العطفِ نحو أعجبنى قيامك واَنْ تخرجَ ويجبُ اظهاراَنْ فى لام كى اذااتصلت بلاالنافيةِ نحولئَلايعلَمَ))

ترجمہ:

"اور جائز ہے اَنْ کا اظہار لام کَی کے ساتھ جیسے اَسْلَمْتُ لِأَن أدخُلَ الْجَنَّةِ اور واوٗ عطف کے ساتھ جیسے أعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَاَنْ تَخْرُجَ اور واجب ہے اَنْ کا اظہار لامِ کَی میں جب تو ملائے لا نافیہ کے ساتھ جیسے لئَلايعلَمَ."

تشریح:

اَنْ مقدر کا ظاہر کرنا دو مقام میں جائز ہے:

① لامِ کَیْ کے بعد جیسے اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ

② واوٗ عاطفہ کے بعد جیسے اَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَاَنْ تَخْرُجَ

اَنْ کو ظاہر کرنا واجب ہے جب لامِ کَیْ کا اتصال لا نافیہ کے ساتھ ہو جیسے لِاَنْ لَا يَعْلَمَ یہ وجوب اس لیے ہے کہ تا کہ اجتماع لامَین لازم نہ آئے۔

((واعلم اَنَّ اَن الواقعة بعد العلمِ لَيستْ هى الناصبة للفِعل المضارع وانما هِى المخففة من المثقلةِ نحو علمتُ اَنْ سيقُومُ قال اللّٰهُ تعالىٰ عَلِمَ اَنْ سَيكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى واَن الواقعةَ بعد الظنِّ جازفيه الوجهانِ النصب بهاواَنْ تجعلهَاكالواقعة بعد العلمِ نحوظننتُ اَنْ سَيَقُوْمُ))

ترجمہ:

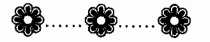
''اور جان لے کہ جو اَنْ واقع ہوعلم کے بعد وہ فعل مضارع کونصب نہیں دیتااوربیشک وہ مخفّفہ مِنَ المثقّلہ ہوتا ہے جیسے عَلِمْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَرْضٰی اورجو اَن واقع ہوظن کے بعدتواس میں دووجہیں جائز ہیں: اس کونصب دینااوراس کے مثل کرناجوعلم کے بعد واقع ہوجیسے ظننتُ اَنْ سَیَقُوْمُ.''

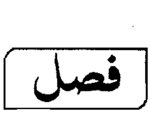
تشریح:

باب عَلِمَ کے بعد جو اَنْ ہوتا ہے وہ اَنْ ناصبہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اَن مُخفّف مِنَ المثقّل ہوتا ہے جیسے عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ یہاں اَنْ مخفّف من المثقّل ہے اوراس کی ضمیرشان حذف ہے اورسَیَکُوْنُ اس کی خبر ہے، لیکن جو اَنْ ظن کے بعدواقع ہواس میں دووجہیں ہیں:

① یہ اَنْ ناصبہ بنے گا اورفعل مضارع کونصب دے گا۔

② یہ اَنْ مخفّف من المثقّل ہوگا اوراس کے بعدخبرمرفوع ہوگی جیسے ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَیَقُوْمُ





فعل مجزوم کا بیان

((فصل المجزومُ عاملُهٗ لم ولمّاولام الأمر ولافی النهی وکلمِ المجازتِ وهی اِنْ ومَهْمَاواذماحیثماواَین ومتٰی وماومن وأَیٌّ واَنّٰی واِن المقدرةُ نحولَمْ یَضْرِبْ ولَمَّایَضْرِبْ ولیضربْ ولاتَضْرِبْ واِن تضرِب اَضرِبْ اٰه واعلم اَنَّ لم تقلبُ المضارعَ ماضیاًمنفیاًولماکذٰلك الاٰنَّ فیهاتوقعا بَعدَهٗ ودواماًقبلَهٗ نحوقام الأمیرلمایرکب وأیضاً یجوزحذف الفعل بعد لماخاصّةً تقولُ نَدِمَ زیدٌ ولمّای ولمّاینفعهٗاالنَّدَمُ ولاتقولُ نَدِمَ زیدٌولَم))

ترجمہ:

”فعل مجزوم، اس کا عامل لم، لمّا، لام امر، لاءِ نہی اور کلم المجازات ہیں اور وہ اِنْ، مَهْمَا، اذما، حیثما، أین، متٰی، ما، من، اَیٌّ، اَنّٰی اور اِن مقدرہ ہیں جیسے لَمْ یَضْرِبْ، لَمَّایَضْرِبْ، لِیَضْرِبْ، لَاتَضْرِبْ، اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ اٰہ اور جان لے کہ مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کردیتا ہے اور لَمَّا بھی اسی طرح ہے مگر اس میں اس کے بعد توقع ہوتی ہے اور اس سے پہلے دوام ہوتا ہے جیسے قَامَ الْاَمِیْرُ لَمَّایَرْکَبْ اور فعل کو حذف کرنا بھی جائز ہے لَمَّا کے بعد خاص طور پر جیسے تُو کہے نَدِمَ زیدٌ وَلَمَّایَعْنِیْ وَلَمَّا یَنْفَعُهَاالنَّدَم اور نہ تُو کہہ نَدِمَ زیدٌولَم۔“

تشریح:

جوازمِ فعل پانچ ہیں: لَمْ، لَمَّا، لَامِ امر، لائے نہی اور کلماتِ شرط

کلماتِ شرط یہ ہیں:

اِنْ، مَهْمَا، اِذْ مَا، حَیْثُ مَا، اَیْنَ، مَتٰی، مَا، مَنْ، اَیٌّ، اَنّٰی اور اِنْ مقدرہ

لَمْ و لَمَّا:

یہ فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کردیتے ہیں، پھر لَمَّا اور لَمْ میں فرق دو طرح پر ہے۔

☆ لَمَّا جس فعل پر داخل ہو اس میں پہلے دوام اور بعد میں توقع کا معنی ہوتا ہے بخلاف لَمْ کے، اس

میں یہ معنی نہیں ہوتا جیسے قَامَ الْاَمِیْرُ وَلَمَّا یَرْکَبْ (یعنی ابھی تک سوار نہیں ہوا، البتہ سوار ہونے کی توقع ہے)

۲ لَمَّا کا فعل حذف کرنا جائز ہے بخلاف لَمْ کے کہ اس میں فعل کا حذف جائز نہیں چنانچہ نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمَّا کہہ سکتے ہیں اور نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمْ نہیں کہہ سکتے نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمَّا کی تقدیر عبارت وَ لَمَّ یَنْفَعُهُ النَّدُمُ ہے۔

((وأماکلمُ المجازاتِ حرفاًکانت أواسماءً فهی تدخُلُ علی الجملتین لِتَدُلَّ علیٰ اَنَّ الاُولیٰ سببٌ للثانیة وتسمّی الأولیٰ شرطاً والثانیةُ جزاءً ثم ان کان الشرطُ والجزاءُ مضارِعَیْنِ یجبُ الجزوم فیهما لفظاً نحواِنْ تُکْرِمْنِیْ اُکْرِمْكَ وَاِن کاناماضِیَیْن لم تعمل فیهمالفظا نحوان ضربتَ ضربتُ واِن کان الجزاءُ وحده ماضِیاًیجب الجزم فی الشرط نحو اِنْ تضربنی ضربتُك واِن کانَ الشرطُ وحدَهٗ ماضِیاً جاز فی الجزاء الوجهانِ نحوان جئتَنِی اکْرِمُكَ۔))

ترجمہ:

''اور رہے کلماتِ مجاز خواہ وہ حرف ہوں یا اسم تو وہ داخل ہوتے ہیں دو جملوں پر تا کہ وہ دلالت کریں اس بات پر کہ پہلا جملہ سبب ہے دوسرے جملہ کا اور نام رکھا جاتا ہے پہلے کا شرط اور دوسرے کا جزاء۔ اگر شرط اور جزاء دونوں مضارع ہوں تو ان میں جزم واجب ہے لفظاً جیسے اِنْ تُکْرِمْنِیْ اُکْرِمْكَ اور اگر وہ دونوں ماضی ہوں تو ان میں عمل نہیں کرے گا لفظاً جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ اور اگر اکیلی جزاء ماضی ہو تو شرط میں جزم واجب ہے جیسے اِنْ تَضْرِبْنِیْ.''

تشریح:

کلماتِ شرط:

یہ خواہ اسم ہوں یا حرف، ہمیشہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں اور اس پر دلالت کرتے ہیں کہ پہلا جملہ دسرے کے لیے سبب ہے، پہلے کو شرط دوسرے کو جزاء کہتے ہیں جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ اور اگر شرط اکیلی ماضی ہو تو جزاء میں دو وجہیں جائز ہیں: جیسے اِنْ جِئتَنِی اُکْرِمُكَ

پھر یہ دونوں جملے چار حال سے خالی نہیں:

۱ یا تو دونوں مضارع ہوں گے، اس وقت دونوں میں جزم واجب ہے اِنْ تُکْرِمْ اُکْرِمْ کیونکہ فعل مضارع معرب ہے جو کلمۂ شرط کی وجہ سے قابلِ جزم ہے اور یہاں جازم پایا گیا ہے لہٰذا مضارع کو جزم دیں گے۔

۲ دونوں جملے ماضی ہوں جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ اس وقت کلماتِ شرط میں بھی لفظاً عمل نہیں کریں گے،

کیونکہ ماضی مبنی ہے لہٰذا اس میں عوامل کا اثر ظاہر نہ ہوگا۔

۳ اگر شرط مضارع اور جزا ماضی ہو تو شرط میں جزم پڑھنا واجب ہے کیونکہ وہ فعل معرب تھا اور جزا یعنی فعل میں علّتِ مذکورہ کی وجہ سے لفظاً جزم نہ آئیگی جیسے: اِنْ تَضْرِبْنِیْ ضَرَبْتُكَ

۴ اور اگر شرط فعل ماضی اور جزا فعل مضارع ہو جیسے اِنْ جِئْتَنِیْ اُکْرِمْكَ تو اس میں مضارع پر دو وجہیں پڑھنا جائز ہیں:

۱ جزم ۲ رفع

جزم اس لیے کہ جزم دینے والا کلمہ داخل ہے اور محلِ جزم قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور رفع اس لیے کہ ماضی کے درمیان میں آجانے کی وجہ سے جو کلمہ جزم دینے والا ہے اس کا تعلق ضعیف ہوگیا۔

((واعلم انَّهٗ اذاکان الجزاء ماضیاً بغیر قدلم یجزِ الفاءُ فیه نحوان اکرمتنی أکرمتُك قال اللّٰهُ تعالیٰ ومَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمناً وان کان مضارعاً مثبتاً أومنفیاًبلاجازفیه الوجهان نحو ان تضربنی اَضربْكَ اوفاضرِبْكَ وان تشْتِمْنِیْ لااَضْرِبْكَ اوفلا اَضرِبكَ ۔))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ جب جزاء ماضی ہو بغیر قد کے تو اس میں فاء کا لانا جائز نہیں ہے جیسے اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ اَکْرَمْتُكَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمناً اور اگر مضارع ہو خواہ مثبت ہو یا منفی بہ لَا ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں جیسے ان تضربنی اَضرِبْكَ یافاضرِبْكَ اور اِن تشْتِمْنِیْ لااَضْرِبْكَ یافلا اَضْرِبكَ۔''

تشریح:

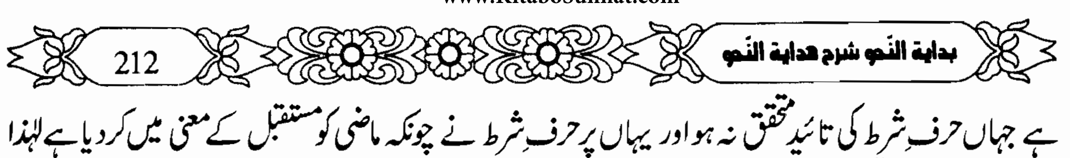
جب جزا فعل ماضی بغیر قَدْ ہو، یا فعل مضارع مثبت ہو، یا فعل مضارع منفی بہ لَا ہو تو ان تین صورتوں میں سے ماضی بغیر قَدْ والی صورت میں جزاء پر فاء لانا جائز نہیں، بلکہ یوں کہا جائے گا: اِنْ اَکْرَمْتَ اَکْرَمْتُ اور اگر مضارع مثبت ہو یا منفی بہ لَا ہو تو یہاں دو وجہیں پڑھنا جائز ہیں:

۱ ذکرِ فاء ۲ حذفِ فاء

مثال مضارع مثبت کی: اِنْ تَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْكَ، فَاضْرِبْكَ

مثال مضارع منفی بہ لَا کی: اِنْ تَشْتِمْنِیْ لَا اَضْرِبْكَ، فَلَا اَضْرِبْكَ

یہ اس لیے کہ فاء کے ذریعے سے جزاء کو شرط کے ساتھ ربط دینا ہوتا ہے اور واسطے کی ضرورت اس جگہ ہوتی



ہے جہاں حرفِ شرط کی تائید متحقق نہ ہو اور یہاں پر حرفِ شرط نے چونکہ ماضی کو مستقبل کے معنی میں کر دیا ہے لہٰذا حرفِ شرط کی تائید متحقق ہوگئی، چنانچہ واسطہ لانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ بخلاف ماضی مقرون بہ قَدْ کے کہ اس میں ماضی اپنے معنی پر باقی رہتی ہے لہٰذا حرفِ شرط کی تائید بالکل متحقق نہ ہوگی، سو اس وقت ربط کے لیے فاء کا لانا ضروری ہوگا جیسے اِنْ یَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ

اگر فعل مضارع مثبت ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہے یعنی فاء کا لانا اور فاء کا نہ لانا، یعنی اِنْ تَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْكَ اور اِنْ تَضْرِبْنِیْ فَاَضْرِبْكَ اور یہی حکم ہے مضارع منفی بلاَ کا جیسے اِنْ تَشْتِمْنِیْ لَا اَضْرِبْكَ اور اِنْ تَشْتِمْنِیْ فَلَا اَضْرِبْكَ لانا اس لیے جائز ہے کہ حرفِ شرط کی تائید جیسے ماضی میں تھی ویسے ہی مضارع مثبت اور مضارع بہ لَا میں متحقق نہیں ہوتی، اس لیے کہ ادواتِ شرط کی وجہ سے اگرچہ فعل مضارع خالص استقبال کے لیے ہوگیا ہے مگر مضارع پر استقبال کا معنی پہلے سے تھا، لہٰذا ربط کے لیے فاء کو لایا گیا اور جب یہ دیکھیں کہ فی الجملہ ادواتِ شرط متحقق ہیں تو فاء کا نہ لانا بھی جائز ہے۔

((وان لم یکن الجزءُ اَحَدَ القِسمَیْنِ المذکورین فیجبُ الفاء فیه ذٰلك فی أربعِ صُوَرٍ الأُولی أن یکون الجزاء ماضیاًمع قد کقولہٖ تعالیٰ ان یَّسْرِقْ فَقَدْسَرَقَ اخٌ لَّہٗ من قبلُ والثانیةُ اَنْ یکون مُضَارعاًمنفیاً بغیر لاکقوله تعالیٰ ومَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنهُ والثّالث أن یکون جملةً اسمیةً کقولہٖ تعلالیٰ مَنْ جآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا والرّابعَةُ أن یکون جملةً اِنْشَائِیَةً اماأمراً کقولہٖ تعلالیٰ قُلْ اِنْ کُنْتُم تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ واِمَّانهیاً کقولہٖ تعالیٰ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَی الْکُفَّار))

ترجمہ:

”اور اگر جزاء مذکورہ دونوں قسموں میں سے نہ ہو تو اس میں فاء کا لانا واجب ہے، اور یہ وجوب چار صورتوں میں ہوتا ہے:

- پہلی یہ کہ جزاء ماضی ہو قَدْ کے ساتھ جیسے قولہٗ تعالیٰ: اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ
- دوسری یہ کہ وہ مضارع منفی ہو بغیر لَا کے جیسے قولہٗ تعالیٰ: وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ
- تیسری یہ کہ وہ جملہ اسمیہ ہو جیسے قولہٗ تعالیٰ: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا
- چوتھی یہ کہ وہ جملہ انشائیہ ہو خواہ امر ہو جیسے قولہٗ تعالیٰ: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ اور خواہ نہی ہو جیسے قولہٗ تعالیٰ: فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ۔“

تشریح:

اگر جزاء فعل ماضی مقرون بہ قَدْ ہو یا مضارع منفی بہ لَنْ ہو یا جزاء جملہ اسمیہ خبریہ ہو یا جزاء جملہ انشائیہ ہو، برابر ہے کہ امر ہو یا نہی، ان چاروں صورتوں میں جزاء پر فاء کا لانا واجب ہے۔

مثال ماضی مقرون بہ قَدْ کی: اِنْ يَسْرِقْ فَقَدْسَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ

مثال مضارع منفی بہ لَنْ کی: وَمَنْ يَّتَبِعْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

مثال جملہ اسمیہ کی: مَنْ جَاءَ بِا لْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

مثال جملہ انشائیہ کی امر میں: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَا تَّبِعُوْنِيْ

مثال نہی کی: فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ

ان چاروں صورتوں میں فاء کا لانا اس لیے ضروری اور واجب ہے کہ حرفِ جوازم کا اثر معنی میں بالکل نہیں ہوا اور اس وجہ سے ایک رابطہ کی ضرورت ہوئی۔

((وقد يقعُ اذَامَعَ الجملةِ الاسمية مَوْضِع الفاءِ كقولهٖ تعالیٰ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَاقَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَاهُمْ يَقْنَطُوْنَ))

ترجمہ:

''اور کبھی واقع ہوتا ہے اذَا جملہ اسمیہ کے ساتھ فاء کی جگہ میں جیسے قولہٗ تعالیٰ: وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَاقَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَاهُمْ يَقْنَطُوْنَ.''

تشریح:

کبھی فاء کی جگہ جزاء پر اِذَا مفاجاتیہ بھی آجاتا ہے بشرطیکہ جزاء جملہ اسمیہ خبریہ ہو، اسکی وجہ یہ ہے کہ اِذَا کے معنی فاء کے قریب ہیں اس لیے کہ اِذَا عادۃً ایک امر کے بعد دوسرے امر کے حدوث پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ اس میں فاء تعقیقیہ کے معنی پائے جاتے ہیں۔

((وَاِنَّمَاتُقَدَّرُ اِنْ بعدَ الأفْعَالِ الخَمْسَةِ التی هی الأمرنحوتَعلَّمْ تنج والنهیُ نحولَا تَكذِبْ يَكُنْ خيراًلَّكَ والِاسْتفهَامُ نحوهَل تَزُورُنَا نُكْرِمْكَ والتمنّی نحو لَيْتَكَ عِنْدِیْ اَخْدِمْكَ والعرضُ نحو اَلَاتَنْزِلُ بِنَاتُصِبْ خَيْراً وبعد النّفی فی بعضِ المواضعِ نحولاتَفْعَلُ شَرًّيَكُنْ خَيْراً لك وذٰلك اذا قَصَدَ اَنَّ الاول سببٌ للثانی كمارايتَ فی

الامثلة فَاِنَّ معنیٰ قولِنا تَعَلَّمْ تَنْجُ هو اِنْ تَتَعَلَّمَ تَنْجُ وكذٰلكَ البواقی فلذٰلك امتنع قولُكَ لَاتَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ لامتناع السببيّة اذالايصح ان يقال ان لاتكفر تدخُلِ النَّارَ۔))

ترجمہ:

"اور بیشک اِنْ مقدر مانا جاتا ہے پانچ افعال کے بعد جو یہ ہیں: امر جیسے تَعَلَّمْ تَنْجُ اور نہی جیسے لَاتَکْذِبْ یَکُنْ خیرا لَّکَ اور استفہام جیسے ھَل تَزُوْرُنَا نُکْرِمْكَ اور تمنی جیسے لَیْتَكَ عِنْدِیْ اَخْدِمْكَ اور عرض جیسے اَلَاتَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَیْراً اور نفی کے بعد بعض مقامات میں جیسے لَا تَفْعَلْ شَرًّا یَکُنْ خَیْراً لَّكَ اور یہ اس وقت ہوگا کہ جب قصد کرے کہ پہلا سبب ہے دوسرے کا جیسا کہ آپ نے مثالوں میں دیکھا، پس بیشک ہمارے قول تَعَلَّمْ تَنْجُ کے معنی ہیں اِنْ تَتَعَلَّمَ تَنْجُ اور اسی طرح باقی ہیں پس اسی لیے تمہارا کہنا لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّار ممنوع ہے سببیت کے امتناع کی وجہ سے کیونکہ صحیح نہیں ہے کہ کہا جائے ان لَاتَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ."

تشریح:

مندرجہ ذیل افعال خمسہ کے بعد اِنْ مقدر ہوتا ہے:

1. امر کے بعد جیسے تَعَلَّمْ تَنْجُ یعنی اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ
2. نہی کے بعد جیسے لَا تَكْذِبْ یَكُنْ خَیْراً لَّكَ یعنی اِنْ لَمْ تَكْذِبْ یَكُنْ خَیْراً لَّكَ
3. استفہام کے بعد جیسے ھَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ یعنی اِنْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ
4. تمنّی کے بعد جیسے لَیْتَكَ عِنْدِیْ اَخْدِمْكَ یعنی اِنْ تَكُنْ عِنْدِیْ اَخْدِمْكَ
5. عرض کے بعد جیسے اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِیْبَ خَیْرا یعنی اِنْ تَنْزِلْ بِنَا فَتُصِیْبَ خَیْرا
6. اور بعض مقامات میں نفی کے بعد بھی اَنْ مقدرہ ہوتا ہے جیسے لَا تَفْعَلْ شَرًّا یَكُنْ خَیْراً لَّكَ

یہ تقدیر ان تمام مقامات میں ہے جہاں یہ قصد کیا جائے کہ پہلا سبب ہے ثانی کا کیونکہ تَعَلَّمْ تَنْجُ کا معنی ہے اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ یہی وجہ ہے کہ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ کہنا منع ہے کیونکہ پہلا دوسرے کا سبب نہیں ہے اس لیے کہ یہ صحیح نہیں کہ یوں کہا جائے اِنْ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ الغرض جب فعل مضارع اشیاءِ مذکورہ میں سے کسی ایک کے بعد واقع ہو اور مضمونِ مضارع کے لیے اشیاءِ مذکورہ کی سببیت کا قصد کیا جائے تو اس وقت شرط کے معنی متحقق ہو جائیں گے اور اِنْ شرطیہ بمع فعل شرط کے، جو کہ اشیاء مذکورہ سے ماخوذ ہے، مقدر ہوگا اور اِنْ شرطیہ کی وجہ سے مجزوم ہوگا، پس فعل مضارع مذکور شرط مقدر کی جزاء ہے اور جزاء مجزوم ہوتی ہے لہٰذا وہ مجزوم ہوگا جیسے اَسْلِمْ

تَدْخُلِ الْجَنَّةَ یہاں **اَسْلِمْ** صیغہ امر ہے اور مطلوب اسلام ہے اور جو فائدہ کہ اس پر مرتّب ہوتا ہے وہ دخولِ جنّت ہے، چنانچہ اسلام لانا سبب اور دخولِ جنت مسبب ہے، لہٰذا یہاں پر **اَسْلِمْ** امر کے بعد **اِنْ** شرطیہ بمع فعل شرط کے مقدر ہوگا اور **تَدْخُلُ** مذکور اس کی جزاء ہوگی۔

((والثالث الأمروهو صيغة يُطلَبُ بهاالفعلُ من الفاعلِ لمخاطب بأن تحذف من المضارع حرف المضارعةِ ثم تنظرفان كان مابعد حرف المضارعةِ ساكِناًزدتَّ همزة الوَصلِ مضمومة ان انضمَّ ثالثُهٗ نحو أنصر ومكسورةٌ ان انفتح أوانكسر كاعِلم واضرِب واستَخْرِج وان كانَ متحرّكاً فلاحاجَةَ الى الهمزة نحو عِدوحاسِبْ۔))

ترجمہ:

''اور تیسرا امر ہے اور یہ وہ صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جاتا ہے، بایں صورت کہ مضارع سے حرفِ مضارع کو حذف کردے پھر تُو دیکھ کہ اگر حرفِ مضارع کے بعد ساکن ہے تو تُو ہمزہ وصلی مضموم کا اضافہ کردے اگر تیسرا حرف مضموم ہو جیسے **اُنصُر** اور ہمزہ وصلی مکسور کا اضافہ کر اگر مفتوح یا مکسور ہو جیسے **اِعلَمْ**، **اِضْرِبْ** اور اگر متحرک ہو تو ہمزہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسے **عِدْ** اور **حَاسِبْ**.''

تشریح:

یہ وہ صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جاتا ہے۔اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع کے مامخاطب سے حرفِ مضارعت کو حذف کرنے کے بعد اگر حرف ساکن ہو تو ہمزہ وصلی مضموم ابتدا میں لایا جاتا ہے اگر عین کلمہ مضموم ہو جیسے **اُنْصُرْ** اور اگر عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہو تو ہمزہ وصلی مکسور ابتدا میں لایا جاتا ہے اور دوسرا کام یہ کرتے ہیں کہ آخر کو ساکن کر دیا جاتا ہے جیسے **اِضْرِبْ**، **اِفْتَحْ**، **اِسْتَخْرِجْ** اور اگر حرف مضارعت کے حذف کرنے کے بعد حرف متحرک ہو تو پھر آخر کو ساکن کر دیتے ہیں فقط جیسے **عِدْ**، **حَاسِبْ**

((والأمر مِن بابِ الافعال من القسم الثانى وهومبنىٌّ علىٰ علامة الجزمِ كأضرب واغزوارمِ واسع واضرِباواضربواواضربى۔))

ترجمہ:

''اور بابِ افعال سے امر دوسری قسم سے آتا ہے اور وہ علامتِ جزم پر مبنی ہوتا ہے جیسے اضرب، اغز، ارم، اسع، اضربا، اضربوا، اضربی.''

تشریح:

یہ دراصل ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ آپ نے قاعدہ بتلایا ہے کہ اگر فعل مضارع کا ماقبل آخر مکسور ہوتو ہمزہ مکسور اوّل میں لایا جاتا ہے، آپ کا یہ قاعدہ بابِ افعال سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس میں باوجودیکہ ماقبلِ آخر مکسور ہے پھر بھی ہمزہ مفتوح پایا جاتا ہے۔

جواب:

بابِ افعال کا ہمزہ وصلی نہیں بلکہ قطعی ہے کہ تُکْرِمُ اصل میں تُأَکْرِمُ تھا، تاء کو گرایا اور آخر کو ساکن کر دیا تو اَکْرِمْ رہ گیا لہٰذا بابِ افعال کا امر از قسمِ ثانی ہے نہ کہ از قسمِ اوّل۔

وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى عَلَامَةِ الْجَزْمِ:

یہاں فعل امر کی حرکت کو بیان کر رہے ہیں کہ فعل امر ہمیشہ مبنی علی الجزم ہوتا ہے پھر علامتِ جزم عام ہے بعض اوقات حذفِ حرکت علامتِ جزم ہوتی ہے جیسے اِضْرِبْ بعض اوقات علامتِ جزم حذفِ علّت ہوتی ہے جیسے اُغْزُ، اِرْمِ، اِسْعَ کہ یہاں واوَ، یاء، الف حذف ہے اور بعض اوقات علامتِ جزم حذفِ نون اعرابی یا حذفِ نون تانیث ہوتی ہے جیسے اِضْرِبَا، اِضْرِبُوْا، اِضْرِبِیْ۔



فصل

فعل مالم یُسمَّ فاعلہٗ کا بیان

((فصل فعل مالم یُسمّ فاعلُه هو فعل حذف فاعله واُقِیم المفعُولُ مَقَامَهٗ ویُختَصُّ بالمتَعَدِّی وعلامتُهٗ فی الماضِی ان یکونَ أولُهٗ مضمُوماً فقط وماقَبْلَ اٰخرِہٖ مکسوراً فی الأبواب الّتی لَیْسَتْ فی أوائلِهَاهمزة وَصل ولاتاءٌ زائدة نحو ضُرِبَ ودُحْرِجَ واُکْرِمَ وان یکونَ اولهٗ وثانیةِ مضموماً وماقبل اٰخرِہٖ کذٰلکَ فِیمافی أوّلِہٖ تاء زائده نحو تُفُضِّل وتُضُوْرِبَ وأن یکون اولهٗ وثالثُهٗ مضموماً وماقَبْل اٰخِرِہٖ کذٰلکَ فی مافی أوّلِہٖ همزةُ وَصلٍ نحواُستُخرِجَ واُقْتِدُرَ والهمزةُ تتبع المضمومَ ان لم تُدْرَجْ))

ترجمہ:

"وہ فعل جس کے فاعل کا نام نہ لیا گیا ہواور یہ وہ فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہواور اس کی جگہ پر مفعول کورکھ دیا گیا ہواور یہ خاص کیا گیا ہے مفعول متعدی کے ساتھ اوراس کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ اس کا پہلا حرف مضموم ہوگا فقط اوراس کے آخری حرف کا ماقبل مکسور ہوگا ان ابواب میں جن کے شروع میں نہ تو ہمزہ وصلی آتا ہے اورنہ ہی تاء زائدہ جیسے ضُرِبَ، دُحْرِجَ، اُکْرِمَ اور یہ کہ اس کا پہلا اوردوسرا حرف مضموم ہوگا وراس کا ماقبل آخر اسی طرح ہوگا اوراس کے اوّل میں تاء زائدہ ہو جیسے تُفُضِّل وتُضُوْرِبَ اوراگر اس کا پہلا اورتیسرا حرف مضموم ہواور ماقبل آخر ویسا ہی ہواوراس کے شروع میں ہمزہ وصلی ہو جیسے اُستُخرِجَ اور اُقْتِدُرَ اورہمزہ تابع ہوگا مضموم حرف کے اگر مندرج نہ ہوگا۔"

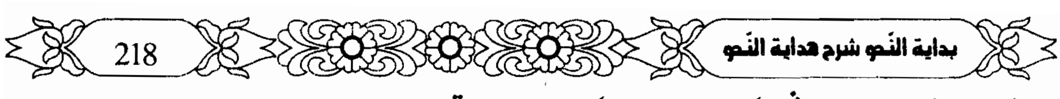
تشریح:

تعریف:

وہ فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہواور مفعول کو اسکی جگہ رکھ دیا گیا ہو۔

بناء:

فعل مجہول کی بناء فعل متعدی سے ہوتی ہے کیونکہ اگر فعل لازم سے فاعل کو حذف کر دیا جائے تو پھر کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہتی جس کی طرف فعل کی اسناد کی جائے حالانکہ درست نہیں بخلاف فعل متعدی کے کہ اس میں اگر



فاعل کو حذف کر دیا جائے تو فعل کی اسناد مفعول بہ کی طرف ہو جاتی ہے۔

وَعَلامَتُهُ:

یہاں سے فعل مجہول کی علامت بیان کرر ہے ہیں کہ اگر وہ ماضی ہے تو اس کے اوّل کو ضمّہ ماقبل آخر کو کسرہ دیں گے جیسے ضُرِبَ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فعل مجہول بناتے وقت اس قسم کا تصرّف نہ کریں تو فعل معروف و مجہول میں امتیاز باقی نہ رہے گا نیز معلوم نہ ہوگا کہ بعد والا اسم مرفوع فاعل ہے یا نائب فاعل، رہا یہ سوال کہ تغیّر مجہول میں ہی کیوں کیا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجہول دراصل معروف کی فرع ہے لہٰذا تغیّر فرع کے لیے مناسب ہے نہ کہ اصل کے لیے، اس لیے مجہول میں ہی فقط یہ تغیّر ہوتا ہے اور چونکہ فعل کی اسناد مفعول کی طرف غیر معہود ہے اس وجہ سے اس کے لیے فعل غیر معہود ہی مناسب ہے تا کہ معنیٰ اور لفظ دونوں غیر معہود ہونے میں مناسب ہو جائیں اور یہ حکم یعنی حرفِ اوّل کا ضمّہ اور ماقبل آخر کا کسرہ فقط اس وقت ہوگا جب کہ ماضی کے اوّل میں ہمزہ وصلی اور تاء نہ ہو لیکن اگر اوّل میں تاء ہے تو حرفِ اوّل وثانی کو ضمّہ اور ماقبل آخر کو کسرہ دیا جائیگا جیسے تُصُرِّفَ تا کہ بابِ تفعّل کے صیغہ مضارع کے ساتھ ملتبس نہ ہو اور اگر اوّل میں ہمزہ وصلی ہو تو حرفِ اوّل وثالث کو ضمّہ اور ماقبل آخر کو کسرہ دیا جائے گا جیسے اُسْتُخْرِجَ، اُقْتُدِرَ تا کہ اس باب کے امر کے ساتھ اسکا التباس نہ ہو۔

حاصل کلام:

خلاصہ یہ ہے کہ ہمزہ حرفِ مضموم کے تابع ہوتا ہے اگر درج میں ساقط نہ ہو اور حرف مکسور کے تابع نہیں ہوتا، اگرچہ ساکن میں کسرہ اصل ہے اس لیے کہ اگر کسرہ دیں تو **خروج من الکسرة الی الضمّة** لازم آئیگا جو کہ عربوں کے نزدیک مکروہ اور ساکن کا درمیان میں آجانا، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

((وفی المضارعِ أن یکونَ حرفُ المضارعةِ مضموماً وماقبل اٰخِرِه مفتوحاً نحو یُضْرَبُ ویُستَخرجُ الافی باب المفاعلة والاِفعالِ والتفعیل والفعلَلَة وملحقاتِها الثمانیة فانَّ العلامةَ فیهافتحُ ماقبل الاٰخرِ نحو یُحاسَبُ ویُدَخْرَجُ وفی الأجوفِ ماضیةِ قِیل وبیع وبالاشمام قیل وبیع وبالواوقُولَ وبُوعَ وکذٰلِك بابُ اُختِیر واُنقِید دون اُستُخیر واُقِیمَ لفقد فُعِلَ فیهماوفی مضارعهِ تقلب العینُ ألفاً نحوُ یقالُ ویُباعُ کماعرفتَ فی التصریف مستقصی))

ترجمہ:

”اور مضارع میں علامت یہ ہے کہ حرف مضارع مضموم ہو اور آخری حرف کا ماقبل مفتوح ہو جیسے یُضرَبُ

ویُسْتَخْرَجُ مگر بابِ مفاعلہ، افعال، تفعیل، فعللہ اور اس کے آٹھ ملحقات میں، پس ان کی علامت یہ ہے کہ اس کے آخر کا ماقبل فتحہ دیا گیا ہو جیسے یُحَاسَبُ ویُدَحْرَجُ اوراجوف میں اس کی ماضی قِیْلَ وبِیْعَ ہے اور اشمام کے ساتھ قیل وبیع اورواؤ کے ساتھ قُولَ وبُوعَ اوراسی طرح اُخْتِیر وانُقید پڑھا گیا ہے، نہ کہ اُسْتُخِیْرَ واُقِیمَ نہ پائے جانے کہ وجہ سے ان دونوں میں فُعِلَ کے اوراس کے مضارع میں عین کو بدلا جاتا ہے الف سے جیسے یُقَالُ وَیُبَاعُ جسطرح کہ آپ نے گردان میں جانا۔"

تشریح:

مضارع میں علامت یہ ہے کہ حرفِ مضارعت مضموم اور ماقبل آخر مفتوح ہوگا جیسے یُضْرَبُ بشرطیکہ باب افعال، مفاعلہ، تفعیل، فعللۃ اور اس کے ملحقاتِ ثمانیہ نہ ہوں، کیونکہ ان میں فقط ماقبل آخر کو فتحہ دیا جاتا ہے اور علامتِ مضارعت تو ان کے معروف میں بھی مضموم ہوتی ہے۔

وَفِي الْاَجْوَفِ:

یعنی ثلاثی مجرد کی ماضی معتل العین ہو تو اس میں تین لغات جائز ہیں:

① یاء ② اشمام ③ واؤ

جیسے قِیْلَ، بِیْعَ کہ اس میں یاء کے ساتھ، اشمام کے ساتھ اور واؤ کے ساتھ تینوں پڑھ سکتے ہیں، اشمام سے مراد یہ ہے کہ کسرہ کو ضمّہ کی اور یاء کو واؤ کی بُو دی جائے تا کہ معلوم ہو جائے کہ اصل میں یہاں ضمّہ اور واؤ تھی۔

وَكَذَالِكَ:

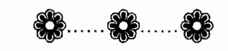
یعنی جس طرح ثلاثی مجرد کی ماضی میں وجوہِ ثلاثہ جائز ہیں اسی طرح بابِ افتعال، انفعال کی ماضی مجہول میں جبکہ وہ معتل العین ہو وجوہِ ثلاثہ مذکورہ پڑھ سکتے ہیں جیسے اُخْتِیْرَ، اُنْقِیْدَ اس لیے کہ خِیْرَ اور قِیْدَ مثل قِیْلَ کے ہیں۔

دُونَ اُسْتُخِیْرَ:

یعنی باب استفعال اور افعال کی ماضی جب معتل العین ہو تو اس میں وجوہِ ثلاثہ مذکورہ جائز نہ ہوں گی، اس لیے کہ باعتبار اصل کے ماقبل حرفِ علّت ان میں ساکن ہے، چنانچہ یہ قِیْلَ، بِیْعَ کی طرح ہوں گے۔

وَفِیْ مُضَارِعِهٖ:

اگر مضارع معتل العین ہو تو اس کا عین کلمہ بقاعدۂ صَرف الف سے بدل جائے گا جیسے یُقَالُ، یُبَاعُ



فصل

فعل لازم ومتعدی کا بیان

((فصل الفعل امَّامتعدٌّوھومایتوقفُ فھم معناہ علیٰ متعلّقٍ غیر الفاعِل کضربَ وامَّالازم وھو مابخلافہٖ کقعدوقامَ والمتعدی قد یکُونُ الیٰ مفعُولٍ واحدٍ کَضَرب زیدٌ عمرواً والیٰ مفعولَین کاَعطی زید عمرواً دِرھماً ویجوزفیہ الاقتصار علیٰ أحَدِ مفعولَیہ کاَعْطَیتُ زیداً اواعطیتُ دِرْھماً بخلافِ با ب علمتُ والیٰ ثلثۃَ مفاعیل نحو اعلم اللّٰہُ زیداً عمرواًفاضِلاً))

ترجمہ:

''فعل یاتو متعدی ہوگااوراس سے مراد وہ فعل ہے کہ موقوف ہواس کے معنی کا سمجھنا ایسے متعلق پر جوفاعل کے علاوہ ہوجیسے ضَرَبَ اور یالازم ہوگا اوراس سے مراداس کے بخلاف ہے جیسے قعد اور قامَ اورمتعدی کبھی ہوتاہے ایک مفعول کی طرف جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْروًا اوردومفعولوں کی طرف جیسے اَعْطٰی زَیْدٌ عَمْرواً دِرھَماً اورجائزہے اس میں اس کے دومفعولوں میں سے ایک پر اقتصار جیسے اَعْطَیتُ زیداً یا اَعْطَیتُ دِرْھَماً بخلاف باب عَلِمَ کے اورکبھی تین مفعولوں کی طرف جیسے اَعْلَمَ اللّٰہُ زَیْداً عَمْرواً فَاضِلاً ۔''

تشریح:

فعل کی دوقسمیں ہیں:

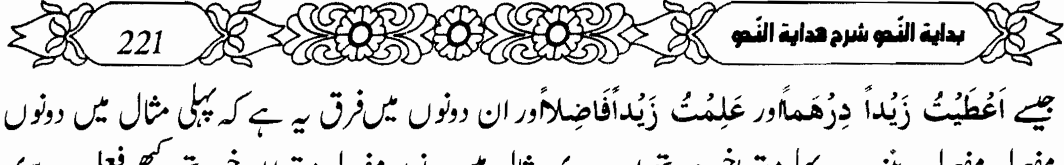
① لازم ② متعدّی

متعدّی وہ فعل ہے کہ اس کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی اور متعلق پر موقوف ہو، متعلق سے مراد مفعول بہٖ ہے۔ متعدّی کی مثال ضَرَبَ، اس کا سمجھنا غیرفاعل پر موقوف ہے۔غیر متعدّی کو لازم کہتے ہیں جیسے قَدْ قَامَ زَیْدٌ.

متعدی کی صورتیں:

فعل متعدّی کی مختلف صورتیں ہیں:

کبھی وہ ایک مفعول کی طرف متعدّی ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمرواًکبھی دو کی طرف متعدّی ہوتا ہے



جیسے اَعْطَیْتُ زَیْداً دِرْھَماًاور عَلِمْتُ زَیْداًفَاضِلاًاور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی مثال میں دونوں مفعول،مفعول بننے سے پہلے مبتدا خبر نہ تھے اوردوسری مثال میں دونوں مفعول مبتدا اور خبر تھے،کبھی فعلِ متعدّی تین مفعولوں کی طرف متعدّی ہوتا ہے جیسے اَعْلَمْتُ زَیْداً عَمْرواً فَاضِلاً اور عَلِمَ کی طرح اَنْبَأَ،نَبَّأَ،اَخْبَرَ، خَبَّرَ،حَدَّثَ،رَأٰی یہ بھی متعدّی بہ سہ مفعول ہوتے ہیں۔

((ومنه اَرٰی وأنبأ ونَبَّأ واَخبرَ وخبَّرَ وحَدَّث وهٰذهِ السبعةُ مفعولُها الاول مَعَ الأخيرين كمفعُولَیْ اعطيتُ فی جوازالاقتصار علیٰ أحدهما تقول أعلم اللّٰهُ زيداً والثانی مع الثالثِ كمفعولَی علمتُ فی عدم جَوَاز الاقتصارعلیٰ أحدهما فلاتقولُ أعلمتُ زيداً خير النّاس بل تقولُ أعلَمْتُ زيداً عمرواً خيرالنَّاسِ))

ترجمہ:

''اوراسی سے اَرٰی، أنبأ، نَبَّأ، اَخبرَ، خبَّرَ اور حَدَّثَ ہیں اور یہ سات ہیں، ان کا پہلامفعول مع دوسرے دونوں مفعولوں کے اَعْطَیْتُ کے دومفعولوں کی طرح ہے ان میں سے ایک پر اقتصار کے جواز میں جیسے تُو کہے اَعْلَمَ اللّٰهُ زَیْداً اوردوسرا مع تیسرے کے اَعْطَیْتُ کے دومفعولوں کی طرح ہے ان دونوں میں سے ایک پر اقتصار کے عدمِ جواز میں پس نہ تُو کہہ اَعْلَمْتُ زَیْداً خَیْرَ النَّاسِ بلکہ تُو کہہ اَعْلَمْتُ زَیْداً عَمْرواً خَیْرَالنَّاسِ.''

تشریح:

یہ افعالِ سبعہ تین مفعولوں کی طرف متعدّی ہوتے ہیں، ان کا پہلا مفعول اَعْطَیْتُ کے مفعول کی مانند ہے، جس طرح اَعْطَیْتُ کے دومفعولوں میں ایک پر اکتفا جائز ہے اسطرح بھی ہوسکتا کہ ان افعال میں صرف مفعولِ اوّل کو ذکر کریں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں مفعول باب عَلِمْتُ کے دومفعولوں کی مانند ہیں پس ان میں دونوں میں سے ایک پر اکتفاء جائز نہیں کہ ایک کو ذکر کریں اوردوسرے کو حذف کردیں، چنانچہ یاتو دونوں کوذکر کریں گے یادونوں کوحذف کریں گے۔



فصل

افعالِ قلوب کا بیان

((فصلٌ اُفعال القلوب علمتُ وظننتُ وحَسبتُ وخلْتُ ورأيتُ و وجَدْتُ وزعمتُ وهى افعالٌ تدخُل على المبتدأ والخبر فتنصبُهُما على المفعُلية نحو علمت زيداً عالماً۔))

''افعالِ قلوب علمتُ، ظننتُ، حَسبتُ، خلُتُ، رأيتُ، وجَدْتُ اور زعمتُ ہیں اور یہ داخل ہوتے ہیں مبتدا اور خبر پر اور ان دونوں کو نصب دیتے ہیں بنا بر مفعولیت کے جیسے علمتُ زيداً عالماً.''

تشریح:

یہ کُل سات فعل ہیں:

ظَنَنْتُ، حَسِبْتُ، عَلِمْتُ، رَأَيْتُ، وَجَدْتُّ، خِلْتُ، زَعَمْتُ

ان میں سے ظَنَنْتُ، حَسِبْتُ، خِلْتُ برائے شک ہیں، عَلِمْتُ، رَأَيْتُ، وَجَدْتُّ برائے یقین ہیں اور زَعَمْتُ دونوں میں مشترک ہے۔

انہیں افعالِ قلوب اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اپنے مصادر ہونے کے لیے اعضائے ظاہریہ کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ قوائے باطنیہ یعنی قلب سے تعلق رکھتے ہیں ان افعال کو ما ماضی کے ساتھ تعبیر کرنے میں نُکتہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے قلب کے افعال کے ساتھ خُوب واقف ہوتا ہے۔

ان افعال کا دخول جملہ اسمیہ خبریہ پر ہوتا ہے اور یہ اس کے دونوں جُزؤں کو بنا بر مفعولیت کے نصب دے دیتے ہیں جیسے عَلِمْتُ زَیْداً فَاضِلاً

((واعلم انَّ لهٰذهِ الأفعالِ خواصَّ منها أن لاتُقتَصَرَ علىٰ أحدمفعولَيها بخلافِ بابِ اَعْطيْتُ فلاتقول علمتُ زيداً ومنهاجوازُ الالغاءِ اذا توسَّطَتْ نحو زيدٌ ظَنَنْتُ قائِمٌ أوتأخَّرت نحو زيدٌ قائم ظَنَنْتُ ومنها اَنَّهاتُعَلَّقُ اذاوقعت قبل الاستفهامِ نحو علمتُ اَزيدٌ عندكَ أم عمروٌ وقبل النفى نحوعلمتُ مازيدٌ فى الدار وقبل لام الابتداء نحو علمتُ لزيدٌ منطلقٌ ومنها اَنَّهَا يجوزُ أن يكون فاعلُها ومفعُولها

ضمیرین لشئٍ واحدٍ نحو علمتُنی منطلقاً وظننتكَ فاضلاً))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ بیشک ان افعال کے لیے کچھ خواص ہیں ان میں سے یہ ہے کہ ان کے دونوں مفعولوں میں سے کسی ایک پر اقتصار نہیں کیا جائے گا بخلاف باب اَعْطَیْتُ کے پس نہ تُو کہہ عَلِمْتُ زَیْدًا اور ان میں سے الغاء کا جائز ہونا بھی ہے جب یہ درمیان میں ہوں جیسے زَیْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ یا آخر میں ہوں جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ انہیں معلّق کیا جائے گا جب استفہام سے پہلے واقع ہوں گے جیسے عَلِمْتُ اَزَیْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو اور نفی سے پہلے جیسے عَلِمْتُ مَا زَیْدٌ فِي الدَّارِ اور لامِ ابتداء سے پہلے جیسے عَلِمْتُ لزَیْدٌ منطلِقٌ اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ جائز ہوگا کہ اس کا فاعل اور اس کا مفعول کسی ایک چیز کی دو ضمیریں ہوں جیسے عَلِمْتُنِیْ مُنْطَلِقاً وَظَنَنْتُكَ فَاضِلاً۔''

تشریح:

خواص جمع ہے خَاصَۃٌ کی اور خاصہ کہتے ہیں مَایُوْجَدُ فِیْہِ وَلَایُوْجَدُ فِیْ غَیْرِہٖ (یعنی جو اسی میں پایا جاتا ہو اور اس کے علاوہ کسی اور میں نہ پایا جاتا ہو۔) مصنّف نے افعالِ قلوب کے مختلف خواص بیان کیے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

① اس کے دونوں مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کر جائز نہیں ہے، اس لیے کہ وہ دونوں بمنزلہ ایک مفعول بہ کے ہیں چنانچہ اگر ایک کو ذکر کریں اور دوسرے کو حذف کریں تو بعض اجزائے کلمہ کا حذف لازم آئے گا بخلاف باب اَعْطَیْتُ کے وہاں پر اکتفاء جائز ہے، دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ افعالِ قلوب کے دو مفعول اصل میں مبتدا وخبر ہیں اور مبتدا وخبر میں ایک کو حذف کرنا جائز نہیں بخلاف باب اَعْطَیْتُ، کے کہ اس کے دو مفعول اصل میں مبتدا وخبر نہیں ہیں لہٰذا ان میں سے ایک کو حذف کرنا جائز ہے۔

② **جَوَازُالالغاء** یعنی جب افعال قلوب دونوں مفعولوں کے درمیان ہو ں جیسے زَیْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ یا دونوں مفعولوں کے آخر میں ہوں جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ تو ان کا الغاء جائز ہے (الغاء، کا مطلب ہے لفظاً و معناً عمل باطل کر دینا) اور اس وقت جوازِ الغاء کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں مفعول بہ بوجہ اس کے کہ ان میں مبتدا اور خبر بننے کی صلاحیّت ہے کلامِ مستقل ہیں اور افعالِ قلوب عمل میں ضعیف ہیں، چنانچہ جب دونوں مفعولوں کے درمیان میں یا دونوں کے بعد ہوں گے تو بوجہ ان کے ضُعف کے ان کا عمل نہ کرنا جائز ہوگا، البتہ ان میں قُوّتِ عمل موجود ہے اس لیے ان کا عمل کرنا بھی جائز ہوگا اور یہی معنی ہے جوازِ الغاء کا یعنی نفسِ قوّت کی وجہ سے وہ عمل کر سکتے ہیں اور ضعفِ قوت کی وجہ سے ان کا عمل نہ کرنا بھی جائز ہوگا، پھر یہ فرق کیا ہے کہ وسط کی صورت میں عمل کرنا اولیٰ ہے اور مؤخر ہونے کی صورت میں عمل نہ کرنا اولیٰ ہے۔

③ جب یہ افعال نفی، استفہام یالامِ ابتدا سے پہلے واقع ہوں جیسے عَلِمْتُ مَا زَیْدٌ فِي

الدَّارِ، عَلِمتُ أَزَيدٌ عِندَكَ اَم عَمروٌ، عَلِمتُ لَزَيدٌ قَائِمٌ تو یہ افعال معلّق ہوتے ہیں، تعلیق کا معنی ہے کہ ان کا عمل لفظاً بطریق وجوب باطل ہوجاتا ہے اور معناً باطل نہیں ہوتا۔ ان مذکورہ تینوں صورتوں میں یہ افعال اس لیے معلّق ہوجاتے ہیں کہ یہ تینوں صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں اور عملِ کے وقت ان افعال کی صدارت انکی صدارت کو باطل کردیتی ہے، لہٰذا یہ افعال ارزوئے لفظ کے مہمل ہوجائیں گے اور ازروئے معنی کے عامل ہوں گے۔

(۴) ان افعال میں جائز ہے کہ فاعل اور مفعول یہ دونوں ضمیر متصل کے ایک شے کے لیے ہوں یعنی صرف متکلم کے لیے یا صرف مخاطب کے لیے یا صرف غائب کے لیے جیسے عَلِمتُنِی مُنطَلِقاً یہاں فاعل اور مفعول دونوں ضمیر متصل ہیں اور ایک شے یعنی متکلم کی طرف لوٹ رہی ہیں اور یہ جمع ہونا دوسرے افعال میں جائز نہیں ہے لہٰذا ضَرَبتُنِی کہنا جائز نہیں ہے بلکہ ضَرَبتُ نَفسِی ہیں، وجہ فرق یہ ہے کہ افعال قلوب میں درحقیقت مفعول دوسرا اسم ہوتا ہے اور پہلا مفعول دوسرے کے لیے توطیہ وتمہید کے لیے آتا ہے، پس ان افعال کے فاعل اور مفعول کے درمیان ایک شے کے لیے ضمیر ہونے کی صورت میں اتحاد لازم نہیں آتا بخلاف دوسرے افعال کے کہ ان میں فاعل اور مفعول کے درمیان اتحاد لازم آتا ہے، لہٰذا ان میں لفظ ''نفس'' کے ساتھ فاصلہ لایا جاتا ہے اور کہتے ہیں ضَرَبتُ نَفسِی۔

((واعلم أنهُ قد يكون ظننتُ بمعنىٰ اِتَّهَمْتُ وعلمتُ بمعنى عرفتُ ورأيتُ بمعنى أبصرتُ ووجدتُّ بمعنى اَصَبْتُ الضَّالَّةَ فتنصبُ مفعولاً واحداً فقط فلاتكون حينئذ من أفعال القلوب))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ کبھی ہوتا ہے ظننتُ بمعنی اِتَّهَمتُ، علمتُ بمعنی عرفتُ، رأیتُ بمعنی أبصرتُ، وجدتُّ بمعنی اَصَبتُ الضَّالَّة پس تُو نصب دے گا ایک مفعول کو فقط پس اس وقت یہ افعالِ قلوب نہیں ہوں گے۔''

تشریح:

یہاں سے مصنف یہ بتلا رہے ہیں کہ ان افعال کے دوسرے معنی بھی آتے ہیں جن کی وجہ سے وہ ایک مفعول کی طرف متعدّی ہوتے ہیں جیسے ظَنَنتُ بمعنی اِتَّهَمتُ (تہمت سے) اس وقت یہ متعدّی بہ یک مفعول ہوگا جیسے اِتَّهَمتُ زَیداً (میں نے زید پر تہمت لگائی) اور بمعنی عَرَفتُ کے آتا ہے اسی طرح رَأَیتُ بمعنی اَبصَرتُ کے اور وَجَدتُّ بمعنی اَصَبتُ کے آتا ہے اور اس وقت یہ سب متعدّی بہ یک مفعول ہوتے ہیں۔

❀ ❀ ❀

فصل

افعالِ ناقصہ کا بیان

((فصل الأفعال الناقصةُ هی أفعالٌ وضِعَتْ لتقریر الفاعِل علیٰ صفةٍ غیرصفةِ مصدرهاوهی کان وصار وظل وبات الیٰ اٰخرِهَاتدخل علی الجملة الاسمیة لافادة نسبتهاحکم معناها فترفعُ الأول وتَنْصِبُ الثانی فتقول کَانَ زیدٌ قَائماً ۔))

''افعالِ ناقصہ وہ افعال ہیں جو وضع کیے گئے ہیں فاعل کو ثابت کرنے کے لیے ایسی صفت پر جو اس کے مصدر کے صفت کے علاوہ ہو اور وہ یہ ہیں کان، صار، ظل، بات... الخ یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اس کی نسبت کے فائدہ کے لیے اس کے معنی کے حکم کو پس یہ اوّل کو رفع دیتے ہیں اور دوسرے کو نصب دیتے ہیں پس تو کہے گا کَانَ زیدٌ قَائماً.''

تشریح:

ان افعال کو افعال ناقصہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دیگر افعال کی طرح صرف فاعل سے مکمل نہیں ہوتے بلکہ ان میں خبر کے ملانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

هِیَ اَفْعَالٌ:

یہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو ان افعال کے مصادر کی صفات متغایرہ کے ساتھ ربط کے لیے وضع کیے گئے ہیں، مثلاً کَانَ زَیْدٌ قَائِماً یہاں پر قَائِماً قیام کو زید کے ساتھ مربوط کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے اور صفت کون کے ساتھ مربوط کرنے کے لیے وضع نہیں کیا گیا ہے، اسی وجہ سے مصنف نے صفت کو غیر صفة مصدرها کے ساتھ موصوف کیا ہے، کیونکہ صفتِ مصدر کے ساتھ ہر فعل مربوط ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ میں ضَرَبَ کو اپنی صفتِ ضرب کو زید کے لیے ثابت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے، لہٰذا تمام افعال تقریر الفاعل علی صفةالمصدر کے لیے وضع ہیں بخلاف افعالِ ناقصہ کے، کہ یہ اپنی صفتوں کو ثابت کرنے کے لیے وضع نہیں کیے گئے، بلکہ ان کے مصدر کے علاوہ جو صفت ہوتی ہے اس پر فاعل کو ثابت کرتے ہیں۔

تَدْخُلُ عَلَی الْجُمْلَةِ:

افعالِ ناقصہ اپنے معنی کا حکم اور اثر خبر کو دینے کے لیے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جیسے کَانَ زَیْدٌ

قَائِماً میں کَانَ فعل ناقص ہے، لہٰذا زَیْدٌ قَائِمٌ جملہ اسمیہ خبریہ پر داخل ہے کہ وہ اپنے معنی یعنی ثبوت کا حکم واثر اپنی خبر یعنی قیام کو دیتے ہیں۔

فَتَرْفَعُ الْاَوَّلَ:

یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر جُزِ اوّل کو رفع اور جُزِ ثانی کو نصب دیتے ہیں جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِماً میں کَانَ عامل ہے اور اس کی وجہ سے زید مرفوع اور قَائِماً منصوب ہے۔

((وکان علیٰ ثلثة أقسامٍ ناقصةٍ وهی تدلُّ علیٰ ثبوت خبرها لفاعلها فی الماضی امّادائماً نحوكان اللّٰهُ عَلِیْماً حَكِیْماً أو منقطعاً نحو كانَ زیدٌ شابّاً وتامّة بمعنی ثبت وحَصَل نحوكَان القتال أی حَصَل القتالُ وزائدة لایتغیر باسقطها معنی الجُملة كقول الشاعر شعر جِیادُ بنِی ابی بكرٍ تَسامٰی علیٰ كانَ المسوَّمَةِ العِراب أی علی المسومة))

ترجمہ:

''اور کَانَ تین قسموں پر ہے، ناقصہ اور یہ دلالت کرتا ہے اپنی خبر کے ثبوت پر فاعل کے لیے ماضی میں خواہ وہ دائم ہو جیسے کان اللّٰہُ عَلِیْماً حَکِیْماً یا منقطع جیسے کَانَ زیدٌ شابّاً اور تامّہ بمعنی ثبتَ وحَصَلَ جیسے کَانَ الْقِتَالُ یعنی حَصَلَ الْقِتَالُ اور زائدہ وہ ہے کہ جس کے ساقط ہونے سے جملہ کے معنی نہ بدلیں جیسے قولِ شاعر: جِیادُ بنِی ابی بكرٍ تَسامٰی علیٰ كانَ المسوَّمَةِ العِراب یعنی علی المسومة.''

تشریح:

لفظ کَانَ کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے کہ یہ تین قسم پر ہے:

① ناقصہ ② تامّہ ③ زائدہ

کان ناقصہ:

کَانَ ناقصہ کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اپنی خبر کو اپنے اسم کے لیے زمانہ ماضی میں ثابت کرتا ہے، عام اس سے کہ وہ ثبوت تمام ماضی اور غیر ماضی میں دائم ہو۔ جیسے کَانَ اللّٰہُ عَلِیْماً حَکِیْماً یا منقطع ہو جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِماً اور ناقصہ ہونے کے وقت یہ صَارَ کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے: کَانَ زَیْدٌ غَنِیًّا یعنی صَارَ زَیْدٌ غَنِیًّا.

کان تامّہ بمعنی ثَبَتَ:

کَانَ تامہ بمعنی ثَبَتَ وَ حَصَلَ بھی ہوتا ہے اور اپنے اسم یعنی فاعل پر تمام ہو جاتا ہے یعنی خبر کا محتاج نہیں ہوتا جیسے کَانَ الْقِتَالُ یہ بمعنی حَصَلَ الْقِتَالُ ہے۔

کان زائدہ:

یہ کَانَ کی تیسری قسم ہے، کَانَ کبھی زائدہ ہوتا ہے جیسے زَیْدٌ کَانَ قَائِمٌ اور کَانَ زائدہ وہ ہے کہ جب اس کوعبارت سے ساقط کر دیا جائے تو معنی مقصودی میں کوئی خلل نہ آئے غرضیکہ کَانَ کبھی لفظ اور معنی دونوں میں زائد ہوتا ہے اور کبھی فقط لفظ میں زائد ہوتا ہے جیسے زَیْدٌ کَانَ قَائِمٌ. اس مثال میں کَانَ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ قیامِ زید زمانۂ ماضی میں ہوا ہے۔

کَانَ تامّہ اور زائدہ اگرچہ ناقصہ نہیں ہوتے اس کے باوجود مصنف نے کَانَ کے تمام استعمالات بیان کر دیے اور زیادتِ لفظ کَانَ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے مشتقات زائد نہیں ہوتے بخلاف اوّل کے (یعنی کَانَ ناقصہ) کہ یہ ہر دو اسم کو عام ہیں، کَانَ ناقصہ کی مثال عربی کا شعر ہے:

جِیَادُ ابْنِیْ اَبِیْ بَکْرٍ تَسَامٰی عَلٰی کَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ

''میرے بیٹے ابوبکر کے تیز رفتار گھوڑے ان عربی گھوڑوں پر جن پر عمدہ ہونے کے نشان لگائے گئے ہیں فوقیت رکھنے والے ہیں۔''

((وصار للانتقال نحو صارزیدٌ غنیاً وأصبح وأمسیٰ وأضحٰی تَدُلُّ علیٰ اقترانِ مضمون الجملة بتلك الأوقاتِ نحواَصْبَحَ زَیدٌ ذَاکِراً أی کَانَ ذَاکِراً فی وقتِ الصُّبْحِ وبمعنیٰ صَارَ نحوُ اَصْبَحَ زیدٌ غنیاً وتامَّةٌ بمعنی دَخَل فی الصَّباح والضحیٰ والمساوظلَّ وباتَ یدُلّانِ علیٰ اقتران مضمون الجملةبو قتیهمانحو ظلَّ زیدٌ کاتباً وبمعنیٰ صار))

ترجمہ:

''اور صَارَ انتقال کے لیے ہے، جیسے صارزیدٌ غنیّاً اور أصبح،أمسیٰ،أضحٰی یہ دلالت کرتے ہیں مضمونِ جملہ کو ملانے پر ان اوقات کیساتھ جیسے اَصْبَحَ زَیدٌ ذَاکِراً یعنی کَانَ ذَاکِراً فی وقتِ الصُّبحِ اور بمعنی صَارَ جیسے اَصْبَحَ زیدٌ غنیّاً اور تامّہ بمعنی دَخَلَ فی الصَّباح والضحیٰ والمساء اور ظلَّ وباتَ یہ دونوں دلالت کرتے ہیں مضمونِ جملہ کو ملانے پر اپنے وقتوں کے ساتھ جیسے ظلَّ زیدٌ کاتباً اور بمعنی صَارَ بھی۔''

تشریح:

صَارَ:

یہ فعل انتقال کے لیے ہوتا ہے، خواہ وہ انتقال ایک صفت سے دوسری صرف کی طرف ہو جیسے صَارَ زَیْدٌ

عَالِماً یعنی زید صفتِ جہل کو چھوڑ کر صفتِ علم کی طرف منتقل ہوگیا، یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف انتقال ہو جیسے صَارَ الطِّیْنُ خَزْفاً یعنی گارا منتقل ہوگیا ٹھیکری کی طرف اور صَارَ کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف یا ایک ذات سے دوسری ذات کی طرف انتقال کے لیے آتا ہے اور اس وقت یہ اِلٰی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے جیسے صَارَ زَیْدٌ مِنْ قَرْیَۃٍ اِلٰی قَرْیَۃٍ اور صَارَ زَیْدٌ مِنْ خَالِدٍ اِلٰی بَکْرٍ

اَصْبَحَ وَاَمْسٰی واَضْحیٰ:

یہ تینوں فعل جملے کے مضمون کو اوقات کے ساتھ متصل کرنے کے لیے آتے ہیں جیسے اَصْبَحَ زَیْدٌ جَالِساً زید صبح کے وقت بیٹھ گیا، اَمْسٰی زَیْدٌ قَائِماً زید شام کے وقت کھڑا ہوگیا، اَضْحٰی زَیْدٌ مُصَلِّیاً زید چاشت کے وقت نماز پڑھنے والا ہوگیا۔ مضمونِ جملہ سے مراد خبر یا متعلقِ خبر کا مصدر نکال کر اسم کی طرف اضافت کر کے جو مرکب اضافی بنتا ہے وہ مراد ہے، غرضیکہ یہ مضمون جملہ کو ان وقتوں کیساتھ ملاتا ہے جن پر اُن کے مواد دلالت کرتے ہیں۔

کبھی یہ افعالِ ثلاثہ صَارَ کے معنی میں بھی آتے ہیں، اس وقت ان کے معنی میں اوقات کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے اَصْبَحَ زَیْدٌ غَنِیاً ای صَارَ زَیْدٌ غَنِیاً کبھی یہ تینوں فعل تامّہ ہوتے ہیں، اس وقت یہ خبر کے محتاج نہیں ہوتے۔

اسی طرح بَاتَ اور ظَلَّ ہے افعال میں سے یہ دو فعل جملہ کے مضمون کو اپنے وقت کے ساتھ ملانے کے لیے آتے ہیں جیسے ظَلَّ زَیْدٌ کَاتِباً زید تمام دن لکھنے والا رہا اور بَاتَ زَیْدٌ نَائِماً زید تمام رات سونے والا رہا۔ پھر یہ دونوں فعل کبھی صَارَ کے معنی میں ہوتے ہیں جیسے ظَلَّ زَیْدٌ غَنِیاً یعنی زید مالدار ہوگیا اور بَاتَ زَیْدٌ فَقِیْراً یعنی زید فقیر ہوگیا۔

((ومازال ومافتیٰ ومابرِحَ ومانفكَّ تدُلُّ علیٰ استمرار ثبوت خبرها لفاعلهامذقبله نحو مازال زید أمیراً ویلزمهاحرف النفی ومادامَ یدلُّ علیٰ توقیتِ أمرٍ بمدّة ثبوتِ خبرَهالفاعلهانحوقومُ مادامَ الأمیر جالساً ولیسَ یدل علیٰ نفی معنی الجملة حالاً وقیل مطقاً وقد عرفت بقیة اَحکامها فی القسم الاوّل فلانعیدُها))

ترجمہ:

''اور مازال، مافتیٰ، مابرِحَ، مانفكّ یہ دلالت کرتے ہیں اپنی خبر کے ثبوت کے جاری رہنے پر اپنے فاعل کے لیے جب سے اس نے اسے قبول کیا ہو جیسے مَازَالَ زَیْدًا میراً اور مَادَامَ لازم ہے اس کو حرفِ نفی اور دلالت کرتا ہے کام کے وقت پر اپنی خبر کے ثبوت کی مدت کے ساتھ اپنے فاعل کے لیے

جیسے قَومُ مادامَ الأمیر جالساًاور لَیسَ دلالت کرتا ہے جملہ کے معنی کی نفی پر فی الحال اور مطلق بھی کہا گیا ہے اور تو نے اس کے باقی احکام جان لیے ہیں، اب ہم انہیں نہیں لوٹائیں گے۔''

تشریح:

یہ اپنی خبروں کو اپنے فاعل کے لیے استمرار کے ساتھ ثابت کرنے کے لیے آتے ہیں، لیکن مطلقاً نہیں بلکہ اس وقت سے جبکہ ان کے فاعلوں نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے مَازَالَ زَیْدٌ غَنِیّاً یعنی زید نے جب سے مالداری کو قبول کیا ہے اس وقت سے مالداری کی صفت زید کے ساتھ اور مستمر ہے۔

سوال: اگر کوئی سوال کرے کہ افعالِ مذکورہ کے استمرار پر دلالت کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ان افعال کے معنی میں نفی پائی جاتی ہے اور جب ان پر مَا نافیہ داخل ہوتا تو نعي النفی ہو کر استمرار اور ثبوت پر دلالت کرتے ہیں، کیونکہ نفی کی نفی ثبوت و استمرار کو مستلزم ہوتی ہے۔

وَیَلْزِمُهَا:

افعالِ مذکورہ سے جب دوام و استمرار کا ارادہ کیا جائے تو انہیں نفی لازم ہے، عام اس سے کہ وہ نفی لفظوں میں ہو یا تقدیراً، ہو مثال لفظوں میں: مَا زَالَ زَیْدٌ قَائِماً اور مثال ثانی کی یعنی نفی تقدیراً ہو: تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ یہ اصل میں لَا تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ ہے۔

وَمَادَامَ:

افعالِ ناقصہ میں سے ایک مَا دَامَ ہے، یہ کسی امر کی توقیت کو اس مدت کے ساتھ کرنے کے لیے آتا ہے کہ جو اس کے فاعل کے لیے خبر کے ثابت ہونے کی ہے جیسے اِجْلِسْ مَادَامَ زَیْدٌ جَالِساً یعنی تو اس وقت تک بیٹھ کہ جب تک زید بیٹھا ہے، پس مثالِ مذکور میں مخاطب کے بیٹھنے کی توقیت اس مدّت کے ساتھ کی گئی ہے جو زید کے بیٹھنے کی ہے اور مَادَامَ میں مَا مصدریہ ہے اور مَادَامَ اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مصدر ہے اور اس سے پہلے زمان مقدّر ہے، چنانچہ اِجْلِسْ مَادَامَ زَیْدٌ جَالِساً کی تقدیر ہے اِجْلِسْ زَمَانَ دَوَامَ جُلُوْسِ زَیْدٍ

لَیْسَ:

افعالِ ناقصہ میں سے لَیْسَ ہے، یہ زمانۂ حال میں مضمونِ جملہ کی نفی کے لیے آتا ہے جیسے لَیْسَ زَیْدٌ ضَارِباً یعنی زمانۂ حال میں مارنے والا نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لَیْسَ مضمونِ جملہ کی نفی کے لیے آتا ہے، عام اس سے کہ وہ نفی زمانۂ حال میں ہو، استقبال میں، یا ماضی میں۔

❁......❁......❁

فصل

افعالِ مقاربہ کا بیان

((فصلٌ أفعال المقاربة هى أفعالٌ وضِعَت للدّلالةِ على دُنُوِّ الخبر لفاعلها وهى ثلثة أقسامٍ الاوّل للرجاء وهوعسىٰ وهوفعلٌ جامدٌلايُسْتَعملُ منه غيرُ الماضى وهو فى العمل مثل كَادَ اِلّااَنَّ خَبَرَهٗ فِعلٌ مضارع مع أن نحو عسىٰ زيدٌ اَنْ يقومَ ويجوز تقديم الخبرِ على اسمهٖ نحو عسىٰ ان يقومَ زيدٌوقد يحذف ان نحو عسىٰ زيدٌ يقومُ والثانى للحُصُول وهو كادَ وخبرُهٗ مضارع دُون اَن نحو كادَ زيدٌ يقُومُ وقدتدخُل اَن نحو كادَ زيدٌ اَنْ يَّقُوْمَ والثالث للأخذ والشروع فى الفعلِ وهوَ طفِقَ وَجَعَلَ وكرب واخذ واستعمالهامثل كاد طفق زيدٌ يكتبُ واوشكَ واستعمالُها مثل عسىٰ وكاد))

ترجمہ:

''افعالِ مقاربہ وہ افعال ہیں جو وضع کیے گئے ہیں دلالت کے لیے خبر کے قریب ہونے پر اپنے فاعل کے اور وہ تین قسمیں ہیں: پہلی امید کے لیے اور وہ عسٰی ہے، یہ وہ فعل جامد ہے جو نہیں استعمال کیا جاتا ماضی کے علاوہ اور وہ عمل میں کَادَ کے مثل ہے مگر اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے مع أنْ کے جیسے عسىٰ زیدٌ اَنْ یقومَ اور جائز ہے خبر کو مقدم کرنا اس کے اسم پر جیسے عسىٰ أن یقومَ زیدٌ اور کبھی أن حذف کردیا جاتا ہے جیسے عسىٰ زیدٌ یقومُ اور دوسرا حصول کے لیے ہے اور وہ کَادَ ہے اور اس کی خبر مضارع ہوتی ہے أن کے علاوہ جیسے کادَ زیدٌ یقُومُ اور کبھی أن داخل ہوتا ہے جیسے کادَ زیدٌ اَنْ یَّقُوْمَ اور تیسری اخذ اور شروع کے لیے ہے فعل میں اور وہ طَفِقَ، جَعَلَ، کَرُبَ، اَخَذَ ہیں اور ان کا استعمال کَادَ کے مثل ہے جیسے طَفِقَ زَیْدٌ یکتبُ اور اَوْشَكَ اور اس کا استعمال عَسیٰ اور کَادَ کے مثل ہے۔''

تشریح:

تعریف:

افعالِ مقاربہ وہ فعل ہیں جو خبر کو اپنے فاعل کے نزدیک کرنے کے لیے وضع کیے گیے ہیں۔

اقسام:

یہ تین قسم پر ہے بعض وہ جن میں مقاربت کا معنی پایا جاتا ہے کَادَ، کَرُبَ اور اَوْشَكَ بعض وہ ہیں جس میں امید کا معنی پایا جاتا ہے جیسے عَسیٰ اور بعض وہ ہیں جن میں شروع اور انشاء کا معنی پایا جاتا ہے جیسے اَخَذَ، طَفِقَ، جَعَلَ، اَنْشَأَ

پھر ان سب کا نام تسمیۃالکلّ باسم الجزء کے قبیل سے افعالِ مقاربہ رکھا گیا ہے یہ سب فعل وہی عمل کرتے ہیں جو عمل افعالِ ناقصہ کا ہے یعنی اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں، پھر نصب ان کی محلًا ہوتی ہے جیسے کَادَ زَیْدٌ یَخْرُجُ

استعمال:

کَادَ کی خبر کا استعمال بغیر اَنْ کے ہوتا ہے جیسے کَادَ زَیْدٌ یَخْرُجُ اور کبھی کبھی اَنْ کے ساتھ بھی اس کا استعمال ہوجاتا ہے مگر قرآن کریم میں کَادَ کی خبر اَنْ کے ساتھ مستعمل نہیں ہوئی ہے بخلاف عَسیٰ کے کہ یہ بھی اگرچہ کَادَ والا عمل کرتا ہے مگر اس کی خبر اَنْ کے ساتھ بکثرت استعمال ہوتی ہے جیسے عَسیٰ رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ اور کبھی بغیر اَنْ کے بھی ہوجاتی ہے مگر یہ قلیل ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ عَسیٰ کی خبر بعض اوقات اس کے اسم پر مقدم بھی ہوجاتی ہے جیسے عَسیٰ اَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ بخلاف کَادَ کے کہ اس کی خبر اسم پر مقدم ہرگز نہیں ہوتی، پھر ایک فرق یہ بھی ہے کہ کَادَ متصرف ہے بخلاف عَسیٰ کے کہ یہ غیر متصرف ہے کیونکہ اس میں سوائے ماضی کے اور فعل استعمال نہیں ہوتا۔

نیز جب عَسیٰ کی خبر اسم پر مقدم ہوجائے مثلاً عَسیٰ اَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ اس میں دو ترکیبی احتمال ہیں:

① عَسیٰ فعل مقاربہ ہو اَنْ یَّخْرُجَ اس کی خبر مقدم ہو اور زَیْدٌ اس کا اسم مؤخر ہو۔

② عَسیٰ فعل تامّہ ہو اَنْ یَّخْرُجَ اس کا فعل اور زَیْدٌ اس کا فاعل ہو اور فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر عَسیٰ کا فاعل ہو، اس وقت عَسیٰ تامّہ فاعل پر ہی مکمل ہوجائے گا۔

باقی افعالِ انشاء کی خبر پر اَنْ ہرگز نہیں آتا کیونکہ یہ افعال شروع پر دلالت کرتے ہیں جبکہ اَنْ فعل میں استقبال کا معنی پیدا کردیتا ہے لہٰذا ان دونوں میں ضد ہونے کی وجہ سے اَنْ ان کی خبر پر نہیں آتا۔

❁......❁......❁

فصل

افعالِ تعجب کا بیان

((فصل فعلاالتعجب ماوُضِعَ لانشاءِ التعجّب وله صيغتان ماافعلَهٗ نحو مااَحْسَنَ زيدا أى أيّ شيءٍ أحسن بزيد ولايبنيان الّا ممايُبنیٰ منه أفعلُ التفضيل ويتوصّل فی الممتنع بمثلِ ماأشدَّ استخراجاً فی الأول واشدد باستخراجهٖ فی الثانی کماعرفت فی اسم التفضيل ولايجوزالتصرف فيهمابتقديم ولاتاخير ولافصل والمازنی اجاز الفصل بالظرف نحو مااَحْسَنَ اليومَ زيدا۔))

ترجمہ:

''تعجب کے دوفعل وہ ہیں جو وضع کیے گئے ہیں انشاءِ تعجب کے لیے اوراس کے دوصیغے ہیں: مَااَفْعَلَهٗ جیسے مَاأَحْسَنَ زَیْدًا یعنی کس چیز نے زید کواچھابنادیااور أَحْسَنَ میں ضمیر ہے اوروہ اس کافاعل ہے اور اَفْعِلْ به جیسے اَحْسِنْ بِزَيْدٍ اور یہ نہیں بنایاجاتا مگراسی سے جس سے افعل التفضیل بنایاجاتاہے اور ملایاجاتاہے ممتنع میں مَااَشَدَّ اِسْتِخْرَاجًا سے پہلے میں اور اَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهٖ دوسرے میں جیسا کہ تُو نے اسمِ تفضیل میں جاناہے اوران دونوں میں تصرّف جائزنہیں ہے تقدیم کا، اور نہ تاخیر کا اورنہ ہی فصل کااورمازنی نے ظرف میں فصل کوجائزقراردیاہے جیسے مَا اَحْسَنَ الْيَوْمَ زَيْدًا۔''

تشریح:

تعجب سے مرادکسی کام یاچیز کے مخفی اور پوشیدہ ہونے کے بعداس کے ظاہرہونے سے اوراس کاعلم ہونے سے نفس کی کیفیت پرعجیب اثر کاظاہرہوناہے۔

انشاءِ تعجب سے مراد یہ ہے کہ اسی صیغہ سے تعجب کے معنی پیداہورہے ہوں لہٰذا مَا وُضِعَ کی قید سے تَعَجَّبَ اوراس باب کے دیگرتمام صیغے نکل گئے کیونکہ ان میں انشاءنہیں ہوتا بلکہ خبردی جارہی ہوتی ہے۔

سوال: مصنّف نے ان کی تعریف کیوں نہیں بیان کی؟

جواب: اس لیے کہ تعریف میں اس چیز کے جس کی تعریف کی جارہی ہوتی ہے تمام اجزاء کابیان کیاجاتاہے، چونکہ یہاں اجزاءسرے سے ہیں ہی نہیں، لہٰذاماتن نے اس کی تعریف کی ضرورت نہیں سمجھی۔

صِيُغَتَانِ :

صِيُغَتَانِ کہہ کر مصنف بتلا رہے ہیں کہ باقی افعال کی طرح ان کی گردان نہیں بنتی، بلکہ یہ صرف دو ہی صیغے ہوتے ہیں اور یہ دونوں انہی افعال سے آتے ہیں جن سے افعل التفضیل آتا ہے، کیونکہ معنوی طور پر دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔





فصل

افعالِ مدح وذم کا بیان

((فصل أفعالُ المدحِ والذم ماوُضِع لانشاءِ مدحٍ أوذمٍ أمّاالمدح فلهٗ فِعلانِ نِعْم وفاعلهٗ اسمٌ معرّفٌ باللام نحو نعم الرجُلُ زيدٌ أو مضافٌ الى المعرف باللام نحونعم غُلام الرجل زيدٌ وقديكون فاعلهٗ مضمراً أويجب تمييزه بنكرةٍ منصوبةٍ نحونعم رجلاً زيدٌ أوبمانحوقولهٗ تعالیٰ فَنِعِمَّاهِیَ ای نعم شيئاً هی وزيدٌحبَّ فعلُ المدح وفاعلهٗ ذاوالمخصوصُ بالمدح زيدٌويجوز أن يقع قبل مخصوص اوبعدهٗ تمييزنحوحبّذار جلاًزيدٌ وحبّذازيدٌرجلاًوحالٌ نحوحَبَّذَاراكِباًزيدٌ وحَبَّذَازيدٌ راكِباً وأماالذم فلهٗ فعلان ايضاًبئسَ نحوبئسَ الرجُلُ عَمروٌوبئسَ غلام الرجُلِ عمروٌ وبئسَ رجلاً عمروٌوساء نحوساَءَ الرجلُ زيدٌ وَسَآءَ غلام الرجُلِ زيدٌ وسآءَ رجلاً زيد وسآء مثل بئس فی سائرِ الاقسام۔))

ترجمہ:

''افعالِ مدح وذم وہ ہیں جو وضع کیے گئے ہیں انشاءِ مدح وذم کے لیے،پس جو مدح کے ہیں وہ دو فعل ہیں (پہلا) نِعْمَ اس کا فاعل وہ اسم ہوتا ہے جو معرّف باللّام ہو جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ یا معرّف باللّام کی طرف مضاف ہو جیسے نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَیْدٌ اور کبھی اس کا فاعل پوشیدہ ہوتا ہے اور اس وقت اس کی تمیز نکرہ منصوب لانا واجب ہوتا ہے جیسے نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ یا حرف مَا کے ساتھ جیسے فَنِعِمَّاهِیَ بمعنی نِعْمَ شَیْئاًھِیَ اور زید کو مخصوص بالمدح کا نام دیا جاتا ہے اور (دوسرا) حَبَّذَا جیسے حَبَّذَا زَیْدٌ، اس میں حَبَّ فعل مدح، ذَا اس کا فاعل ہے اور زَیْدٌ مخصوص بالمدح ہے اور جائز ہے کہ مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمیز واقع ہو جیسے حَبَّذَ رَجُلاً زَیْدٌاور حَبَّذَازَیْدٌ رَجُلاً یا حال واقع ہو جیسے حَبَّذَارَاکِباً زَیْدٌ اور حَبَّذَاَ زَیْدٌرَاکِباًاور جو ذم کے فعل ہیں وہ بھی دو ہیں (پہلا) بِئْسَ جیسے بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْروٌ اور بِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ عَمْروٌ اور بِئْسَ رَجُلاً عمروٌ اور (دوسرا) سَاءَ ہے جیسے سَاءَ الرَّجُلُ زَیْدٌ اور سَاءَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَیْدٌ اور سَاءَ رَجُلاًزَیْدٌ. سَاءَ تمام قسموں میں بِئْسَ کے ہی مثل ہے۔''

تشریح:

افعالِ مدح سے مراد وہ فعل ہیں جن سے کسی کی تعریف وستائش بیان کی جاتی ہے اور یہ دو فعل ہیں: نِعْمَ اور حَبَّذَا اور افعالِ ذم سے مراد وہ فعل ہیں جن سے کسی کی مذمت برائی کرنا مقصود ہو، یہ بھی دو فعل ہیں: بِئْسَ اور سَآءَ

مَاوُضِعَ لِاِنْشَاءِ:

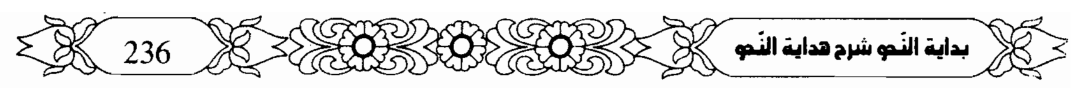
مدح وذم کے ساتھ انشاء کی قید لگا کر ماتن نے کَرُمَ، شَرُفَ، مَدَحَ، حَمِدَ اور اس جیسے دیگر ابواب کے تمام افعال کے سب صیغوں کو خارج کر دیا، کیونکہ وہ انشائیہ نہیں بلکہ خبریہ ہوتے ہیں اور وہ مدح وذم کے لیے وضع نہیں کیے گئے ہوتے۔

① نِعْمَ کا فاعل کبھی معرّف باللّام ہوتا ہے جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ اور کبھی معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ. کبھی اس کا فاعل مضمر بھی ہوتا ہے، جب یہ صورت ہوتو اس وقت ایسے نکرہ کے ساتھ اس کی تمیز لانا واجب ہوتا ہے جو منصوب ہو اور یہ تمیز اس لیے لائی جاتی ہے تاکہ مضمر کے ابہام کو رفع کیا جا سکے جیسے نِعْمَ رَجُلاً زَيْدٌ اور کبھی اس کی تمیز اسم نکرہ کی بجائے مَا کے ساتھ لائی جاتی ہے جیسے فَنِعِمَّاهِيَ یعنی نِعْمَ شَيْئاً هِيَ

② دوسرا فعل مدح حَبَّذَا ہے، اس کی مثال حَبَّذَا زَيْدٌ ہے، اس مثال میں حَبَّ فعل ہے، ذَا اس کا فاعل ہے اور زَيْدٌ مخصوص بالمدح ہے۔ اس کی تمیز دو طریقوں سے لانا جائز ہے: مخصوص بالمدح سے پہلے اور بعد، پہلے کی مثال حَبَّذَ رَجُلاً زَيْد بعد کی مثال حَبَّذَازَيْدٌ رَجُلاً یا اس کی تمیز حال واقع ہو رہی ہو تو تب بھی مخصوص بالمدح سے پہلے اور بعد دونوں طرح لائی جا سکتی ہے جیسے حَبَّذَارَاكِباً زَيْدٌ اور حَبَّذَا زَيْدٌرَاكِباً

اور ذم کے دونوں افعال کا حکم تمام صورتوں میں نِعْمَ جیسا ہی ہے۔

❁......❁......❁



القسم الثالث فی الحروف

((وقد مضىٰ تعريفهُ وأقسامهُ سبعةَ عشر حروف الجرِّ والحروف المشبهة بالفعل وحروف العطف وحروف التنبيه وحروف المصدروحروف التحضيض وحروف التوقّع وحرفاالاستفهام وحروف الشرط وحرف الرّدع وتاء التانيثِ الساكنةُ والتنوين ونونا التاكيد۔))

ترجمہ:

''تیسری قسم حروف کے بیان میں ہے اور اس کی (یعنی حرف کی) تعریف گزر چکی ہے، اور اس کی سترہ قسمیں ہیں : حروفِ جر، حروفِ مشبہ بالفعل، حروفِ عطف، حروفِ تنبیہ، حروفِ ندا، حروفِ ایجاب، حروفِ زیادۃ، تفسیر کے دوحرف، حروفِ مصدر، حروفِ تحضیض، حروفِ توقع، استفہام کے دوحرف، حروفِ شرط، حروفِ ردع، تائے تانیث ساکنہ، تنوین اور تاکید کے دونون۔''

فصل

حروفِ جارہ کا بیان

((فصل حروف الجرّ وحروف وضِعَتْ لافضاء الفعلِ وشبهِهِ أو معنى الفعلِ الى ماتليه نحومررت بزيدٍ وأنامار بزيد وهٰذافى الدارِ ابُوكَ اى اشير اليه فيهاوهى تسعة عشر حرفامن وهى لابتداء الغاية وعلامته أن يصح فى مقابلةِ الانتهاءُ كما تقول سِرتُ من البصرةِ الى الكوفة وللتبيين وعلامته أن يصح وضع لفظ الذى مكانه كقولهٖ تعالىٰ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانَ وللتبعيضِ وعلامته أن يصحّ لفظُ بعضٍ مكانهٗ نحو أخذت من الدراهم وزائدة وعلامهٗ أن لايختلَّ المعنى باسقا طها نحو ما جاءنى من أحدٍ ولاتزاد مِنْ فى الكلام الموجب خلافاللكوفيين وأماقولهم قد كان من مطرٍ وشبههٗ فمُتاَوَّل))

ترجمہ:

''حروفِ جر وہ حروف ہیں جو وضع کیے گئے ہیں فعل یا شبہ فعل یا معنیٰ فعل کو اس تک پہنچانے کے لیے جو ان کے ساتھ ملا ہوا ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ اور اَنَامَآرٌّ بِزَيْدٍ اور هٰذافِى الدَّارِ اَبُوْكَ یعنی اس کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کہ وہ اس میں ہے، یہ اُنیس حروف ہیں: (پہلا حرفِ جر) مِنْ ہے، یہ ابتداء غایت کے لیے آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں انتہا کا ذکر کرنا صحیح ہو جیسے تو کہے سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ اور یہ وضاحت کے لیے بھی آتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ لفظ اَلَّذِیْ کا رکھنا صحیح ہو جیسے فَاجْتَنِبُو الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ اور کبھی تبعیض کے لیے آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی جگہ لفظِ بعض لگانا صحیح ہو جیسے اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ اور کبھی زائدہ ہوتا ہے، تب اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کو گرانے سے معنی خراب نہ ہو جیسے مَاجَاءَنِىْ مِنْ اَحَدٍ اور مِنْ کلامِ موجب میں زائد نہیں ہوتا بخلاف کوفیوں کے اور ان کا جو قول ہے قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ اور اس جیسے (دیگر اقوال) تو ان میں تاویل کی گئی ہے۔''

تشریح:

مصنف کلمہ کی اقسامِ ثلاثہ میں سے دو یعنی اسم وفعل کا ذکر کر چکے ہیں اور اب تیسری قسم یعنی حرف کی بحث کا آغاز کررہے ہیں، اس کی تعریف مقدمہ میں گزر چکی ہے، اب یہاں اس کی اقسام کا بالترتیب اور بالتفصیل ذکر کریں گے۔ ان میں سے پہلی قسم حروفِ جارہ کی ہے:

وجہ تسمیہ:

یہ اسم پر داخل ہوکر اسے جر دے دیتے ہیں، اسی لیے ان کا نام حروفِ جارہ رکھا گیا ہے۔

وُضِعَتْ:

حروفِ جارہ فعل، شبہ فعل یا معنیٰ فعل کو اپنے ساتھ ملے ہوئے اسم کے ساتھ پہنچانے کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ فعل کی مثال: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ، شبہ فعل کی مثال: اَنَامَآرٌّ بِزَيْدٍ، معنیٰ فعل کی مثال: هٰذَافِي الدَّارِ اَبُوْكَ

مِنْ:

اس کی متعدد صورتیں ہیں:

① یہ ابتداءِ غایت کے لیے آتا ہے یعنی مسافت اور فاصلے کی ابتداء بتلانے کے لیے، اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے مدِ مقابل انتہائے غایت بیان کرنا صحیح ہو جیسے سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ

② بسا اوقات یہ وضاحت اور اظہار کے لیے آتا ہے یعنی جو بات غیر واضح اور مخفی ہوتی ہے اس کو کھول کر بیان کرنے کے لیے آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ مِنْ کی جگہ اَلَّذِيْ کو رکھنا صحیح ہو جیسے فَاجْتَنِبُو الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ یعنی فَاجْتَنِبُو الرِّجْسَ الَّذِيْ هُوَ الْاَوْثَانِ

③ کبھی یہ تبعیض کے لیے آتا ہے یعنی کُل شے کا بعض حصّہ بتلانے کے لیے اور اس وقت اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اسکی جگہ لفظِ بعض کو رکھنا درست ہو جیسے اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ یعنی اَخَذْتُ بَعْضَ الدَّرَاهِمِ

④ اور کبھی یہ زائدہ بھی ہوتا ہے، تب اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اسے حذف کر دینے سے کلام کے معنی میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو جیسے مَاجَاءَنِيْ مِنْ اَحَدٍ یعنی مَاجَاءَنِيْ اَحَدٌ

❀ کلامِ موجب میں مِنْ زائدہ نہیں ہوتا جبکہ کلامِ نفی، نہی اور استفہام میں زائدہ ہو جاتا ہے۔ یہ قانون کوفیوں کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ کوفیوں کے قول قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ میں مِنْ زائدہ ہے اور کلام بھی موجب ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں تاویل کی گئی ہے، تاویل یہ ہے کہ اس جگہ مِنْ تبعیض کے لیے ہے یعنی قَدْ كَانَ بَعْضُ مَطَرٍ

((وَاِلٰى وهى لانتهاء الغاية كمامرَّ وبمعنىٰ مع قليلاً كقولهٖ تعالىٰ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وحتىٰ وهى مثلُ الىٰ نحونمتُ البارِحةَ حَتّٰى الصباح وبمعنى مع كثيراًنحوقَدِمَ الحاجُّ حتى المشاة ولاتدخل الاعلى الظاهرِ فلايقال حَتّاهُ خلافاً للمبرّد وقول الشاعر فلاوالله لا يبقىٰ اُناسٌ فتىً حَتّاكَ

یاابن اَبی زیَادِ شاذٌوفی وھی للظرفیة نحوزیدٌ فی الدار والماءُ فی الکوز وبمعنیٰ علیٰ قلیلاً نحوقولہٖ تعالیٰ ولاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ))

ترجمہ:

’’اور(دوسرا) اِلیٰ ہے یہ انتہائے غایت کے لیے ہے جیسا کہ گزر چکا ہے،اور کبھی یہ مَعُ کے معنی میں ہوتا ہے لیکن بہت کم جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ : فَاغْسِلُوْاوُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ اور(تیسرا)حَتّٰی یہ اِلیٰ کے مثل ہے جیسے نمتُ البارِحةَ حَتَّی الصَّباح اور یہ مَعُ کے معنی میں کثرت سے آتا ہے جیسے قَدِمَ الحاجُّ حَتَّی المشاۃ اور یہ نہیں داخل ہوتا مگر اسم ظاہر پر ہی، پس حَتّاہُ نہیں کہا جائیگا بخلاف مبرد کے اور شاعر کے اس قول کے: فلاواللّٰہ لایبقیٰ اُناسٌ. فتیً حَتّاكَ یا ابن اَبی زیَادِ یہ شاذ ہے اور(چوتھا)فِیْ ہے۔ یہ ظرفیت کے لیے ہے جیسے زیدٌ فی الداراوروالماءُ فی الکوز اور یہ عَلیٰ کے معنی میں بہت کم آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَلَاُ صَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ.‘‘

تشریح:

اِلیٰ:

حروفِ جارہ میں سے دوسرا حرف اِلیٰ ہے، یہ دومعنوں کے لیے آتا ہے:

① ایک توانتہائے غایت کے لیے یعنی فاصلہ اورمسافت کااختتام بتلانے کے لیے جیسا کہ پیچھے اس کی مثال سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَی الْکُوْفَةِ گزرچکی ہے کہ یہاں اِلیٰ سے انتہائے مسافت کامقام یعنی کوفہ بتلایا جارہا ہے۔

② دوسرا یہ مَعُ کے معنی میں آتا ہے لیکن اس معنی میں بہت کم آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: فَاغْسِلُوْاوُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ یعنی فَاغْسِلُوْاوُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ مَعَ الْمَرَافِقِ(تم اپنے چہروں اور ہاتھوں کودھوؤ کہنیوں سمیت)

حَتّٰی:

حروف جارہ میں سے تیسرا حرف حَتّٰی ہے اور یہ اِلیٰ ہی کے مثل ہے،یعنی جومعنی اِلیٰ دیتا ہے وہی اس کا ہوتا ہے جیسے نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّی الصَّباحِ (میں گزشتہ رات سویا صبح تک) دوسرا یہ مَعُ کے معنی میں بکثرت آتا ہے جیسے قَدِمَ الحَاجُّ حَتَّی المَشَاۃ اور(حاجی آئے مع پیدل چلنے والوں کے)اور یہ صرف اسمِ ظاہر پر ہی داخل ہوتا ہے،مبرّد کے موقف اور شاعر کے اس شعر کے خلاف:

فلا واللّٰہ لا یبقیٰ اُناسٌ فتیً   حَتّاكَ یا ابن اَبی زیَادِ

’’پس نہیں، اللہ کی قسم!لوگ باقی نہیں رہیں گے جوانی کی حالت میں یہاں تک کہ اے ابنِ ابی زیاد! تو بھی)

یہ قاعدہ کے خلاف ہے کیونکہ حتیٰ ضمیر پر داخل ہے۔''

فِیْ:

حروفِ جارہ میں سے چوتھا حرف فِیْ ہے، یہ ظرفیت کے لیے آتا ہے جیسے زَیْدٌ فِیْ الدَّارِ (زید گھر میں ہے) اور اَلْمَاءُ فِیْ الْکُوْزِ (پانی پیالے میں ہے)اور یہ عَلیٰ کے معنیٰ میں بھی آتا ہے لیکن بہت کم جیسے وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ یعنی ولاُ صَلِّبَنَّکُمْ عَلیٰ جُذُوْعِ النَّخْلِ(اور میں تجھ کو ضرور بہ ضرور سُولی دُوں گا کھجور کے تنے پر)

((والباء وهى للإلصاق نحو مررتُ بزيد أى التصق مرورى بموضعٍ يقربُ منه زيدٌ وللاستعانة نحوكتبتُ بِالقَلَم وقد يكونُ للتعليل كقوله تعالىٰ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ وللمصاحبة كخَرَج زيدٌ بعشيرتهٖ وللمقابلة كبعتُ هٰذا بذاكَ وللتعدية كَذهبْتُ بزيدٍ وللظر فية كجَلَسْتُ بالمسجدِو زائدة قياسافى خبر النفى نحو ما زيد بقائمٍ وفى الاستفهام نحوهَل زيدٌ بقائمٍ وسماعاً فى المرفوع نحو بحسبكَ زيدٌ أى حسبُكَ زيدٌ وكفىٰ بِاللّٰهِ شَهِيْداً أى كفى اللّٰهُ و فى المنصوب نحو ألقى بيدهٖ أى القىٰ يَدَهٗ))

ترجمہ:

''اور (پانچواں) ''ب'' ہے اور وہ الصاق کے لیے آتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ یعنی میرا گزر اس جگہ سے ملا جہاں سے زید قریب تھا، اور یہ استعانت کے لیے آتا ہے جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ اور کبھی یہ ہوتا ہے تعلیل کے لیے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ اور مصاحبت کے لیے آتا ہے جیسے خَرَجَ زیدٌ بعشیرتہٖ اور کبھی مقابلہ کے لیے آتا ہے جیسے بعتُ ھٰذابذاكَ اور تعدیہ کے لیے بھی آتا ہے جیسے ذَھبْتُ بزیدٍ اور ظرفیت کے لیے آتا ہے جیسے جَلَسْتُ بالمسجدِ اور باء زائدہ ہوتا ہے نفی کی خبر پر اُس کو قیاس کرتے ہوئے جیسے مازیدٌ بقائمٍ اور استفہام میں جیسے ھَل زیدٌبقائمٍ اور مرفوع میں سماعاً زائد ہوتا ہے جیسے بحسبكَ زیدٌ یعنی حسبُكَ زیدٌ اور وکفیٰ باللّٰہِ شَھِیْداً یعنی کفی اللّٰہُ شھیداً اور منصوب میں جیسے القیٰ یَدَہٗ.''

تشریح:

بَاء:

حروف جارہ میں سے پانچواں حرف ''باء'' ہے، یہ متعدد معانی کے لیے مستعمل ہے:

① الصاق کے لیے، برابر ہے کہ وہ الصاق حقیقتاً ہو جیسے اَمۡسَکۡتُ بِزَیۡدٍ (میں نے زید کو روک لیا) یا مجازاً ہو جیسے مَرَرۡتُ بِزَیۡدٍ (میں گزرا زید کے پاس سے) یعنی اِلۡتَصَقَ مُرُوۡرِیۡ بِمَوۡضَعٍ یَقۡرُبُ مِنۡهُ زَیۡدٌ (میرا گزر اس جگہ سے ملا جہاں سے زید قریب تھا)

② استعانت کے لیے، یعنی کسی کی مدد حاصل کرنے کے لیے جیسے کَتَبۡتُ بِالۡقَلَمِ (میں نے لکھا قلم کی مدد سے)

③ تعلیل کے لیے، یعنی وجہ بتانے کے لیے جیسے اِنَّکُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ بِاتِّخَاذِکُمُ الۡعِجۡلَ (بے شک تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے بوجہ تمہارے پکڑنے بچھڑے کو)

④ مصاحبت یعنی ساتھ کے معنی میں آتا ہے جیسے خَرَجَ زَیۡدٌ بِعَشِیۡرَتِهٖ (زید نکلا اپنے خاندان کے ساتھ)

⑤ مقابلہ کے لیے، یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے بدلے میں بتانے کے لیے جیسے بعتُ هٰذابذاكَ (میں نے اس کو اُس کے بدلے میں بیچا) اور مقابلہ سے مراد یہ بھی ہے کہ اپنے مجرور کو دوسری چیز کے مقابلہ میں فائدہ دینا جیسے اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (تم جنت میں داخل ہو جاؤ اس چیز کے مقابلہ میں جو تم عمل کرتے تھے) ابنِ مالک نحوی کہتے ہیں کہ جو باء یہ معنی دیتی ہے وہی باء ثمن اور عوض پر داخل ہوتی ہے اور اسے باءِ بدل اور باءِ عوض کہتے ہیں۔

⑥ تعدیہ کے لیے، یعنی متعدی بنانے کے لیے جیسے ذھبتُ بزیدٍ (میں زید کو لے کر چلا)

⑦ ظرفیت کے لیے، یعنی جگہ و مقام بتلانے کے لیے جیسے جَلَسۡتُ بِالۡمَسۡجِدِ (میں مسجد میں بیٹھا)

باء زائدہ:

باء چار مقامات پر زائدہ ہوتی ہے:

① نفی کی خبر میں قیاساً جیسے مازیدٌ بقائمٍ یعنی مازیدٌ قائمٌ

② استفہام میں جیسے هَل زیدٌ بقائمٍ یعنی هَل زیدٌ قائمٌ

③ مرفوع میں سماعاً جیسے بحسبكَ زیدٌ یعنی حسبُكَ زیدٌ

④ منصوب میں جیسے اَلقیٰ بِیَدِهٖ یعنی اَلقیٰ یَدَهٗ

((واللاّم وهی للاختصاص نحوالجُلُّ للفرسِ والمالُ لزیدٍوللتعلیل کضربتهٗ للتادیب وزائدة کقوله تعالیٰ رَدِفَ لَکُمۡ أی رَدِفَکُمۡ وبمعنیٰ عن اذااستُعمِل مَعَ القول کقوله تعالیٰ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡکَانَ خَیۡراً مَّاسَبَقُوۡنَااِلَیۡهِ وفیه نظرٌوبمعنی الواوفی القسمِ للتعجّب کقول الهزلی شعر لِلّٰهِ یَبۡقیٰ عَلَی الایّام ذوحَیدٍ۔ بمشمخِرٍبه

الظَّیَّانُ والآس))

ترجمہ:

''اور (چھٹا) لام ہے اور وہ اختصاص کے لیے آتا ہے جیسے اَلجُلُّ لِلْفَرَسِ اور اَلمَالُ لِزَیْد، اور تعلیل کے لیے جیسے ضَرَبْتہ للتَادِیْب، اور زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے اللہ کا فرمان: رَدِفَ لَکُمْ یعنی رَدِفَکُمْ اور کبھی عَنْ کے معنی میں ہوتا ہے جبکہ وہ قول کے ساتھ استعمال کیا جائے جیسے فرمانِ باری تعالیٰ: قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّاسَبَقُوْنَا اِلَیْهِ اور اس میں نظر ہے، اور کبھی واو کے معنی میں ہوتا ہے جبکہ وہ قسم میں تعجب کے لیے ہو، جیسے ہزلی کا قول: لِلّٰہِ یَبقیٰ عَلَی الایّام ذوحَید. بمشمخرٍ به الظَّیَّانُ والآس.''

تشریح:

اللام:

حروف جارہ میں سے چھٹا حرف لام ہے، یہ بھی متعدد معنی میں استعمال ہوتا ہے:

① اختصاص کے لیے یعنی کسی چیز کو مجرور کے لیے خاص کرنے کے لیے آتا ہے جیسے اَلجُلُّ لِلْفَرَسِ اور اَلْمَالُ لِزَیْدٍ یعنی زین گھوڑے کے لیے خاص ہے اور مال زید کے لیے خاص ہے۔

② تعلیل کے لیے یعنی فاعل سے سرزد ہونے والے فعل کی علت اور وجہ بتلانے کے لیے جیسے ضَرَبْتُهٗ لِلتَّادِیْبِ یعنی میں نے زید کو ادب سکھانے کے لیے مارا۔

③ کبھی یہ زائدہ ہوتا ہے یعنی اسے کلمہ سے گرا دینے سے معنی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جیسے رَدِفَ لَکُمْ یعنی رَدِفَکُمْ کہ یہاں دونوں کا معنی ''تمہارے پیچھے'' ہی ہے۔

④ کبھی یہ عَنْ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن یہ صرف اسی صورت میں ہے جب قول کے ساتھ اس کو ذکر کیا جائے جیسے قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّاسَبَقُوْنَا اِلَیْهِ اب یہاں لِلَّذِیْنَ میں جو لام ہے یہ عَنْ کے معنی میں ہے کیونکہ اس کا ذکر قَالَ کے ساتھ ہوا ہے۔

⑤ کبھی یہ واو کے معنی میں ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب تعجب کے مقام پر قسم میں استعمال ہو رہا ہو جیسے ہزلی کا شعر:

لِلّٰہِ یَبقیٰ عَلَی الایّام ذوحیدٍ   بمشمخرٍ به الظَّیَّانُ والآس

''اللہ کی قسم! باقی نہیں رہے گا ایام پر کوئی بھی صاحبِ گوشہ، جو بلند و بالا پہاڑ میں ہو جہاں ہرن اور آس کا بسیرا ہے۔''

((ورُبَّ وهى للتّقليل كماأنّ كم الخبرية للتكثير وتستحق صدر الكلام ولاتدخل الاعلى نكرةٍ موصوفةٍ نحورُبَّ رجل كريم لقيتُهٗ اومضمرٍ مبهم مفردٍ مذكرٍ ابداً مميزٍ بنكرةٍ منصوبةٍ نحو رُبَّهٗ رجلاً ورُبَّهٗ رجلين ورُبَّهٗ رجالاً ورُبَّهٗ أمرأة كذٰلك وعند الكوفيين يجب المطابقة نحو رُبَّهُما رجلين ورُبَّهُم رجالا وربها أمرأةً وقد تلحقها ما الكافةُ فتدخل على الجملتين نحوربماقام زيدٌ وربمازيدٌقائمٌ ولابدلهامن فعلٍ ماضٍ لانّ رُبَّ للتقليل المحقّق وهولايتحقّق الابه ويحذف ذٰلك الفعلُ غالباً كقولك رُبَّ رجُلٍ أكرمنى فِي جواب من قال هل لَقِيتَ مَن أكرمكَ أى رُبَّ رجلٍ أكرمنى لقيته فاكرمنى صفةُ الرجُل ولقيتُهٗ فعلهاوهو محذوف۔))

ترجمہ:

"اور (ساتواں) رُبَّ ہے، اور وہ تقلیل کے لیے آتا ہے جیسا کہ کم خبریہ تکثیر کے لیے آتا ہے اور صدرِ کلام کا مستحق بنتا ہے اور یہ نہیں داخل ہوتا مگر نکرہ موصوفہ پر جیسے **ربّ رجل کریم لقیتُهٗ** یا مضمرِ مبہم مفرد مذکر پر جس کی تمیز نکرہ منصوبہ لائی گئی ہو جیسے **ربه رجلاً** اور **رُبَّهٗ رجُلَيْن** اور **رُبَّهٗ رجالاً** اسی طرح **رُبَّهٗ امرأةً** ہے اور کوفیوں کے نزدیک مطابقت واجب ہے جیسے **رُبَّهُمارجلين** اور **رُبَّهُم رجالاً** اور **رُبّها امرأة** اور کبھی لاحق ہوتا ہے اس کے ساتھ ما کافہ، پس وہ داخل ہوتا ہے دونوں جملوں پر جیسے **رُبّما قام زيدٌ** اور **رُبّما زيدٌ قائم** اور اس کے لیے فعل ماضی ضروری ہے اس لیے کہ رُبَّ تقلیل تحقیقی کے لیے آتا ہے اور وہ نہیں متحقق ہوتا مگر اسی (فعل ماضی) کے ذریعے اور حذف کیا جاتا ہے اس فعل کو غالبًا جیسے تیرا کہنا **رُبَّ رجُلٍ اکرمنی** اُس شخص کے جواب میں جو کہے: **هل لَّقِيتَ مَن أكرمكَ** یعنی **رُبَّ رجُلٍ اکرمنی لقیتهٗ** پس **اکرمنی** صفت ہے **رجُل** کی اور **لقیتهٗ** اس کا فعل ہے اور وہ محذوف ہے۔"

تشریح:

رُبَّ:

حروف جارہ میں سے (ساتواں) حرف رُبَّ ہے، اور یہ تقلیل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، تقلیل کا معنی دینے کا مطلب یہ ہے کہ متکلم اس کے مدخول کو قلت میں شمار کر رہا ہو خواہ وہ درحقیقت کثیر ہی ہوں۔ دوسری خاصیت اس کی یہ ہے کہ یہ کلام کے شروع میں واقع ہوتا ہے یعنی درمیانِ کلام یا آخرِ کلام میں نہیں آتا، پھر یہ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے **رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهٗ** یا ایسی ضمیر پر داخل ہوتا ہے جو مبہم ہو، مفرد ہو اور مذکر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ لائی گئی ہو جیسے **رُبَّهٗ رَجُلاً** اور **رُبَّهٗ رَجُلَيْن** اور **رُبَّهٗ رجالاً** اسی طرح **رُبَّهٗ اِمْرَأَةً** ہے۔

لیکن کوفیوں نے یہاں مطابقت کی شرط عائد کی ہے یعنی ضمیر واحد کے لیے واحد، تثنیہ کے لیے تثنیہ، جمع کے لیے جمع، مذکر کے لیے مذکر اور مؤنث کے لیے مؤنث کی ضمیر لائی جائے گی۔

کبھی کبھی رُبَّ کے ساتھ ما کافہ ملا ہوا ہوتا ہے جو اس کے عمل کو باطل کر دیتا ہے اور یہ مَا موصولہ ہوتا ہے، اس کے علاوہ مَا زائدہ بھی رُبَّ کے ساتھ مل کر آجاتا ہے ۔

رُبَّ کے لیے فعل ماضی کا ہونا ضروری ہے جس کے ساتھ اسے متعلق کیا جاتا ہے کیونکہ رُبَّ تحقیق قلت کو بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے اور وہ صرف ماضی میں ہی ہوتی ہے۔ کبھی اس کے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور کبھی ذکر کر دیا جاتا ہے۔

((وواورب وھی الواووالّتی تُبتدأبھافی أولِ الکلام کقول الشاعر شعروبلدةٍلَیْسَ بِھا اَنیس اِلّا الیَعَافَیر والاالعیْسُ واووالقسم وھی تختصُّ بالظاھرنحوواللّٰہ والرَّحمٰن لاضربن فلایَقالُ وك وتاء القسم وھی تختصُّ باللّٰہ وحدہ فلایقال تالرحمٰنِ وقولُھُمْ تَرَبِّ الکعبة شاذٌّ وباء القسم وھی تدخل علی الظاھروالمضمرنحوباللّٰہِ وبالرّحمٰن وبكَ ولابدَّ للقسمِ من الجواب وھی جملةٌ تسمی المقسم علیھا فان کانت موجبةًیجب دُخُولُ الام فی الاسمیة والفعلیة نحو واللّٰہ لَزیدٌ قائم وواللّٰہ لَافْعَلَنَّ کذاواِنَّ فی الاسمیةِ نحوواللّٰہ اِن زیداً لقائم وان کانت مَنْفِیةًوَجَبَ دخُولُ ماولانحو واللّٰہِ مازیدٌبقائمٍ وواللّٰہ لایقوم زیدٌ))

ترجمہ:

’’اور (آٹھواں) واوَرُبَّ ہے اور یہ وہ واوَ ہے جس کے ساتھ ابتداء کی جاتی ہے اوّل کلام میں جیسے شاعر کا قول :وبلدةٍلَیْسَ بِھااَنیس .اِلّاالیَعَافَیروالاالعیْس اور (نواں) واوَقسم ہے اور یہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے جیسے واللّٰہ والرّحمٰن لاضربنَّ پس وَكَ نہیں کہاجائے گا۔اور (دسواں) تاء قسم ہے اور یہ اکیلے لفظِ اللہ کے ساتھ ہی خاص ہے پس تالرحمٰنِ نہیں کہاجائے گااور ان کاقول تَرَبِّ الکعبةِ یہ بھی شاذ ہے۔اور (گیارھواں) باءِ قسم ہے اور یہ اسم ظاہر اور مضمر پر داخل ہوتی ہے جیسے باللّٰہِ،بالرّحمٰن،بكَ اور قسم کے لیے جواب کا ہونا ضروری ہے اور وہ ایسا جملہ ہوتا ہے جس کا نام مقسم علیہا رکھا جاتا ہے،پس اگر وہ موجبہ ہوتو اسمیہ اور فعلیہ میں لام کا داخل ہونا واجب ہے جیسے واللّٰہ لَزیدٌ قائمٌ اور وَاللّٰہ لَافْعَلَنَّ کَذَا اور اِنَّ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے وَاللّٰہ اِنَّ زَیْداً لقائمٌ اور اگر وہ منفی ہے تو مَا اور لَا کا داخل کرنا واجب ہے جیسے واللّٰہِ مَازَیْدٌ بِقَائمٍ اور وَاللّٰہ لَایقوم زیدٌ.‘‘

تشریح:

واوِ رب:

حروفِ جارہ میں سے آٹھواں حرف واوِ رُبَّ ہے۔

سوال: ماتن نے اسے رُبَّ کی بحث میں ہی ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: ماتن نے اس کو الگ مستقل طور پر ذکر کیا ہے اور یہ نہیں کہا کہ یہ رُبَّ کے ہی حکم میں ہے کیونکہ ایسا کہنے سے یہ گمان ہوسکتا تھا کہ اس کی طرح اس پر بھی ما کافہ داخل ہوسکتا ہے۔

اس سے مراد:

اس واؤ سے مراد وہ واؤ ہے جس سے کلام کے اوّل میں ابتداء کی جاتی ہے اور یہ صرف اس نکرہ پر داخل ہوتا ہے جو موصوفہ ہو اور فعل ماضی کی احتیاج رکھتا ہو، زیادہ تر اسے حذف کر دیا جاتا ہے کیونکہ درحقیقت عمل مستتر رُبَّ کا ہوتا ہے واؤ کا نہیں جبکہ کُوفیوں کے نزدیک جر اسی واؤ کی وجہ سے آتا ہے، جیسے قولِ شاعر:

وبلدةٍ لَيْسَ بِها اَنيس اِلّا اليَعَافير واِلا العِيْس

''اور کتنے ہی شہر ہیں کہ وہاں کوئی اُنس ومحبت کرنے والا نہیں ہے سوائے یعافیر اور عَیس کے)
یعافیر جمع ہے یعفور کی جس کا مطلب ہے ہرن کا بچہ اور عَیس واحد ہے اَعْیُسُ کی جس کا مطلب ہے سفید اُونٹ۔''

واوِ قسمیہ:

حروفِ جارہ میں سے نواں حرف واؤ قسمیہ ہے، یہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے یعنی ضمیر پر داخل نہیں ہوتا جیسے وَاللّٰهِ وَالرَّحْمٰنِ لَاَضْرِبَنَّ چنانچہ وَكَ کہنا درست نہیں ہے۔

تاءِ قسمیہ:

حروفِ جارہ میں سے دسواں حرف تاءِ قسمیہ ہے، یہ صرف لفظِ اللہ کے ساتھ ہی خاص ہے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے باقی صفاتی اسماء اور ضمائر وغیرہ کے ساتھ اس کا استعمال نہیں کیا جاسکتا اور اسی طرح تَرَبِّ الكعبةِ کہنا بھی قاعدے کے خلاف ہے کیونکہ اس سے تخصیص کی شرط ٹوٹ جاتی ہے۔

باءِ قسمیہ:

حروف جارہ میں سے گیارہواں باءِ قسمیہ ہے، یہ اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر ہی داخل ہوجاتا ہے۔

جوابِ قسم:

ہر قسم کے لیے جوابِ قسم کا ہونا ضروری ہے اور جوابِ قسم جملہ ہوتا ہے جسے مقسم علیہا کہا جاتا ہے، پھر اُس جملہ کی دو صورتیں ہیں: اگر تو وہ جملہ موجبہ ہے تو جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں میں ہی لام کا داخل کرنا واجب ہے، مثال جملہ اسمیہ کی وَاللّٰہِ لَزَیْدٌ قَائِمٌ اور مثال جملہ فعلیہ کی وَاللّٰہ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا ہے۔ جملہ اسمیہ میں ایک چیز اور ملحوظ رہے کہ اس میں اِنَّ بھی داخل ہو جاتا ہے جیسے وَاللّٰہِ اِنَّ زَیْداً لَقَائِمٌ اور اگر وہ جملہ منفیہ ہے تو اس پر مَا اور لَا داخل کرنا واجب ہے جیسے وَاللّٰہِ مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ اور وَاللّٰہ لَایَقُوْمُ زَیْدٌ

((واعلم اَنَّہٗ قدیُحذفُ حرفُ النفی لِزوَال اللبس کقولہ تعالیٰ تَاللّٰہِ تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ أی لَاتَفْتَؤُ ویحذف جوابُ القَسمِ ان تقدَّم مایدُلُّ عَلَیْہِ نحوزیدقائم واللّٰہ أوتوسط القسم نحو زیدواللّٰہ قائم))

ترجمہ:

''اور جان تُو کہ بے شک حرفِ نفی کو حذف کیا جاتا ہے التباس کو زائل کرنے کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: تَاللّٰہِ تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ یعنی لَاتَفْتَؤُ اور جوابِ قسم حذف کر دیا جاتا ہے اگر اُس سے پہلے کوئی ایسی چیز ذکر ہو جو اس پر دلالت کرتی ہو جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ و اللّٰہِ یا قسم وسط میں ہو جیسے زَیْدٌ وَاللّٰہِ قَائِمٌ۔''

تشریح:

حرفِ نفی کا حذف:

حرفِ نفی کو زوالِ التباس کی وجہ سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے اور یہ تب ہوگا کہ جب حرفِ نفی فعل مضارع پر داخل ہو جیسے تَاللّٰہِ تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ یہاں تَفْتَؤُ دراصل لَاتَفْتَؤُ کے معنی میں ہے۔

جوابِ قسم کا حذف:

کبھی جوابِ قسم کو بھی حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ کلام میں ایسا جملہ مقدم مذکور ہو جو اُس پر یعنی جوابِ قسم پر دلالت کر رہا ہو جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ وَاللّٰہِ اور قَامَ زَیْدٌ وَاللّٰہِ پہلی مثال جملہ اسمیہ میں جوابِ قسم پر دلالت کر رہی ہے اور دوسری مثال جملہ فعلیہ میں جوابِ قسم پر دلالت کر رہی ہے، اسی طرح اگر قسم درمیان میں واقع ہو تو پھر بھی جوابِ قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے زَیْدٌ وَاللّٰہِ قَائِمٌ

((وعن للمُجاوزة نحورَمَيْتُ السهم عن القوس الىَ الصَّيْد وعلىٰ للاستعلاءِ نحوزيدٌعلى السَّطْحِ وقديكونُ عن وعلىٰ اسمين اذا دخل عليهمامِن كماتقول جلستُ من عن يمينه ونزلتُ مِنْ علَى الفَرسِ والكاف للتشبيه نحوزيدٌ كعمروٍوزائدة كقولهِ تعالىٰ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شئٌ وقد تكون اسماً كقول الشاعر يضحَكنَ عَنْ كالبرد المُنْهَمّ))

ترجمہ:

''اور(بارہواں)عَنْ ہے، یہ مجاوزت کے لیے آتا ہے جیسے رَمَیْتُ السَّھْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَی الصَّیْدِ اور(تیرہواں)عَلیٰ ہے جو استعلاء کے لیے آتا ہے جیسے زَیْدٌ عَلَی السَّطْحِ اور کبھی عَنْ اور عَلیٰ دو اسم بن جاتے ہیں جب ان پر مِنْ داخل ہو جیسے تُو کہے جَلَسْتُ مِنْ عَنْ یَمِیْنِہٖ اور نَزَلْتُ مِنْ عَلَی الفَرَسِ اور (چودہواں) کاف ہے جو تشبیہ کے لیے جیسے زَیْدٌ کَعَمْرٍو اور یہ زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ اور کبھی اسم ہوتا ہے جیسے قولِ شاعر: یَضْحَکْنَ عَنْ کالبرد المُنْھَمّ۔''

تشریح:

عَنْ:

حروفِ جارہ میں سے بارہواں حرف عَنْ ہے، یہ مجاوزت کے لیے آتا ہے، مجاوزت کا معنی ہے کسی چیز کو ایک جگہ سے تجاوز کر کے دوسری جگہ کی طرف منتقل کرنا جیسے رَمَیْتُ السَّھْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَی الصَّیْدِ(میں نے تیر پھینکا کمان سے شکار کی طرف) یہاں تیر کو کمان سے تجاوز کر کے شکار کی طرف منتقل کیا ہے۔

عَلیٰ:

تیرہواں حرفِ جارہ عَلیٰ ہے، یہ استعلاء یعنی علو و بلندی طلب کرنے کے لیے آتا ہے جیسے زَیْدٌ عَلَی السَّطْحِ (زید چھت کے اُوپر ہے) کبھی عَنْ اور عَلیٰ دو اسم بن جاتے ہیں لیکن یہ اس وقت ہوگا جب ان پر مِنْ داخل ہو۔

الکاف:

حروفِ جارہ میں سے چودہواں کاف ہے، یہ تشبیہ کے لیے آتا ہے یعنی ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ کسی خاص صفت یا خصلت کی بناء پر مشابہت یا مماثلت کو بیان کرنے کے لیے جیسے زَیْدٌ کَعَمْرٍو (زید عمرو کی طرح ہے) اسی طرح زَیْدٌ کَالْاَسَدِ(زید شیر جیسا ہے) پہلی مثال میں زید کو ذاتی یا صفاتی خوبیوں کی بناء پر عمرو کے ساتھ

مشابہت دی گئی ہے اور دوسری مثال میں زید کی جرأت و بہادری کی وجہ سے اسے شیر کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔
کبھی یہ زائدہ ہوتا ہے یعنی اگر کلام سے اسے حذف بھی کر دیا جائے تو مقصودی معنی برقرار رہے جیسے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ اور کبھی یہ خود مستقل طور پر اسم بن کر آتا ہے اور یہ صرف ضرورت کی بناء لایا جاتا ہے جیسے یَضْحَکْنَ عَنْ کَالْبَرَدِالْمُنْهَمّ (وہ ہنستیں ہیں ایسے دانتوں سے جو اولوں کی طرح صاف شفاف ہیں)

((ومُذومنذُ للزمان اِمّاللابتداء فی الماضی کماتقولُ فی شَعْبَانَ مارأیتهٗ مُذرجَبَ أوللظرفیة فی الحَاضرنحومارأیتُهٗ مُذشهرِناومُنذُ یومنا أی فی شهرناوفی یومنا وخلا وعداوحاشالِلاستثناء نحوجاء نی القوم خَلَازیدٍ وحاشاعَمرٍووعدابکر))

ترجمہ:

”اور (پندرھواں) مُذ ہے اور (سولھواں) مُنْذُ ہے، یہ زمان کے لیے آتے ہیں یا ابتداء کے لیے ماضی میں جیسے تُو شعبان میں کہے مَا رَأَیْتُهٗ مُذْرَجَبَ یا ظرفیت کے لیے آتے ہیں زمانۂ حاضر میں جیسے مَارَأَیْتُهٗ مُذْشَهْرِنَا اور مُنْذُ یَوْمِنَا یعنی ہمارے اس ماہ میں یا ہمارے اس دن میں۔ اور (سترھواں، اٹھارھواں، انیسواں) خَلَا، عَدَا، حَاشَا ہیں، یہ استثناء کے لیے آتے ہیں جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدٍ، حَاشَا عَمْرٍو اور عَدَابَکْرٍ۔“

تشریح:

مُذومنذ.

حروفِ جارہ میں سے پندرھواں اور سولھواں حرف مُذ اور منذ ہیں، یہ تین معنی کے لیے آتے ہیں: مطلقاً زمانے کے لیے، ماضی میں ابتداءِ زمانہ بتلانے کے لیے اور زمانۂ حاضر میں ظرفیت کے معنی دینے کے لیے، مثالیں پیچھے گزر چکی ہیں۔

خَلَا، عَدَا، حَاشَا:

حروفِ جارہ میں سے آخری تین حروف خَلَا، عَدَا، حَاشَا ہیں، یہ تینوں حروف استثناء یعنی فعل کے فاعل سے کچھ افراد کو خارج کرنے کے لیے آتے ہیں جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدٍ، حَاشَا عَمْرٍو اور عَدَابَکْرٍ یعنی میرے پاس سب لوگ آئے سوائے زید کے، سوائے عمرو کے اور سوائے بکر کے۔

فصل

حروفِ مشبّہ بالفعل کا بیان

((الحروف المشبهةُ بالفعل ستة اِنَّ واَنَّ وكَاَنَّ ولٰكِنَّ وليتَ ولعَلَّ هٰذه الحروف تدخل على الجملة الاسمية تنصِبُ الاسم وترع الخبر كماعرفتَ نحواِنَّ زيداً قائمٌ وقد يلحقها ماالكافة فتكُفُّها عن العمل وحينئذٍ تدخلُ على الأفعالِ تقولُ انّماقَامَ زيدٌ))

ترجمہ:

''وہ حروف جو فعل کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، وہ چھے ہیں: اِنَّ، اَنَّ، کَاَنَّ، لٰکِنَّ، لَیْتَ اور لَعَلَّ. یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع جیسا کہ تُو نے جانا، جیسے اِنَّ زَیْدًا قائمٌ اور کبھی ان کے ساتھ ما کافہ ملا ہوتا ہے جو ان کو عمل سے روک دیتا ہے اور اس وقت یہ فعل پر بھی داخل ہو جاتے ہیں جیسے تُو کہے اِنَّمَاقَامَ زَیْدٌ.''

تشریح:

حروف مشبّہ بالفعل چھے ہیں: اِنَّ، اَنَّ، کَاَنَّ، لٰکِنَّ، لیتَ اور لعَل. فعل کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے انہیں حروف مشبّہ بالفعل کہا جاتا ہے۔

سوال: ما کافہ کو کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب: اہلِ لغت جب کلام میں حصر یا مزید تاکید پیدا کرنا چاہیں تو اِنَّ کے ساتھ مَاملا کر اِنَّمَا بنا کر لے آتے ہیں جیسے اِنَّمَایَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے درحقیقت ڈرنے والے صرف علماء ہی ہیں۔

اسی طرح اِنَّ کے ساتھ جب مَا آتا ہے تو پھر وہ فعل پر بھی داخل ہو جاتا ہے جیسے: اِنَّمَا قَامَ زَیْدٌ

((واعلم اَنَّ اِنَّ المكسورة الهمزة لاتغيرمعنى الجملةبل تؤكدهاواَنَّ المفتوحة الهمزة مع مابعدهامن الاسم والخبرفى حُكم المفرد ولذٰلكَ يجب الكسرُ اذاكان فى ابتداء الكلام نحوانّ زيداًقائم وبعد القول كقولهٖ تعالىٰ يقول انهابقرة وبعدالموصُول

نحو مارأیت الَّذِی اِنَّہٗ فی المساجد واذاکان فی خبرھااللام نحواِنَّ زیداًلقائم))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ بے شک اِنَّ مکسورۃ الھمزہ نہیں بدلتا جملہ کے معنی کو بلکہ تاکید پیدا کردیتا ہے اس میں اور اَنَّ مفتوحۃ الھمزہ مابعد اپنے اسم وخبر کے مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اسی لیے کسرہ واجب ہوتا ہے جب وہ ابتدائے کلام میں واقع ہو جیسے اِنَّ زَیداًقَائِمٌ اورقول کے بعدبھی جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: اِنَّھابقرۃٌ اورموصول کے بعدبھی جیسے مَارَأَیتُ الَّذِی اِنَّہٗ فِی الْمَسَاجِدِاور جب اس کی خبر میں لام آئے تب بھی جیسے اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ ۔''

تشریح:

اِنَّ واَنَّ:

اِنَّ کے اسم وخبر مفرد کے حکم میں ہوتے ہیں، اس لیے جب وہ ابتدائے کلام میں واقع ہوتو دونوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے اِنَّ پرکسرہ واجب ہے جیسے اِنَّ زَیْداً قَائِمٌ ،اسی طرح قول کے بعدبھی اِنَّ آتا ہے جیسے اِنَّھَا بَقَرَۃٌ، موصول کے بعدبھی جیسے مَارَأَیتُ الَّذِی اِنَّہٗ فِی الْمَسَاجِدِاور جب اِنَّ کی خبر پرلام داخل ہوتب بھی جیسے اِنَّ زَیْداً لَقَائِمٌ

((ویجبُ الفتح حیثُ یقعُ فاعِلاً نحوُبَلَغنی اَنَّ زیداً قَائمٌ وحیثُ یقعُ مفعولاً نحو کرھتُ اَنَّکَ قائِمٌوحیثُ یقع مبتدأ نحوُ عِندیْ اَنَّکَ قائِمٌ وحیث یقعُ مضافاًالیه نحوعجبتُ مِن طُولِ اَنّ۔ بکراًقائمٌ وحَیثُ یقع مجروراً نحوُ عجبتُ مِن اَنَّ بکراً قائمٌ وبعدلو نحولو اَنَّکَ عندنا لاکرمتك وبعد لولا نحو لولا اَنَّہٗ حاضرٌ لغابَ زیدٌ ویجوز العطفُ علیٰ اسمِ انّ زیداً قَائِمٌ وعمروٌ وعمرواً))

ترجمہ:

''اور واجب ہے فتحہ جب وہ فاعل واقع ہو جیسے بَلَغَنِی اَنَّ زَیْداً قَائِمٌ اور جہاں وہ مفعول واقع ہو اور جیسے کَرِھتُ اَنَّکَ قَائِمٌ اور جس جگہ وہ مبتداواقع ہو جیسے عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ اور جہاں پر وہ مضاف الیہ واقع ہو جیسے عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بَکْراً قَائِمٌ اور جب وہ مجرور واقع ہو جیسے عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَکْراً قَائِمٌ اور لَوْ کے بعد جیسے لَوْاَنَّکَ عندنا لاکرمتُكَ اور لَوْلَا کے بعد جیسے لولااَنَّہٗ حاضرٌ لغابَ زیدٌ اور جائز ہے عطف اِنَّ مکسورہ کے اسم پر رفع ونصب میں باعتبار محل اور لفظ کے مثلاً اِنّ زیداً

قَائِمٌ وعمروٌ وعمرواً ۔''

تشریح:

ماتن یہاں بتلا رہے ہیں کہ چھے مواقع پر اَنَّ کے ہمزہ پر فتحہ پڑھنا واجب ہے:

① کلام میں جہاں اَنَّ فاعل واقع ہو رہا ہو جیسے بَلَغنی اَنَّ زیداً قائمٌ کہ یہاں اَنَّ فاعل واقع ہو رہا ہے بَلَغَ کا۔

② جس جگہ وہ مفعول واقع ہو رہا ہو جیسے کَرِهْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ کہ یہاں اَنْ مفعول بن رہا ہے کرھتُ کا۔

③ جہاں کلام میں وہ مبتدا بن رہا ہو جیسے عِنْدِیْ اَنَّكَ قَائِمٌ کہ یہاں اَنَّ مبتدا مؤخر ہے اور عِنْدِیْ خبر مقدم۔

④ جب وہ مضاف الیہ بن رہا ہو جیسے عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بَكْراً قَائِمٌ کہ یہاں اَنَّ مضاف الیہ بن رہا ہے طُوْلِ مضاف کا۔

⑤ جب اَنَّ مجرور بن رہا ہو جیسے عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَكْراً قَائِمٌ کہ یہاں اَنَّ مجرور بن رہا ہے مِنْ حرفِ جار کا۔

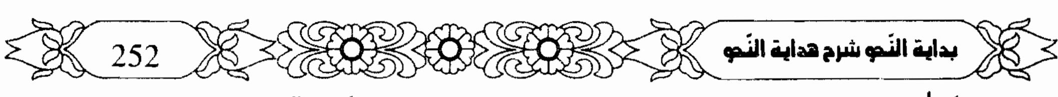
⑥ اَنَّ جب لَوْ کے بعد واقع ہو جیسے لَوْ اَنَّكَ عِنْدَنَا لَأَكْرَمْتُكَ

⑦ اَنَّ جب لَوْلَا کے بعد واقع ہو جیسے لَوْلَا اَنَّهُ حَاضِرٌ لَغَابَ زَيْدٌ

((واعلم اَنَّ اِنَّ المكسورة يجوز دُخولُ اللام علىٰ خبرها وقد تخفّفُ فيلزمُها اللاّمُ كقولهٖ تعالىٰ وان كُلّاً لَمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ وحِيْنَئِذٍ يجوز الغاء ها كقولهٖ تعالىٰ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ويجوزُ دُخُولُهَا على الافعالِ على المبتد أو الخبر نحو قولهٖ تعالىٰ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ وكذلكَ ا ن المفتوحةَ قد تخفَّفُ فحِينئذٍ يجبُ اعمالُهافِي ضميرشانٍ مقدّرٍ فتدخل على الجملة اسمية كانت نحو بلغنى أن زيدٌ قائم أوفعليةً نحو بلغنى أنْ قَدقَامَ زيدٌ ويجب دخول السين اوسَوف اوقداوحرف النفى على الفعل كقولهٖ تعالىٰ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى والضمير المستتر اسم اَنَّ والجملة خبرُها))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ بے شک اِنَّ مکسورہ کی خبر پر لام داخل کرنا جائز ہے اور کبھی اسے مخفف کر دیا جاتا ہے تو اسے لام لازم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَاِن كُلّاً لَّمَا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ اور اُس وقت اُس کا الغاء جائز ہوتا ہے جیسے فرمانِ باری تعالیٰ: وَاِنْ كُلٌّ لَّمَا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ اور جائز ہے اس کا داخل ہونا افعال پر جو (داخل ہوں) مبتدا یا خبر پر جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ



وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ اور اسی طرح اَنَّ مفتوحہ میں تخفیف لائی جاتی ہے تو اُس وقت واجب ہوتا ہے اس کا عمل کرنا ضمیر شان مقدر میں، پس وہ جملہ پر داخل ہوگا خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو جیسے بَلَغَنِیْ اَنْ زَیْدٌ قَائِمٌ یا فعلیہ ہو جیسے بلغنی اَنْ قَدقَامَ زَیْدٌ اور واجب ہے سین یا سوف یا قد یا حرفِ نفی کا داخل ہونا فعل پر جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰی اور وہ ضمیر جو مستتر ہوگی وہ اَنَّ کا اسم واقع ہوگی اور جملہ اس کی خبر واقع ہوگا۔''

تشریح:

ماتن بتلا رہے ہیں کہ اِنَّ کی خبر پر لام کا داخل کرنا جائز ہے اور اسی طرح کبھی اسے تخفیف کے ساتھ یعنی بغیر تشدید کے بھی پڑھا جاتا ہے لیکن اس وقت اس کی خبر پر لام کا آنا لازم ہوتا ہے۔ جیسے وَاِنْ كُلًّا لَّمَا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ یہاں اِنَّ کو مخفف کر کے اِنْ کر دیا گیا ہے اور مخففہ ہونے کی صورت میں اس کے عمل کا الغاء یعنی عمل دینا اور نہ دینا دونوں جائز ہے، جیسے وَاِنْ كُلٌّ لَّمَا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْن کہ یہاں كُلٌّ اسم ہے اِنْ کا لیکن اس کے عمل سے خالی ہے اور سابقہ مثال میں اس نے عمل کو قبول بھی کیا ہے تو گویا دونوں صورتیں جائز ہوئیں۔

اَنَّ مفتوحہ کو بھی مخفف کر دیا جاتا ہے اور تخفیف کی صورت میں اس کا عمل ضمیر شان مقدرہ کو دیا جاتا ہے کیونکہ اگر ضمیر شان کو مقدر نہ مانیں گے تو اِنَّ مکسورہ کا مفتوحہ کے مقابلہ میں قوی ہونا لازم آئے گا، اس وجہ سے ضمیر شان کو مقدر ماننا واجب قرار دیا گیا ہے۔

((وكَأَنَّ للتّشبيه نحو كأنَّ زيدَنِ الأسدُ وهو مركب من كاف التشبيه وان المكسورة وانما فُتحت لتقدم الكاف عليها تقديره انّ زيداً كالأسد وقد تخفَّفُ فتلغى نحو كَاَنْ زيدٌ أسدٌ ولكنَّ للاستدراكِ ويتوسط بين كلامين متغايرين فى المعنى نحو مَاجآءَنِى القومُ لكِنَّ عمرواً جَاء وغاب زيدٌ لكِنَّ بكراً حاضِرٌ ويجوز مَعَهاالواوُ نحو قامَ زيدٌ ولكِنَّ عمرواً قاعد وقد تخفف فتلغى نحو مشىٰ زيدلكِنْ بكرٌ عندنا))

ترجمہ:

''اور كَاَنَّ تشبیہ کے لیے آتا ہے جیسے كَاَنَّ زيدَنِ الاسدُ (گویا کہ زید شیر ہے) اور وہ جوڑا گیا ہوتا ہے کاف تشبیہ اور اِنَّ مکسورہ کے ساتھ اور بے شک اسے فتحہ دیا گیا ہوتا ہے کاف کو اس پر مقدم کرنے کی وجہ سے، اس کی تقدیر اِنَّ زیداً كالأسدِ ہے (بے شک زید شیر جیسا ہے) اور کبھی اس میں تخفیف کر دی جاتی ہے تو یہ ملغیٰ کر دیا جاتا ہے جیسے كَاَنْ زيدٌ أسدٌ اور لٰكِنَّ استدراک کے لیے آتا ہے اور دو ایسی

کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو معنی میں ایک دوسرے کے مغایر ہوں جیسے مَاجآءَ نِی القومُ لٰکِنَّ عَمْروا جَاءَ (نہیں آئی میرے پاس قوم لیکن عمرو آیا) اور غَابَ زیدٌ لٰکِنَّ بکراً حاضِرٌ (زید غائب ہے لیکن بکر موجود ہے) اور اس کے ساتھ واؤ کا آنا جائز ہے جیسے قامَ زیدٌ ولٰکِنَّ عمرواً قاعدٌ (زید کھڑا ہے لیکن عمرو بیٹھا ہے) اور اسے بھی کبھی مخفف کر دیا جاتا ہے تو یہ بھی ملغیٰ ہو جاتا ہے جیسے مَشیٰ زَیْد لٰکِنْ بکرٌ عِنْدَنَا (زید چلا لیکن بکر ہمارے پاس ہے۔)''

تشریح:

کَاَنَّ:

حروفِ مشبہ بالفعل میں سے تیسرا حرف کَاَنَّ ہے جو کاف تشبیہ اور اِنّ کو ملا کر بنایا گیا ہے، کاف تشبیہ کو اِنّ پر مقدم کرنے کی وجہ سے اِنَّ کا کسرہ فتحہ میں بدل گیا اور کَاَنَّ ہو گیا، جبکہ اصل عبارت یوں تھی اِنَّ زَیْداً کَالْأَسَدِ. کَأَنَّ کو بھی بسا اوقات مخفف کر دیا جاتا ہے اور اُس وقت یہ ملغیٰ یعنی عمل کرنے سے عاری ہو جاتا ہے جیسے کَاَنَّ زیدٌ أَسَدٌ.

لٰکِنَّ:

چوتھا حرف لٰکِنَّ ہے، جو استدراک کے لیے آتا ہے یعنی سابقہ کلام سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس کو لٰکِنَّ کے ساتھ دور کیا جاتا ہے۔ لٰکِنَّ بصریوں کے نزدیک یہ مفرد لفظ ہے جبکہ کوفیوں کے ہاں یہ لَا اور اِنَّ سے جوڑ کر اور درمیان میں کاف لا کر بنایا گیا ہے جو اصل میں لَا کَاِنَّ تھا ہمزہ کا کسرہ نقل کر کے کاف کو دے دیا گیا اور ہمزہ کو حذف کر دیا گیا تو لٰکِنَّ ہو گیا۔

((ولیتَ للتمنّی نحولیتَ هِنداً عندنا وأجاز الفراءُ لیتَ زیداً قائماً بمعنی أتمنّی ولعلَّ للترجّی کقول الشاعرشعر اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ ولستُ منهم۔ لَعَلَّ اللّٰهَ یَرْزُقُنِی صَلَاحاً وشذّ الجرّ بهانحولعَلَّ زیدٍ قائم وفی لعلَّ لغاتٌ علَّ وعَنَّ وان لاَنَّ وَلَعَنَّ وعندالمبرداصلُهٗ عَلَّ زِیدَفیه اللاّم والبواقی فروع))

ترجمہ:

''اور لَیْتَ تمنّی کے لیے ہوتا ہے جیسے لَیْتَ هِنداً عِنْدَنَا (کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی) اور جائز کیا ہے فراء نے لَیْتَ زَیْداً قَائِماً کو بمعنی اَ تَمَنّٰی کے (یعنی میں تمنا کرتا ہوں کہ زید کھڑا ہوتا) اور لَعَلَّ ترجی کے لیے آتا ہے جیسے قولِ شاعر: اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ. لَعَلَّ

اللّٰهَ یَرْزُقُنِی صَلاحاً اور اس کے ذریعے جر دینا شاذ ہے جیسے لَعَلَّ زَیْدٍ قَائِمٌ اور لَعَلَّ میں بہت سی لغات ہیں عَلَّ، عَنَّ، اَنْ لَانَّ، لَعَنَّ اور مبرد کے نزدیک اس کی اصل عَلَّ ہے جس پر لام زیادہ کردیا گیا ہے اور باقی لغات فروع ہیں۔"

تشریح:

لَیْتَ:

لَیْتَ تمنی کے لیے آتا ہے، تمنی کا مطلب ہے کسی چیز کو پسند کرتے ہوئے اس کی خواہش اور چاہت کرنا جیسے لَیْتَ هِنْداً عِنْدَنَا یعنی کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی اس میں ایک ایسی طلب پائی جاتی ہے جس میں خواہش اور چاہت کا اظہار ہے۔ فراء نے لَیْتَ زَیْداً قَائِماً کو بھی جائز قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے لَیْتَ کو اَتَمَنّٰی کے معنی میں لیا ہے یعنی میں زید کے قیام کی تمنا کرتا ہوں۔ پھر یاد رہے کہ تمنا صرف اسی چیز کی کی جاسکتی ہے جس کا حصول ممکن ہو۔ جیسے لَیْتَ هِنْداً عِنْدَنَا اب یہاں ہندہ کا موجود ہونا ممکن امر ہے لیکن لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یعنی کاش جوانی لوٹ آئے، کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اس کا حصول ناممکن ہے۔

لَعَلَّ:

لَعَلَّ ترجی کے لیے آتا ہے، ترجی سے مراد کسی چیز کی اُمید کرنا اور ترجی موجودہ چیز کے بارے میں ہی ہوتی ہے، جیسے قولِ شاعر:

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ ولستُ منهم لَعَلَّ اللّٰهَ یَرْزُقُنِی صَلَاحًا

"میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں حالانکہ میں اُن میں سے نہیں ہوں، شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیک بنادے"

اب اس مثال میں نیک بننے کی توفیق کا حاصل ہونا موجودہ چیز ہے جو کسی بھی وقت حاصل ہوسکتی ہے، جب کہ کسی محال امر کے بارے میں ترجی کا استعمال جائز نہیں ہے جیسے لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ قَرِیْباً کہ یہاں قیامت کے وقوع کا کسی کو علم نہیں ہے کہ وہ کب ہے؟ کتنی دُور ہے یا کتنی پاس ہے؟ اس لیے اس پر لَعَلَّ داخل نہیں کیا جاسکتا۔



فصل

حروفِ عطف کا بیان

((فصل حروف العطف عشرةٌ الواووالفاء وثم وحتى وأوْواِمّاوام ولاوبل ولكن فالأربعةُ الأُولُ للجمع فالواوللجمع مطلقًا نحوجاءَ نى زيد وعمروسواء كان زيدمتقدماًفى المجئ أو عمرووالفاء للترتيب بلامهلَةٍ نحوقام زيدٌ فعمروٌ اذاكانَ زيدٌ متقدِّماًوعمرٌو متأخِّرابلامهلةٍ وثمّ للترتيب بمهلةٍ نحودَخَل زيدٌ ثم عمروٌ اذاكانَ زيدٌمتقدماً وبينهمامُهلةٌ وحتى كثُمّ فى الترتيب والمهلةِ الاانّ مهلتَهااَقَلُّ من مهلةِ ثم ويشترط أن يكونَ معطوفُهاداخِلاً فى المعطوفِ عليه وهى تفيد قوّةً فى المعطوف نحومات الناسُ حتى الأنبياء أوضعفاً نحوقدم الحاجُّ حتى المشاة وأوو اِمّا وأم ثلثتُهَا لثبوتِ الحكم لأحدالأمرين مبهماًلابعينهٖ نحومررت برجل أو امرأة))

ترجمہ:

''حروفِ عطف دس ہیں: واؤ، فا، ثمّ، حتّٰی، اَو، اِمّا، اَمْ، لا، بَل اور لٰکن. پس پہلے چار حروف جمع کے لیے آتے ہیں، واوَ مطلقاً جمع کے لیے جیسے جاءَنِی زَیْدٌ وَعَمْروٌ برابر ہے کہ زید مقدم ہو آنے میں یا عمرو، اور فاء ترتیب کے لیے آتی ہے بغیر وقفہ کے جیسے قامَ زَیْدٌ فَعَمْروٌ یہاں زید متقدم ہوا اور عمرو متأخر ہوا بغیر وقفہ کے اور ثُمَّ ترتیب کے لیے آتا ہے وقفے کے ساتھ جیسے دَخَلَ زَیْدٌ ثُمّ عَمْروٌ یعنی زید پہلے داخل ہوا اور ان دونوں کے درمیان وقفہ ہے اور حتّٰی ترتیب اور مہلت میں ثمّ کی طرح ہے مگر اس کی مہلت ثُمَّ کی مہلت سے تھوڑی ہوتی ہے اور شرط لگائی جاتی ہے یہ کہ اس کا معطوف داخل ہو معطوف علیہ میں اور وہ قوّت کا فائدہ دیتا ہے جیسے مات الناسُ حتی الانبیاء یا ضعف کا جیسے قدم الحاجُ حتی المشاۃ اور اَو، اِمّا اور اَمْ یہ تینوں ثبوتِ حکم کے لیے آتے ہیں، دو امور میں اسے ایک کے لیے اس حال میں کہ وہ مبہم ہوتا ہے نہ کہ معیّن جیسے مررتُ برجلٍ او امرأۃٍ.''

تشریح:

عطف کے معنی:

عطف کے لغوی معنی ہیں مائل ہونا، حروفِ عاطفہ کی وجہ سے معطوف، معطوف علیہ کی طرف مائل ہوتا ہے

اسی لیے ان کا نام حروفِ عاطفہ رکھا گیا ہے۔

واؤ:

واؤ مطلقاً جمع کے لیے آتا ہے یعنی اس میں تقدیم وتاخیر، وقفہ ومہلت اور ترتیب وغیرہ کچھ نہیں پایا جاتا، جو حکم معطوف علیہ کا ہوتا ہے اسی حکم کو واؤ معطوف کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ وَعَمْرٌو، یہاں معطوف علیہ اور معطوف ایک ہی حکم میں داخل ہیں، نہ تو ان میں ترتیب کا کوئی مسئلہ ہے اور نہ ہی وقفہ ہے۔

فاء:

فاء ترتیب کے لیے آتی ہے لیکن اس میں مہلت یعنی معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان وقفہ نہیں ہوتا جیسے قَامَ زَیْدٌ فعمروٌ یعنی پہلے زید کھڑا ہوا پھر اس کے بعد عمرو کھڑا ہوا، اب یہاں ترتیب تو ہے لیکن دونوں کے درمیان وقفہ نہیں ہے۔

ثُمّ:

ثُمَّ یہ ترتیب اور مہلت دونوں کے لیے آتا ہے جیسے دَخَل زَیْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو اس مثال میں زید پہلے اور عمرو بعد میں داخل ہوا اور اسی طرح ان دونوں کے دخول میں وقفہ بھی موجود ہے۔

حتّٰی:

حتّٰی یہ ثُمّ کے مثل ہی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ثمّ کی نسبت مہلت قلیل ہوتی ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ اس کا معطوف، معطوف علیہ میں داخل ہو اور حتّٰی اس صورت میں دو فائدے دیتا ہے: ایک قوّت کا اور دوسرا ضعف کا۔ مثال فائدۂ قوّت کی: مَاتَ النَّاسُ حَتَّی الْأَنْبِیَاءَ کہ یہاں انبیاء کی وفات کی خبر دے کر مسئلہ میں قوّت پیدا کر دی گئی ہے کہ جب انبیاء موت سے ہمکنا ہونے سے مستثنیٰ نہ ہوئے تو باقی لوگ تو بالاولیٰ جامِ موت نوش کریں گے۔ مثال فائدۂ ضعف کی: قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّی الْمَشَاۃ کہ یہاں بحری یا ہوائی سفر کرنے والوں کے ساتھ پیدل جانے والوں کا بھی ذکر کر کے ضعف کا فائدہ دیا ہے۔

اَوْ، اِمَّا، اَمْ:

اَو، اِمَّا اور اَمْ یہ تینوں حروفِ عاطفہ دو اُمور میں سے ایک امر کے حکم کو ثابت کرنے کے لیے آتے ہیں اور وہ حکم مبہم ہوتا ہے معین نہیں ہوتا جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ أَوْ اِمْرَأَۃٍ

((وامّا انما تکون حرف العطف اذا تقدّمتها اِما اخری نحو العدد امّا: وجٌ وامّا فردٌ

ويجوز أن يتقدم امّاعلىٰ اَوْنحوزيدٌ امّاكاتِبٌ أواُمِّیٌّ وأم علی قسمین متّصلةٌ وھی مایُسأل بھاعَنْ تعیینِ أحد الأمرینِ والسائِل بھایعلم ثبوت احدھمامبھماًبخلاف أووِ إمافان السّائِل بھمالایعلم ثبوت أحدھما اَصلاً وتستعمل بثلثة شرائط الاوّل ان یقع قبلھاھمزة نحو أزیدٌ عندکَ ام عمروٌ والثانی ان یلیھالفظٌ مثلُ مایلیھا الھمزة اعنی ان کان بعد الھمزةِ اِسمٌ فذٰلکَ بَعد أم کمامرَّ وان کان بعدالھمزة فِعلٌ فکذٰلِکَ بعدَھانحواقامَ زیدٌام قَعَد فلایقالُ أرأیت زیداً ام عمراًوالثالثُ أن یکونَ اَحدُ الأمرین المستویَیْنِ محقَّقاً وانمایکون الاستفھامْ عن التعیین فلذٰلِکَ یجبُ أن یکونَ جوابُ أم بالتعیین دون نعم أولافاذاقیل ازیدٌ عندك أم عمروفجوابه بتعیین أحدِھما امّااذاسُئِلَ باَوو امَّافجوابه نَعم أولا۔))

ترجمہ:

’’اور اِمَّا بے شک یہ حرفِ عطف ہوتا ہے جب کہ اس سے پہلے دوسرا اِمَّا مذکور ہو جیسے **العدد اِمَا زوجٌ واَمّا فردٌ** اور جائز ہے کہ اِمّا مقدم مذکور ہواُو پر جیسے **زیدٌ امّا کاتِبٌ او اُمِّيٌّ** اور اَمْ دو قسموں پر ہے، متصلہ اور یہ وہ ہے جس کے ذریعے سوال کیا جاتا ہے دو اُمور میں سے ایک کی تعیین کے بارے میں اور سائل اس کے ذریعے ان میں سے ایک کے ثبوت کو مبہم طور پر جانتا ہے بخلاف اَوْ اور اِمّا کے، پس بے شک ان دونوں کے ذریعے سائل دونوں میں سے ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا اور وہ (اَمْ متصلہ) استعمال کیا جاتا ہے تین شرائط کے ساتھ: پہلی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ واقع ہو جیسے **أَزَیْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو** اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ اسی جیسا حرف ملا ہو جو ہمزہ سے ملا ہوا ہے میری مراد اگر تو ہمزہ کے بعد اسم ہے تو اَمْ کے بعد بھی اسی طرح ہو جیسا کہ گزر چکا ہے اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہو تو اَمْ کے بعد بھی اسی طرح ہو جیسے **أَقَامَ زَیْدٌ أَمْ قَعَدَ** پس **أَرَأَیْتُ زَیْداً أَمْ عَمْرواً** نہیں کہا جائے گا، اور تیسری شرط یہ ہے کہ احد الامرین مساوی ہوں تحقیقی طور پر اور استفہام ہو تعیین سے پس اسی لیے واجب ہے کہ اَمْ کا جواب ہو تعیین کے ساتھ نہ کہ **نَعَمْ** یا **لَا** کے ساتھ۔ پس جب کہا جائے گا **أزیدٌ عندك أم عمروٌ**؟ تو اس کا جواب ان دونوں میں سے ایک کی تعیین کے ساتھ ہوگا۔ بہرحال جب سوال کیا جائے اَوْ اور اِمَّا سے تو اس کا جواب **نَعَمْ** یا **لَا** سے ہوگا۔‘‘

تشریح:

ماتن فرمارہے ہیں کہ اِمَّا اس وقت حرفِ عطف ہوگا جب اس سے پہلے بھی ایک اِمَّا موجود ہو جیسے **العدد**

اِمَا زَوْجٌ وَاَمَّا فَرْدٌ (یہ عدد یا جوڑا ہے یا اکیلا) اور یہ بھی جائز ہے کہ اِمَّا اُوپر پہلے ہی مذکور ہو جیسے زَیْدٌ اَمَّا کَاتِبٌ اَوْ اُمِّیٌّ (زید یا کاتب ہے یا ان پڑھ)

اَمْ کی اقسام:

اَمْ کی دو قسمیں ہیں: ① متصلہ ② منقطعہ

متصلہ سے مراد وہ حرفِ عطف ہے کہ جس کے ذریعہ سے کلام میں مذکور دو چیزوں میں سے ایک کی تعیین کے بارے میں سوال کیا جائے اور سائل دونوں میں سے ایک مبہم کے لیے ثبوت کا علم رکھتا ہو لیکن صرف اس کا تعین کرانا چاہتا ہو بخلاف اَوْ اور اِمَّا کے کیونکہ ان کے ذریعے سوال کرنے والا دونوں چیزوں میں سے کسی ایک کو بالکل نہیں جانتا ہوتا۔

اَمْ متصلہ کا استعمال:

اَمْ متصلہ کے استعمال کی تین شرطیں ہیں:

* پہلی شرط: اَمْ متصلہ سے پہلے ہمزہ لفظوں میں مذکور ہو جیسے أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو
* دوسری شرط: اَمْ کے ساتھ اسی جیسا لفظ ملا ہوا ہو جیسا لفظ ہمزہ سے ملا ہوا ہو یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم ہے تو اَمْ کے بعد بھی اسم ہی ہو اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہے تو اَمْ کے بعد بھی فعل ہی ہو جیسے اَقَامَ زَيْدٌ اَمْ قَعَدَ لہٰذا أَرَأَيْتُ زَيْداً اَمْ عَمْرواً کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اَمْ کے بعد فعل نہیں بلکہ اسم ہے۔
* تیسری شرط: احد الامرین مبہم نہ ہوں بلکہ مساوی اور محقق ہوں اور اَمْ کے ذریعہ سے صرف تعیین کا سوال کیا گیا ہو، اسی لیے اس کا جواب نَعَمْ یا لَا میں دینے کی بجائے تعیین کے ساتھ دینا واجب ہے۔ جیسا کہ جب پوچھا جائے گا کہ أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو؟ تو اس کا جواب ان دونوں یعنی زید اور عمرو میں سے کسی ایک کی تعیین کے ساتھ دیا جائے گا۔

((ومنقطعة وهيَ ماتكونُ بمعنى بل مع الهمزة كما رأيت شَبحاً من بعيدٍ قُلْتَ انّهالابِلٌ علىٰ سبيل القطعِ ثم حَصَل لك شكٌّ انهاشاة فقُلْتَ ام هي شاةٌ تقصُد الاعراض عن الاخبار الأول والاستيناف بسؤالٍ اٰخرمعناه بل هي شاةٌواعلم أنَّ أم المنقطعةَ لاتستَعملُ اِلّافى الخبركمامرَّ وفى الاستفهام نحو أعندك زيدٌ أم عمروٌ سألتَ أولاً عن حُصُول زيدٍ ثم اَضربت عن السُّؤالِ الأولِ واخذت فى السؤالِ عن حُصُول عمرو))

ترجمہ:

''اور اَمْ منقطعہ وہ ہے جو بَلْ کے معنی میں ہو مع ہمزہ کے جیسے آپ نے دور سے کوئی شبیہ دیکھی تو آپ نے بر سبیلِ قطعیت کہا کہ اِنَّهَا لَاِبِلٌ (بے شک وہ اُونٹ ہے) پھر آپ کو شک ہوا کہ وہ بکری ہے تو آپ نے کہہ دیا کہ أَمْ هِيَ شَاةٌ (یا وہ بکری ہے) قصد کرتے ہوئے پہلی خبر سے اعراض کا اور استیناف دوسرے سوال کے ساتھ اس کے معنی ہوں گے بَلْ هِيَ شَاةٌ (بلکہ وہ بکری ہے) اور جان لے کہ اَمْ منقطعہ نہیں استعمال کیا جاتا مگر خبر میں جیسا کہ گزر چکا ہے اور استفہام میں جیسے اور آپ نے اوّلاً زید کے حصول کا سوال کیا پھر آپ نے پہلے سوال سے اعراض کیا اور دوسرا سوال پکڑا عمرو کے حصول کے بارے میں۔''

تشریح:

اَمْ منقطعہ سے مراد:

اَمْ منقطعہ سے مراد وہ حرف ہے جو بَلْ مع الہمزہ کے معنی میں ہو۔ اس کی مثال مصنف نے یہ دی ہے کہ جب آپ دُور سے کوئی چیز دیکھیں تو آپ حتمی اور قطعی طور پر کہہ دیں کہ اِنَّهَا لَاِبِلٌ یعنی بے شک وہ اُونٹ ہے، پھر آپ کو اپنی اس بات پہ شک ہو کہ شاید وہ اونٹ نہ ہو تو آپ نے اپنی پہلی بات سے اعراض کرتے ہوئے کہا کہ أَمْ هِيَ شَاةٌ یعنی یا وہ بکری ہے۔ استیناف کا مطلب یہ ہے کہ أَمْ هِيَ شَاةٌ سے مراد بَلْ هِيَ شَاةٌ ہے۔

اَمْ منقطعہ کا استعمال:

یہاں مصنف نے اَمْ منقطعہ کے استعمال کے دو مواضع بتلائے ہیں: ایک تو خبر ہے جس کا بیان پیچھے گزر چکا ہے اور دوسرا استفہام ہے جیسے أَعِنْدَكَ زَيْدٌ أَمْ عَمْرٌو یعنی کیا تیرے پاس زید موجود ہے یا نہ ہو؟ پہلے تو آپ نے زید کی موجودگی کا سوال کیا اور پھر اپنے اس سوال سے اعراض کرتے ہوئے دوسرا سوال کر دیا کہ کیا تیرے پاس عمرو موجود ہے؟

((ولا وبل ولٰكن جميعُها لثُبُوتِ الحُكم لِاَحد الأمرين معيناً امّا لا فلنفى ماوجبَ للاَوّل والاثباتِ نحو جَاءَ نِى زيدٌ لا عَمروٌ وبل لِلاضراب عنِ الأول والاثباتِ للثانى نحو جَاءَ نى زيدٌ بَل عَمروٌ ومعناه بل جاءَ نى عمروٌ ومَاجَاءَ بكرٌ بل خالِدٌ معناه بل ماجَاءَ خالدٌ ولٰكِن للاستدراكِ ويلزمُها النفى قبلها نحو ماجَاءَ نى زيدٌ لكن عمروٌ جاءَ او بعدها نحو قامَ بكر لٰكِن خالدٌ لم يقُم))

ترجمہ:

’’اور لَا، بَلْ اور لٰكِنْ یہ تمام احد الامرین کے لیے حکم کے ثبوت میں معین طور پر آتے ہیں، جو لا ہے پس وہ اس کی نفی کے لیے ہے جو دوسرے سے پہلے کے لیے ثابت ہوا ہے جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ لَا عَمْرٌو اور بَلْ پہلے سے اعراض اور دوسرے کے اثبات کے لیے آتا ہے جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو اور اس کے معنی ہیں بَلْ جَاءَنِي عَمْرٌو، اور مَاجَاءَ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ اس کے معنی ہیں بَلْ مَاجَاءَ خَالِدٌ اور لٰكِنَّ استدراک کے لیے ہے اور اس کو لازم ہے اس کے ماقبل کی نفی جیسے مَاجَاءَنِي زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو جَاءَ یا اس کے مابعد کی جیسے قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ.‘‘

تشریح:

لا، بل، لٰکن:

لَا، بَلْ اور لٰكِنْ یہ تمام کلام میں مذکور دو امور میں سے ایک کے لیے متعین طور پر حکم کو ثابت کرنے کے لیے آتے ہیں اور یہ تینوں اس میں مشترک ہیں۔

لَا: یہ جو حکم معطوف علیہ کے لیے ثابت ہوتا ہے اس کی معطوف سے نفی کے لیے آتا ہے، گویا جب معطوف سے اس حکم کی نفی ہوگئی تو معطوف علیہ کے لیے وہ حکم ثابت ہوگا جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ لَا عَمْرٌو یہاں آنے کو معطوف علیہ یعنی زید کے لیے ثابت کیا جا رہا ہے اور معطوف یعنی عمرو سے اس کی نفی کی جا رہی ہے۔

بَلْ: یہ پہلے جملہ یعنی معطوف علیہ سے حکم کے اعراض اور دوسرے جملہ یعنی معطوف کے لیے حکم کے اثبات کے لیے آتا ہے یعنی یہ لا کے برعکس ہے جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو اس مثال میں آنے کے حکم کا معطوف علیہ یعنی زید سے اعراض کیا جا رہا ہے اور معطوف یعنی عمرو کے لیے اس حکم کا اثبات کیا جا رہا ہے۔

لٰكِنْ یہ استدراک کے لیے آتا ہے لیکن اور اس کے ماقبل یا مابعد کی نفی کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مثال ماقبل کی نفی کی: مَاجَاءَنِيْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو جَاءَ مثال مابعد کی نفی کی: قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ

❁……❁……❁

فصل

حروفِ تنبیہ کا بیان

((فصل حروف التنبيه ثلثةٌ اَلَا واَمَا وهاوضعَتْ لتنبيه المخاطب لئلّايفوته شى من الكلام فألَا واَمَالايدخلان الاعلَى الجملةِ أسميةً كانت نحو قوله تعالىٰ اَلَا اِنَّهم هُمُ المُفسِدُوْنَ وقولِ الشاعِر شعراَما والّذى أبكى وأضحكَ والّذى۔ أماتَ وأحيىٰ والّذى أمرُهٗ الامرُ أو فعليةًنحواما لاتفعل واَلَاتَضْرِبُ والثالثُ هَاتدخل على الجملة الاسمية نحوهَازيدٌ قائمٌ والمفرد نحوهٰذاوهٰؤُلاءِ))

ترجمہ:

''حروفِ تنبیہ تین ہیں: اَلا، اَمَا اور ھَا اور یہ وضع کیے گئے ہیں مخاطب کوتنبیہ کرنے کے لیے تاکہ کلام کی کوئی چیز اس سے فوت نہ ہو سکے، پس اَلا اور اَمَا نہیں داخل ہوتے مگر جملہ اسمیہ پر جیسے فرمانِ باری تعالیٰ: اَلَااِنَّهم هُمُ المفسِدُونَ اور قولِ شاعر: اَما وَالّذى ابكى واضحكَ والّذى.أماتَ وأحيىٰ والَّذى أمرُهٗ الامرُ یا فعلیہ پر جیسے امالاتفعل اور اَلَاتَضرِب اور تیسرا ھَا ہے یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے هَازيدٌ قائمٌ اور مفرد پر بھی جیسے هٰذا اور هٰؤُلَاءِ.''

تشریح:

حروفِ تنبیہ سے مراد وہ حروف ہوتے ہیں جن کے ذریعے مخاطب کو متنبّہ اور خبردار کرنا مقصود ہوتا ہے، غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ مخاطب متکلم کی کلام کے کسی حصے کو فوت نہ کر سکے، یہ حروف تین ہیں: اَلا، اَمَا اور ھَا.

اَلا اور اَمَا جملہ پر داخل ہوتے ہیں، برابر ہے کہ وہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ۔مثال جملہ اسمیہ کی اللہ تعالیٰ کا فرمان: اَلَا اِنَّهُم هُمُ المُفسِدُونَ (خبردار! بیشک وہی فساد کرنے والے ہیں) اور قولِ شاعر:

اَما والّذى أبكىٰ وأضحكَ والّذى أماتَ وأحيىٰ والّذى أمرُهٗ الأمر

''خبردار! اس ذات کی قسم! جس نے رُلایا اور ہنسایا اور اس ذات کی قسم! جس نے مارا اور زندہ کیا اور اس ذات کی قسم! جس کا حکم ہی اصل حکم ہے۔''

اور تیسرا حرف ھَا ہے یہ جملہ اسمیہ اور مفرد دونوں پر داخل ہو جاتا ہے لیکن مفرد میں شرط یہ ہے کہ وہ اسمِ اشارہ ہو جیسے ذَا پر ھَا کے داخلہ کی مثال: هٰذا اور اُولَاءِ پر ھَا کے داخلہ کی مثال: هٰؤُلاءِ

فصل

حروفِ نداء کا بیان

((فصل حروف النداء خمسة یاو أیاوھیاوأی والھمزۃُ المفتوحۃُ فای والھمزۃ للقریب وأیاوھیاللبعیدویالھماوللمتوسِّطِ الی وقد مرّ احکام المنادی))

ترجمہ:

''حروفِ نداء پانچ ہیں : یَا،اَیَا،ھَیَا،اَیْ اور **ھمزہ مفتوحہ**.پس اَیْ اور ہمزہ قریب کے لیے ہیں، اَیَا،ھَیَا بعید کے لیے ہیں اور یَا ان دونوں کے لیے اور متوسط کے لیے ہے اور منادیٰ کے احکام پیچھے گزر چکے ہیں۔''

تشریح:

انہیں حروفِ نداء اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے ذریعے کسی کو پکارااور بلایا جاتا ہے اور یہ اَدْعُوْ کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

اَیَا،ھَیَا بعید کے لیے ہوتے ہیں کیونکہ ان میں مد پائی جاتی ہے اور دُور سے آواز دینے کے لیے آواز کو کھینچنے کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ ان کو بعید کے لیے خاص کیا گیا ہے۔

اَیْ اور ہمزہ مفتوحہ قریب کے لیے ہوتے ہیں کیونکہ ان میں مد نہیں ہوتی اور قریب کے شخص کو پکارنے کے لیے آواز کو کھینچنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی اس لیے یہ قریب کے لیے مختص ہیں اور یَا قریب وبعید دونوں کے لیے ہوتا ہے۔



فصل

حروفِ ایجاب کا بیان

((فصل حروف الایجاب ستۃنعم وبلی وأجل وجیروإنَّ وای امّانَعَمْ فلتقدیر کلامٍ سابقٍ مثبتاً کانَ اومنفیًّانحواجاء زیدٌ قلتَ نعم واَماجَاء زیدٌ قلتَ نعم وبلیٰ تختص بایجاب مانُفِیَ استفهاماً کقولہٖ تعالیٰ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْابَلیٰ اوخبراکمایُقَالُ لَمْ یَقُمْ زیدٌ قُلْتَ بلیٰ ای قدقامَ وإِی لِلاثباتِ بعد الاستفھامِ ویلزمُھاالقسم کمااذاقیلَ ھَل کان کذاقلتَ اِی وَاللّٰہِ واَجَلْ وجیر وانَّ لتصدِیق الخبر کمااِذاقیل جاء زیدٌ قلتَ أجل اَوْ جَیْرِ أوانَّ ای اُصدّقکَ فی ھٰذا الخبر))

ترجمہ:

''حروفِ ایجاب چھے ہیں: نعم، بلیٰ، أجل، جیر وانَّ اور أی. رہانعم تووہ کلامِ سابق کوثابت کرنے کے لیے آتا ہے خواہ وہ مثبت ہو یا منفی ہو جیسے اَجاءَ زَیدٌ؟ تو آپ کہیں گے نَعَم اور اَماجَاء زیدٌ؟ تو آپ کہیں گے نَعَم اوربلیٰ یہ خاص کیا گیا ہے اس کے جواب کے ساتھ جس کی نفی کی گئی ہے بطورِ استفہام جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْابَلیٰ یا بطورِ خبر جیسے کہا جائے لَمْ یَقُمْ زیدٌ اور أی اثبات کے لیے آتا ہے استفہام کے بعد اور اسے قسم لازم ہوتی ہے جیسا کہ جب کہا جائے ھَل کان کذا؟ تو آپ کہیں گے اِی وَاللّٰہ اور اَجَلْ، جَیْر اور اِنَّ یہ خبر کی تصدیق کے لیے آتے ہیں جیسا کہ جب کہا جائے جاء زیدٌ تو آپ کہیں اَجَلْ یا جَیْر یا اِنَّ یعنی میں اس خبر میں تیری تصدیق کرتا ہوں۔''

تشریح:

حروفِ ایجاب کسی سوال کا جواب یا کسی چیز کی تصدیق کے لیے بولے جاتے ہیں، ان کا دوسرا نام حروفِ تصدیق ہے۔

نَعَمْ کلامِ سابق کے اثبات کے لیے آتا ہے خواہ وہ کلام مثبت ہو یا منفی، مثال مثبت کی أَجَاءَ زَیْدٌ؟ اس کے جواب میں نَعَمْ بولا جائے گا۔ مثال منفی کی: أَمَا جَاءَ زَیْدٌ؟ اس کے جواب میں نَعَمْ اور بَلٰی بولا جائے گا۔

نَعَمْ میں چار لغات جائز ہیں:

① نون اور عین دونوں کا فتحہ یعنی نَعَمْ

۲ نون اور عین دونوں کا کسرہ نِعِمْ

۳ نون کا فتحہ اور عین کا کسرہ یعنی نَعِمْ

۴ عین کا حاء سے ابدال یعنی نَحَمْ. پہلی لغت مشہور ہے۔

بَلٰی: یہ اس کلام کے ایجاب کے لیے آتا ہے جس کی بطورِ استفہام نفی کی گئی ہو جیسے أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اگر وہ اس کے جواب میں بَلٰی کے بجائے نَعَمْ کہہ دیتے تو کافر ہو جاتے کیونکہ نَعَمْ کلامِ مثبت کی تصدیق اور کلامِ منفی کی تائید کے لیے ہوتا ہے جبکہ بَلٰی کلامِ منفی بطورِ استفہام کے ایجاب پر دلالت کرتا ہے۔

اِیْ یہ سوال کے بعد جواب پر بولا جاتا ہے اور اس کے لیے قسم کا ہونا لازمی ہے جیسے کہا جائے کہ هَلْ كَانَ كَذَا؟ (کیا اسی طرح ہے؟) تو اس کے جواب میں کہا جائے گا: اِیْ وَاللّٰهِ (ہاں اللہ کی قسم!)

اَجَلْ، جَیْرِ اور اِنَّ: یہ تینوں خبر کی تصدیق کے لیے آتے ہیں۔



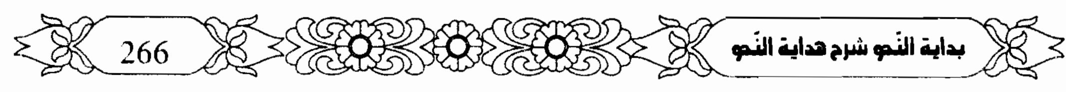
فصل

حروفِ زیادۃ کا بیان

((فصل حروف الزيادة سبعةٌ اِنْ واَنْ وماولاومِنْ والباء واللام فاِن تُزادُ مع ماالنافيةِ نحومااِن زيدٌ قائمٌ ومع مصدرية نحوانتظرْماَ اِنْ يَجْلسُ الأميرُ ومع لمَّانحولَمَّاان جلستَ جلست وان تزادمعَ لَمَّا كقولِهٖ تعالىٰ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ وبينَ لووالقسمِ المتقدم عليهانحو وَاللّٰهِ اَنْ لوقُمْتَ قمتُ وماتُزَادُ مع اذاومَتٰى وایٍّ وانّی وا یْنَ واِنْ شرطياتٍ كماتقول اذاماصُمْتَ صُمْتُ وكذاالبواقى وبَعدَ بعض حُرُوف الجرّ نحوقوله تعالىٰ فَبِمَارَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَعَمَّا قليلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ وَمِمَّاخَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَاراً وزَيدٌ صَدِيْقِى كمااِنْ عمراً اَخِى وَلاتُزادُ مَعَ الواوِبَعدَ النّفى نحوماجاءَ نى زيدٌ ولاعمروٌ وبَعد اَن المصدريّة نحوقولِهٖ تعالىٰ مَامَنَعَكَ أن لَّاتَسْجُدَ وقبل القسم كقوله تعالىٰ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَاالْبَلَدِ بمعنىٰ اُقْسِمُ واماِمنْ والباءُ واللاّمُ فقدمرّذكرهافى حروف الجرّفلانُعيدُها))

ترجمہ:

”حروفِ زیادت سات ہیں: اِنْ،اَنْ،ما،لا،مِنْ،باءاور لام پس اِنْ زیادہ کیاجاتا ہے ما نافیہ کے ساتھ جیسے ما اِن زیدٌ قائمٌ اور ما مصدریہ کے ساتھ جیسے انتظرْماَ اِنْ یَجلسُ الامیرُ اور لَمَّا کے ساتھ جیسے لَمَّااِن جلستَ جلستُ اور اَن زیادہ کیا جاتا ہے لَمَّا کے ساتھ جیسے قولِ باری تعالیٰ: فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اور لَو کے درمیان اور اس قسم کے بعد جو اس سے پہلے مذکور ہو جیسے وَاللّٰهِ اَنْ لوقُمْتَ قمتُ اور ما زیادہ کیاجاتا ہے اِذَا،مَتیٰ،اَیٌّ، اَنّٰی،اَیْنَ اور اِنْ شرطیات کے ساتھ جیسے تُو کہے اذاما صُمْتَ صُمْتُ اور اسی طرح باقیوں میں،اورحروفِ جر کے بعد جیسا کہ قولِ تعالیٰ :فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ اور عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نَادِمِیْنَ اور مِمَّاخَطِیْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَاراً اور زَیدٌ صَدِیْقِیْ کَمَااِنْ عَمْرواً اَخِی اورنہیں زیادہ کیاجاتا واوَ کے ساتھ نفی کے بعد جیسے ماجاءَنی زیدٌ ولاعمروٌ اور اَنْ مصدریہ کے بعد جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان:مَامَنَعَكَ ان لّاتَسْجُدَ اورقسم سے پہلے جیسے فرمانِ باری تعالیٰ: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَاالْبَلَدِ بمعنی اُقْسِمُ اوررہا مِنْ اور باء اور لام تو ان کا ذکرحروفِ جارہ میں



گزر چکا ہے، اب ہم اسے نہیں لوٹائیں گے۔“

تشریح:

حروفِ زیادت سے مراد وہ حروف ہیں کہ اگر کلام سے انہیں حذف بھی کر دیا جائے تو کلام میں کوئی نقص واقع نہ ہو۔ یہاں ماتن نے اُن حروف کو ذکر کرنے کے بعد اُن مقامات اور مواضع کی نشاندہی کی ہے جہاں پر یہ حروف زائدہ لائے جاتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

فصل

حروفِ تفسیر کا بیان

((فصل حرفاالتفسير أى وانْ فاَى كقولِهٖ تعالىٰ واسْئَل القَرْيَةَ أى أهلَ القَرْيَةِ كانَّكَ تُفَسِّرُهٗ أهلَ القرية وانْ انمايُفسّرُ بهافعلٌ بمعنى القول كقولهٖ تعالىٰ ونَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ فلايقالُ قلتُ لهٗ اَنِ اكتُبْ اذْهو لفظُ القَوْلِ لا معناه ـ))

ترجمہ:

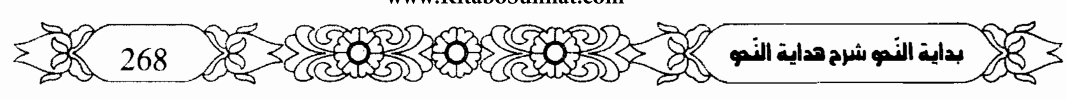
’’تفسیر کے دوحروف اَیْ اور اَنْ ہیں پس اَیْ جیسے قولہٖ تعالیٰ: واسْئَلِ القَرْيَةَ یعنی أَهْلَ الْقَرْيَةِ گویا کہ تُو نے اس کی تفسیر کردی ہے کہ اہل قریہ سے سوال کر اور اَنْ بے شک اس کے ذریعے اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو قول کے معنی میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: ونَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ پس نہیں کہا جائے گا کہ قلتُ لهٗ اَنِ اكتُبْ کیونکہ قول کا لفظ ہے نہ کہ اس کا معنی۔‘‘

تشریح:

تفسیر کے معنی ہیں شرح اور وضاحت یعنی کسی مبہم قول، فعل یا مبہم چیز کے ذکر کے بعد ان حروف کے ساتھ اس کی وضاحت کرنا۔ یہ دوحروف ہیں: اَیْ اور اَنْ۔

اَیْ کی مثال: وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ أَيْ أَهْلَ الْقَرْيَةِ اس سے ابہام پیدا ہوا تھا کہ بستی سے کیسے سوال کیا جا سکتا ہے تو اَیْ کے ذریعے اس کی تفسیر کردی کہ بستی سے مراد بستی کے رہنے والے ہیں۔ اور أَنْ کے ذریعے اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو قول کے معنی میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: ونَادَيْنٰهُ اَنْ يَآ اِبْرٰهِيْمُ یہاں پکارنے کی تفسیر اَنْ نے کردی ہے کہ وہ پکار يَآ اِبْرٰهِيْمُ ہے۔ پھر آگے ماتن نے ذکر کیا ہے کہ قلتُ لهٗ اَنِ اكتُب (میں نے اس کو کہا کہ تُو لکھ) کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہاں قول کا لفظ ذکر ہے اس کا معنی بیان نہیں ہو رہا۔





فصل

حروفِ مصدر کا بیان

((فصل حروف المصدرِ ثلثة ماواَنْ واَنَّ فالاوليان للجملة الفعلية كقولهٖ تعالىٰ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَارَحُبَتْ اى برحبهاوقولِ الشاعر يسرُّ المرءَ مَاذَهَبَ اللَّيَالِي وكَانَ ذَهَابُهُنَّ لهٗ ذَهَابَاوان نحوقولهٖ تعالىٰ فَمَاكَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّااَنْ قَالُوْااى قولهم واَنَّ للجملة الاسميّة نحوعلمتُ اَنَّكَ قائمٌ اى قيامكَ))

ترجمہ:

''حروفِ مصدر تین ہیں: ما،اَنْ اور اَنَّ پس پہلے دونوں جملہ فعلیہ کے لیے آتے ہیں جیسے قولہٗ تعالیٰ: وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَارَحُبَتْ (اور تنگ ہوگئی اُن پر زمین باوجود اس کے کہ جو وہ وسعت دی گئی) یعنی برحبها (اپنی وسعت کے باوجود) اورقولِ شاعر:يسرُّ المرءَ مَاذَهَبَ اللَّيَالِي. وكَانَ ذَهَابُهُنَّ لهٗ ذَهَابَا (آدمی خوش ہوتا ہے اُن راتوں پر جوگزررہی ہیں حالانکہ ان کا گزرنا خود آدمی کا گزرنا ہے) اور اَنْ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان:فَمَاكَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّآاَنْ قَالُوْا (پس نہیں تھا اس کی قوم کا جواب مگر یہ کہ انہوں نے کہا) یعنی قَوْلُهُمْ (ان کا کہنا) اور اَنَّ جملہ اسمیہ کے لیے آتا ہے جیسے علمتُ اَنَّكَ قَائِمٌ (میں نے جانا کہ بیشک تُو کھڑا ہے) یعنی قيامكَ (تیرا قیام میں نے جانا۔)''

تشریح:

بعض نحاۃ نے پانچ حروفِ مصدر ذکر کیے ہیں، انہوں نے كَيْ اور لَوْ کا اضافہ کیا ہے، انہیں حروفِ مصدر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اپنے صلہ پر داخل ہوکر اسے مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں۔



فصل

حروفِ تحضیض کا بیان

((فصل حروف التحضيض اربعةٌ هَلَّا واَلَّا ولَولا ولَوْمَا لها صَدرُ الكَلامِ ومَعْنَاهَا حضٌّ على الفعلِ ان دَخَلَتْ على المضارع نحو هَلّاتاكلُ ولومٌ ان دَخَلَتْ على الماضى نحوهَلّاضربتَ زيداً وحِيْنَئِذٍلاتكونُ تحضيضاً اِلّاباعتبارمافات ولاتدخُلُ الا على الفعل كمامرَّوان وقعَ بعدَ هااِسمٌ فباضمارفعلٍ كماتقولُ لمن ضَرب قوماً هَلّا زيداًاى هَلَّاضَرَبْتَ زيداً وجَمِيعُهامركبةٌ جزؤُهاالثانى حرفُ النفى والأوّل حرف الشرط أو الاستفهام أوحرف المصدر ولِلوْلا معنىً اٰخرُهُوَ اِمتناعُ الجملة الثانية لوجودالجملة الأولىٰ نحو لَوْلا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُوحِينَئِذٍ تحتاجُ الى الجملتينِ اُولهمااسميةٌ ابَداً))

ترجمہ:

''حروفِ تحضیض چار ہیں: هَلّا، اَلّا، لَولَا اور لَوْمَا ان کے لیے صدرِکلام ضروری ہے اوران کامعنی ہے فعل پر ابھارنا اگر یہ مضارع پر داخل ہوں جیسے هَلّاتاکلُ؟ اوران کے معنی ملامت کے ہوتے ہیں اگر یہ ماضی پرداخل ہوں جیسے هَلّاضربتَ زيداً ؟ تو اس وقت یہ بطورِ تحضیض نہیں ہوں گے مگر باعتبار اس کے جوفوت ہوگیا اور یہ نہیں داخل ہوتے مگر فعل پرجیسا کہ گزرچکا ہے اوراگران کے بعد اسم واقع ہوتو فعل کی اضمار کے ساتھ جیسے تُو کہے اس شخص کوجس نے قوم کو مارا ہو هَلّا زَيْدًا؟ یعنی هَلّا ضَرَبْتَ زَيْداً اور یہ تمام جوڑے گئے ہیں جن کادوسراجزوحرفِ نفی اور پہلاحرفِ شرط یاحرفِ استفہام یا حرفِ مصدر ہوتا ہے اورحرفِ لَوْلَا کادوسرامعنی بھی ہوتا ہے وہ روکنا ہے دوسرے جملہ کو پہلے جملہ کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے لَوْلاعَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ اوراس وقت وہ محتاج ہوتا ہے دوجملوں کا، پہلا ان میں سے ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے۔''

تشریح:

بعض نحویوں کا کہنا ہے کہ اگر یہ حروف فعل مضارع پر داخل ہوں تو انہیں حروفِ تحضیض کہنا چاہیے، کیونکہ مضارع میں حال واستقبال کے معنی پائے جاتے ہیں اورفاعل نے ابھی تک وہ فعل نہیں کیا ہوتا جس کے کرنے پر



اسے اُبھارا جاتا ہے جیسے ھَلَّا تَاکُلُ؟ کہ تُو نے کیوں نہیں کھایا؟ یعنی تجھے کھانا چاہیے اور اگر یہ حروف فعل ماضی پر داخل ہوں تو انہیں حروفِ لوم یعنی ملامت کے حروف کہا جائے، کیونکہ ماضی سے مراد گزرا ہوا زمانہ ہوتا ہے اور مخاطب وہ فعل کر چکا ہوتا ہے جس کے بارے میں اسے کہا جا رہا ہوتا ہے لہٰذا گزشتہ زمانے میں ہو چکنے والے فعل پر ملامت تو کی جا سکتی ہے لیکن اُبھارا نہیں جا سکتا جیسے ھَلَّا ضَرَبْتَ زَیْدًا؟ تُو نے زید کو کیوں نہیں مارا؟ یعنی تجھے مارنا چاہیے تھا۔



فصل

حرفِ توقع کا بیان

((فصل حرف التّوقّعِ قد وھِیَ فی الماضی لتقریب الماضی الی الحالِ نحو قد رکب الأمیرُ ای قُبیْلَ ھٰذاولاجَلِ ذٰلِك سُمیَّتْ حرفَ التقریب أیضاًولھٰذاتلزم الماضیَ لیصلِحَ ان یقَعَ حَالاًوقدتجیٔ لِلتاکید اِذاَکانَ جواباًلمن یّسألُ ھَلْ قام زیدٌ تقولُ قدقامَ زیدٌ وفی المضارع لِلتّقلیل نحو اِنَّ الکذب وقدیصدق وان الجوادقد یَبْخَلُ وقدتجیٔ للتحقیق کقولہٖ تعالیٰ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ ویجوز الفصلُ بینھا وبین الفِعلِ باالقسم نحوقدواللّٰہ اَحسنْتَ وقدیحذف الفعل بعدقَد عندَ القرینۃ کقول الشاعر شعراَفِدالترحُّلُ غَیْرَ اَنَّ رِکَابَنَا۔لَمَّاتَزُلْ بِرِحَالِنَاوکَانَ قَدِنْ۔ای وکان قد زالت))

ترجمہ:

''حرفِ توقع **قَدْ** ہے اور وہ ماضی پر داخل ہوتا ہے، ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لیے جیسے **قد رکب الامیرُ** (امیر سوار ہوا ہے) یعنی تھوڑی ہی دیر پہلے اور اسی وجہ سے اس کا نام حرفِ تقریب بھی رکھا گیا ہے، اسی لیے یہ فعل ماضی کو لازم ہوتا ہے تا کہ اسے حال واقع ہونے کے قابل بنا سکے اور کبھی یہ تاکید کے لیے آتا ہے جب یہ اس شخص کے سوال کا جواب واقع ہورہا ہو جو کہے **ھَلْ قَامَ زَیْدٌ**؟ تو تم کہو **قَدْ قَامَ زَیْدٌ** اور مضارع میں تقلیل (یعنی قلت بیان کرنے) کے لیے آتا ہے جیسے **اِنَّ الکذب وقدیصدق** (بیشک جھوٹا بھی کبھی کبھار سچ بول دیتا ہے) اور **انّ الجوّاد قد یَبْخَل** (بیشک بہت زیادہ سخاوت کرنے والا بھی کبھی کبھار کنجوسی کر لیتا ہے) اور یہ کبھی تحقیق کے لیے آتا ہے جیسے قولہٗ تعالیٰ: **قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْن** (تحقیق اللہ تعالیٰ جانتا ہے روکنے والوں کو) اور جائز ہے فصل اس کے اور فعل کے درمیان قسم کے ساتھ جیسے **قدو اللّٰہ اَحسنْتَ** (تحقیق، اللہ کی قسم! تُو نے احسان کیا ہے) اور کبھی **قَدْ** کے بعد فعل حذف کر دیا جاتا ہے کسی قرینہ کے باعث جیسے قولِ شاعر:

اَفِدَ الترحُّلُ غَیْرَ اَنَّ رِکَابَنَا لَمَّاتَزُلْ بِرِحالِنا وکَانَ قَدِنْ

''کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے مگر ہماری سواریاں کجاووں کے ساتھ ابھی تک نہیں آئیں یعنی



قریب ہے کہ وہ کُوچ کرلیں۔“

تشریح:

قَدْ کو حرفِ توقع اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے سننے والے کو وہ خبر بتلائی جاتی ہے جس کے سننے کی وہ متکلم سے توقع کیے ہوئے ہوتا ہے، اس کا دوسرا نام حرفِ تقریب ہے کیونکہ یہ ماضی پر داخل ہو کر اس کو حال کے قریب کر دیتا ہے۔



فصل

حروفِ استفہام کا بیان

((فصل حرفاالاستفهام الهمزةُ وهَلْ لهُمَاصَدر الكلام وتدخُلان على الجملةِ اسميّةً كانت نحوازيدٌ قائمٌ أوفعليةً نحوهَل قَام زيدٌ ودخولهُمَا على الفعلية اكثراذالاستفهامُ بالفعلِ أولىٰ وقد تدخل لهمزة فى مواضع لايجوزُدخُولُ هَلْ فيها نحو ازيداً ضَرَبتَ واتضربُ زيداً وهو أخوكَ وأزيدٌ عندكَ أَمْ عمروٌ وَاَوَ مَنْ وافمَنْ كَانَ واثمَّ إذا ما وقعَ ولا تُسْتَعْمَلُ هَلْ فى هٰذِهِ المواضع وهٰهنابحثٌ))

ترجمہ:

''استفہام کے دوحروف همزہ اور هَلْ ہیں، ان کے لیے صدرِکلام ضروری ہے اور یہ جملہ پرداخل ہوتے ہیں،خواہ وہ جملہ اسمیہ ہوجیسے أَزَيْدٌ قَائِمٌ؟ یافعلیہ ہوجیسے هَلْ قَامَ زَيْدٌ؟ اوران کادخول فعلیہ پر اکثر ہوتا ہے اس لیے کہ استفہام فعل کے ذریعے اولیٰ ہے اورکبھی یہ داخل ہوتا ہے ان مواضع پر جہاں هَلْ کاداخل ہوناجائزنہیں جیسے أَزَيْداً ضَرَبْتَ؟ اور أتضربُ زيداً وهو أخوكَ؟ اور أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عمروٌ؟ اورأَوَ مَنْ كَانَ؟ اور أَفَمَنْ كَانَ؟ اور أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ؟ اورنہیں استعمال کیاجاتا هَلْ ان مواضع میں اور یہاں بحث ہے۔''

تشریح:

استفہام کالغوی معنی ہے فہم طلب کرنا یعنی کسی چیز کو دریافت کرنے اور معلوم کرنے کے لیے اس کے بارے میں سوال کے ذریعے فہم حاصل کرنا۔

یہ صرف دوحرف ہیں :همزہ اورهَلْ یہ دوونوں جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پرداخل ہوجاتے ہیں۔هٰهُنَابَحثٌ سے مراد یہ ہے کہ جس طرح ہمزہ اُن مقامات پرداخل ہوجاتا ہے جہاں هَلْ کا داخل ہوناجائز نہیں تواسی طرح هَلْ بھی بعض ایسے مقامات پرداخل ہوتا ہے جہاں ہمزہ کاداخل ہوناجائزنہیں ہوتا، وہ مقامات یہ ہیں:

① جب وہ حرفِ عطف کے بعدآئے جیسے فَهَلْ يُهْلَكُ الَّا الْقَوْمُ الفٰسِقُوْن

② جب وہ أَمْ کے بعدآئے جیسے اَمْ هَلْ تَسْتَوِ ى الظُّلُمَاتُ وَالنُّوْرُ

③ اثبات میں نفی کے معنی دینے کے لیے جیسے هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُيعنى لَمْ يُثَوَّبْ

④ جب وہ نفی کا معنی دے تا کہ اس کے بعد ایجاب لانے کے لیے کا ذکر کرنا درست ہو جیسے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

⑤ اس مبتدا کی خبر پر جس کے بعد باء مؤکد نفی ہو جیسے هَلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ



فصل

حروفِ شرط کا بیان

((فصل حُرُوفُ الشرطِ انْ ولَو وامّالهاصدرالكلام ويدْخُلُ كل واحد منهماعلى الجملتين اسميّتين كانتا اوفعلتين أومختلفتَين فإنْ للاستقبالِ وإن دخلتْ على الماضى نحو إن زُرتَنِى اكْرمتُكَ ولوللمَاضِى وإن دخلتْ على المضارع نحولوتزورُنى اكرمتُك ويلزمهُماالفعلُ لفظاًكما مَرَّ اوتقديراًنحوانْ اَنْتَ زائرى فاناااكرمُكَ۔))

ترجمہ:

''حروفِ شرط اِنْ، لَو، امّا ہیں ان کے لیے صدرِکلام ضروری ہے اور ان میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے خواہ وہ دونوں جملے اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں یا دونوں مختلف ہوں۔ پس اِنْ استقبال کے لیے آتا ہے اگرچہ وہ ماضی پر ہی داخل ہو جیسے اِن زُرتَنِی اکْرمتُك (اگر تو مجھے ملنے آئے گا تو میں تیری عزت کروں گا) اور لَو ماضی کے لیے آتا ہے اگرچہ وہ مضارع پر ہی داخل ہو جیسے **لوتزورُنی اکرمتُك** (اگر تو مجھے ملنے آیا ہوتا تو میں تیری عزت کرتا) اور لازم ہے ان دونوں کو فعل لفظاً جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے یا تقدیراً جیسے **انْ اَنْتَ زائرى فاَنَااكرمُكَ**.''

((واعلم اَنَّ اِنْ لاتُسْتَعْملُ اِلّافى الأمورالمشكوكةفلايقال اٰتِيكَ ان طلعتِ الشّمس بل يقالُ اٰتِيكَ اذاطَلعت الشمس ولوتدُلُّ علىٰ نفى الجملةالثانية بسببِ نفى الجملة الأولىٰ كقولهِ تعالىٰ لَوْكَانَ فِيهِمَا اِلٰهَةٌ اِلّااللّٰهُ لَفَسَدَتَا واذاوقَعَ القَسَمُ فى أول الكلامِ وتقدّمَ على الشرط يجب اَن يكونَ الفعل الذِى تدخلُ عليه حرف الشرط ماضياًلفظاًنحوواللّٰهِ اِن اَتيتَنى لأكرمتُكَ اَو معنىً نحووَاللّٰهِ اِن لم تَأْتِيْنِىْ لاهجَرْتُكَ وحينئذٍ تكونُ الجملة الثانية فى الفظ جَواباًللقَسم لاجزاءً للشرط فلذٰلك وَجبَ فِيْهَا مَاوَجبَ فِى جَوَاب القسمِ من اللام ونحوهاكمارأيت فِى المثالين واماإِن وقَع القسمُ فى وسط الكلامِ جازان يُعْتَبَرالقسمُ بان يكون الجوابُ

له نحواِنْ اتیتنی واللّٰهِ لَاٰتِیَنَّکَ وجازاَنْ یُلْغٰی نحواِنْ تَاتِنِی واللّٰه اٰتك))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ اِنْ نہیں استعمال کیا جاتا مگر اُمورِ مشکوکہ میں پس نہیں کہا جائے گا کہ اٰتِیكَ ان طَلَعتِ الشّمسُ بلکہ کہا جائے گا اٰتِیكَ اذاطَلَعتِ الشَّمْسُ اور لَوْ دلالت کرتا ہے دوسرے جملہ کی نفی پر پہلے جملہ کی نفی کے سبب سے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ: لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَةٌ اِلَّااللّٰهُ لَفَسَدَتَا اور جب قسم واقع ہوا اوّل کلام میں اور مقدم ہو شرط میں تو واجب ہے کہ وہ فعل جس پر حرفِ شرط داخل ہے ماضی ہو لفظاً جیسے وَاللّٰهِ اِنْ اَتیتنی لَأُکْرِمتُكَ یا معناً جیسے وَاللّٰهِ اِنْ لَمْ تَاْتِنِیْ لاھجُرْتُكَ اور اس وقت دوسرا جملہ لفظ میں قسم کا جواب ہوگا نہ کہ شرط کی جزاء، پس اسی لیے اس میں وہی چیز واجب ہے جو جوابِ قسم میں لام سے اور اس جیسوں سے واجب ہے جیسا کہ تُو نے (پچھلی) دونوں مثالوں میں دیکھا۔ اور اگر قسم واقع ہو درمیانِ کلام میں تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے بایں طور کہ وہ اس کا جواب واقع ہو رہا ہو جیسے اِنْ اتیتنی واللّٰهِ لَاٰتِیَنَّكَ اور جائز ہے اس کو لغو کر دیا جائے جیسے اِنْ تَاتِنِی واللّٰه اٰتك.''

تشریح:

مصنف نے یہاں صرف اِنْ کا ذکر کیا ہے لیکن مراد اس سے تمام حروفِ شرط ہیں۔ پھر یہاں ان کی ایک خصوصیت ذکر کر رہے ہیں کہ ان کا استعمال صرف اُمورِ مشکوکہ میں کیا جائے گا یعنی وہ اُمور جن کے واقع ہونے میں یقین نہ ہو بلکہ شک ہو کہ وہ واقع ہو بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی، اسی لیے مصنف نے اٰتِیْكَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ (اگر سورج طلوع ہوا تو میں تیرے پاس آؤں گا) کہنا ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ سورج کا طلوع ہونا حتمی اور یقینی امر ہے البتہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اٰتِیْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ (میں تیرے پاس آؤں گا جب سورج طلوع ہوگا) کیونکہ اِذا یقینی امر پر داخل ہوتا ہے۔

لَوْ پہلے جملہ کی نفی کے سبب دوسرے جملہ کی نفی کے لیے لایا جاتا ہے جیسے لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَةٌ اِلَّااللّٰهُ لَفَسَدَتَا (اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے) یعنی آسمان وزمین اس سبب سے درہم برہم نہیں ہوئے کہ ان میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اگر جملہ میں قسم واقع ہو اور ہو بھی وہ شرط سے پہلے تو وہ فعل جس پر حرفِ شرط لایا گیا ہے اس کا ماضی ہونا واجب ہے، پھر وہ فعل یا تو لفظاً ماضی ہو جیسے وَاللّٰهِ اِنْ اَتیْتَنِیْ لَأُکْرِمْتُكَ یا معناً ماضی ہو جیسے وَاللّٰهِ اِنْ لَمْ تَاْتِنِیْ لَاَھْجُرْتُكَ معناً سے مراد یہ ہے کہ صیغہ تو اگرچہ مضارع کا ہے لیکن لَمْ کے داخل ہونے کی وجہ سے ماضی کا معنی پیدا ہو گیا ہے۔

جب پہلے جملہ میں قسم اورشرط دونوں واقع ہوں تو دوسرے جملہ کو جوابِ قسم بنایا جائے یا جزاءِ شرط ؟اس کا جواب مصنف یہ دے رہے ہیں کہ دوسرا جملہ شرط کی جزاء نہیں ہوگا بلکہ جوابِ قسم واقع ہوگا۔

وقوع قسم کے مقامات:

قسم کے واقع ہونے کے تین مقام ہیں:

① اوّل کلام ② وسطِ کلام ③ آخرِ کلام

① اگرقسم کلام کے اوّل میں واقع ہوتو اس کا اعتبار کرنا واجب ہے جیسے وَاللّٰهِ اِنْ اَتَيْتَنِيْ لَاٰتِيَنَّكَ اور وَاللّٰهِ اِنِّيْ اٰتِيْكَ.

② اگر درمیانِ کلام میں ہوتو اس کی دوصورتیں ہیں:

اگرشرط مقدم ہواورقسم مؤخر ہوتو شرط کا اعتبار کرنا واجب ہوگا جیسے اَنَا اِنْ اَتَيْتَنِي فَوَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّكَ اور اَنَااِنْ اٰتِنِي وَاللّٰهِ اٰتِكَ اورقسم کا اعتبار کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں جیسے اِنْ اَتَيْتَنِيْ فَوَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّكَ اور اِنْ اَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ اٰتِكَ اور اگرشرط مؤخر ہے اورقسم مقدم ہے تو اس کی دوصورتیں ہیں: قسم کا اعتبار کرنا اور شرط کو لغو کرنا جیسے اَنَا فَوَاللّٰهِ اِنْ اَتَيْتَنِيْ لَاٰتِيَنَّكَ، قسم کو لغو کرنا اور شرط کا اعتبار کرنا جیسے اَنَا وَاللّٰهِ اِنْ تَاتِنِيْ اٰتِكَ. پھر اگرقسم کے بعد شرط واقع نہیں ہے تو اس کی بھی دوصورتیں ہیں: اگرقسم جملہ ہے تو قسم کا اعتبار کرنا اور اسے لغو کرنا دونوں طرح جائز ہے وَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّكَ اور اَنَاوَاللّٰهِ اٰتِيْكَ، اور اگرقسم مفرد ہے تو اس کو لغو کرنا واجب ہے جیسے اَنَا وَاللّٰهِ قَائِمٌ.

③ اگرقسم کلام کے آخر میں ہوتو قسم کو لغو کرنا واجب ہے اَنَاقَائِمٌ وَاللّٰهِ اوراِنْ اَتَيْتَنِيْ اٰتِكَ وَاللّٰهِ

((وَاَمَّاالتفصيلِ ماذكرِ مجملاًنحوالنَّاسُ سَعِيْدٌ وشَقِيٌّ اَمَّاالَّذِيْنَ سُعِدُوْافَفِى الْجَنَّةِ وَاَمَّاالَّذِيْنَ شَقُوْافَفِى النَّارِويجب فى جوابهاالفاءُ وان يكونَ الاوّلُ سبباً للثانِى واَن يحذف فعلُهامعَ اَنَّ الشرطَ لابدَّلهٗ مِنْ فعلٍ وذٰلكَ ليكون تنبيهاً علىٰ ان المقصود بهَاحُكم الاسمِ الواقِع بعدَهانحواَمَّازيدٌ فمنطلقٌ تقديرهٗ مَهمَايكُن مِنْ شئٍ فزيدٌ مُنطَلِقٌ فحذِفَ الفعلُ والجارُّ والمجرورُ واُقيم اَمَّامقام مهماحتى بقى امَّا فزيدٌ منطلقٌ ولمّالم يناسِب دُخُولُ حرفِ الشرط على فاء الجزاء نَقَلُوالفاء الى الجزء الثَّانِى ووضعُواالجُزءَ الاول بين اما والفاءِ عوضاًعن الفعل المحذوف ثم ذلكَ الجزء الاول ان كان صالحاًللابتداءِ فهُو مبتدأ كمامرَّ واِلّافعاملُهٗ مايكونُ بعدالفاء

كاَمَّا يَوْمَ الْجُمعَة فزيدٌمنطلق فمنطلقٌ عاملٌ فی یومِ الجمعةِعَلی الظرفية))۔

ترجمہ:

''اور اَمَّا اس کی تفصیل کے لیے آتا ہے جس کو مجمل ذکر کیا گیا ہو جیسے النَّاسُ سَعِیْدٌ و شَقِيٌّ، اَمَّاالَّذِیْنَ سُعِدُوْافَفِی الْجَنَّةِ، وَاَمَّالَّذِینْ شَقُوْافَفِی النَّار اورواجب ہے اس کے جواب میں فاء کالانا اور یہ کہ پہلا جملہ سبب ہو دوسرے کا اور یہ کہ حذف کردیا جائے اس کافعل شرط کے اَنَّ کے ساتھ تو ضروری ہے اس کے لیے فعل کا ہونا تا کہ تنبیہ ہوجائے اس بات پر کہ بیشک اس (اَمَّا) کے ذریعے مقصود اس اسم کا حکم ہے جو اَمَّا کے بعد واقع ہے جیسے اَمَّا زیدٌ فمنطلقٌ اس کی تقدیر عبارت یہ ہے مَهمَایکُن مِنْ شیٔ فزیدٌ مُنطَلِق، پس حذف کردیے گئے فعل اور جار مجرور اور قائم مقام بنادیا گیا اَمَّا کو مَهُمَا کے، یہاں تک کہ باقی رہ گیا اَمَّا فزیدٌ منطلقٌ اور جبکہ نہیں مناسب تھا حرفِ شرط کا داخل ہونا جزاء کی فاء پر تو انہوں نے فاء کو دوسرے جزو پر منتقل کردیا اور پہلے جزو کو اَمَّا اور فاء کے درمیان فعلِ محذوف کے عوض میں رکھ دیا، پھر یہی پہلا جزو اگر تو ابتداء میں آنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ مبتدا ہوگا جیسا کہ پیچھے گزر چکا اور اگر نہیں تو اس کا عمل وہی ہوگا جو فاء کے بعد ہے جیسے اَمَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ، پس مُنْطَلِقٌ عامل ہے یَوْمَ الْجُمُعَةِ میں ظرفیت کی بناء پر۔''

تشریح:

کلام میں جس کا پہلے اجمالی طور پر ذکر کیا ہو اس کی تفصیل بیان کرنے کے لیے اَمَّا آتا ہے جیسے النَّاسُ سَعِیْدٌ و شَقِيٌّ یعنی (روزِ قیامت) لوگ خوش بخت بھی ہوں گے اور بد بخت بھی، یہاں سعادت و شقاوت سے متصف لوگوں کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد اَمَّا لاکر ان ہردو کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْ افَفِی الْجَنَّةِ وَاَمَّالَّذِینْ شَقُوْافَفِی النَّار جو خوش بخت لوگ ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے اور جو بد بخت لوگ ہوں گے وہ جہنم میں ہوں گے۔

❀......❀......❀

فصل

حروفِ ردع کا بیان

((فصل حرف الرّدع کَلّاوضِعَتْ لزجرِ المتکلّم وردعهٖ عمّایتکلّمُ بهٖ کقولهٖ تعالیٰ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ کَلَّا أی لا یتکلّمُ بهٰذافَاِنَّهٗ لَیْسَ کذلِکَ هٰذابَعدَالخبر وقدتجیٔ بعدَ الامر أیضاًکما اذاقیل لکَ اِضرِب زیداًفقلتَ کَلّا أی لاافعلُ هٰذاقطُّ وقد تجیٔ بمعنیٰ حقًّا کقولهٖ تعالیٰ کَلَّاسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وحینئذٍ تکُونُ اسماًبینیٰ لکونهٖ مُشابهاًلِکَلَّاحرفاًوقیل تکونُ حرفاًایضاًبمعنیٰ انَّ لتحقیق الجُملةِ نحو کَلَّااِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغیٰ بمعنی اِنَّ))

ترجمہ:

”حرفِ ردع کَلّا ہے اور یہ وضع کیا گیا ہے متکلم کی زجر کے لیے اور اُس کی ردع کے لیے اس سے جو وہ کلام کر رہا ہے جیسے قولہٗ تعالیٰ: وَاَمَّآ اِذامَاابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ کَلَّا یعنی اس کو ایسی کلام نہیں کرنی چاہیے کیونکہ واقعہ یوں نہیں ہے، اور خبر کے بعد، اور کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے جیسا کہ جب تجھ سے کہا جائے اِضْرِبْ زَیْداً تو تُو کہے کَلّا یعنی میں ایسا کبھی نہیں کروں گا اور کبھی حَقًّا کے معنی میں آتا ہے جیسے فرمانِ باری تعالیٰ: کَلَّاسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اور اس وقت یہ اسم ہوتا ہے جو کَلَّا سے بطورِ حرف مشابہت ہونے کی وجہ سے لایا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ بھی حرف ہی ہے بمعنی اِنَّ تحقیقِ جملہ کے لیے جیسے کَلَّااِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغیٰ بمعنی اِنَّ.“

تشریح:

زجر کا معنی جھڑکنا اور دھتکارنا ہے اور ردع کا معنی روکنا اور باز رکھنا۔ کَلّا انہی دو معانی کے لیے آتا ہے، مراد یہ ہے کہ اس کے ذریعے متکلم کو اس بات سے زجر وردع کی جاتی ہے جو وہ تکلم کرتا ہے جیسے وَاَمَّآاِذامَاابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ کَلَّا (اور اللہ تعالیٰ نے اس کی آزمائش کی اور اس پر اس کا رزق تنگ کر دیا تو وہ کہنے لگا کہ میرے پروردگار نے میری تذلیل کی ہے، ہرگز نہیں) یعنی انسان کو ایسی بات ہرگز نہیں کرنی چاہیے، اب یہاں متکلم یعنی یہ بات کرنے والے کو اس کے برے تکلم کی وجہ سے زجر وردع کیا جا رہا ہے۔

❀.....❀.....❀

فصل

تائے تانیث ساکنہ کا بیان

((فصل تاء التانيث الساكنةُ تلحقُ الماضى لتدُلَّ علىٰ تانيث ماأُسندَ اليه الفعلُ نحوضُرِبَتْ هندٌ وقدعَرفْتَ مواضعَ وجوبِ الحاقِها واذالقيَها ساكِنٌ بَعْدَهَاوَجبَ تحريكهابالكسر لانّ السّاكِنَ اذاحرِّكَ حُرِّكَ بالْكسرِ نحوقدقامتِ الصَّلوٰةُ وحركتُهالاتوجب ردّ ماحُذِفَ لاجلِ سكونهافلا يقال رمات المرأة لِاَن حركَتَهاعارضيةٌ واقعةٌ لِرَفعِ التقاء الساكنين فقولُهُم المرأتان رماتا ضعيفٌ واماالحاق علامة التثنية وجمع المذكرِ وجمع المؤنث فضعيفٌ فلايقال قاما''زيدانِ وقامواالزيدونَ وقُمن النّساءُ وبتقدير الالحاقِ لاتكون الضمائر لئلّايلزَمَ الاضمارُ قبل الذكرِ بل علاماتٍ دالّةٍ علىٰ أحوال الفاعِل كتاء التانيثِ))

ترجمہ:

''تائے تانیث ساکنہ ماضی کو لاحق ہوتی ہے تاکہ وہ دلالت کرے اس تانیث پر جس کی طرف فعل کی اسناد کی گئی ہے جیسے ضُرِبَتْ هِنْدٌ اور تحقیق تُو جان چکا ہے اس کو لاحق کرنے کے وجوب کے مواضع کو اور جب ملا ہو اس کے ساتھ ساکن اس کے بعد ہو تو اس کو کسرہ حرکت دینا واجب ہے اس لیے کہ ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے جیسے قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰةُ اور اس کی حرکت واجب نہیں کرتی اس کے رد کو جسے اس کے سکون کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے پس نہیں کہا جائے گا رمات المرأة کیونکہ اس کی حرکت عارضی ہے جو التقائے ساکنین کو رفع کرنے کے لیے واقع ہوئی ہے پس ان کا کہنا المرأتان رماتا ضعیف ہے اور بہر حال علامتِ تانیث، جمع مذکر اور جمع مؤنث کا لاحق کرنا ضعیف ہے پس نہیں کہا جائے گا قاما الزیدان، قاموا الزیدون اور قُمن النّساءُ اور الحاق کی تقدیر کے ساتھ ضمائر نہیں آئیں گی تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آسکے بلکہ وہ علامات ہیں جو دلالت کرتی ہیں فاعل کے احوال پر جیسے تائے تانیث۔''

تشریح:

تائے تانیث ساکنہ ماضی پر لاحق ہوتی ہے تاکہ اس تانیث پر دلالت کرے جس کی طرف فعل کی اسناد کی گئی

ہے یعنی فاعل یا نائب فاعل پر جیسے ضَرَبَتْ هِنْدٌ اور ضُرِبَتْ هِنْدٌ.

قَدْعَرِفْتَ سے مراد یہ ہے کہ تائے ساکن کے حذف کے وجوب کی بحث آپ افعال کی بحث میں پڑھ چکے ہیں۔

پھر ماتن ایک قاعدہ بتلا رہے ہیں کہ جب تائے تانیث کے بعد حرف ساکن ہوتو اس کو کسرہ دیناواجب ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اَلسَّاكِنَ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ یعنی جب ساکن کوحرکت دی جائے گی تو کسرہ کی حرکت دی جائے گی۔تثنیہ،جمع مذکر اورجمع مؤنث کی ضمائر کا لاحق کرنا اس صورت میں کہ جب ان کافاعل اسم ظاہر ہو،ضعیف ہے جیسے قاماالزیدان، قامواالزیدون اور قُمن النّساءُ





فصل

تنوین کا بیان

((فصل التنوين نون ساكنةٌ تتبع حرَكَةَ اٰخرالكلمةِ الالتاكيد الفعل وهى خمسة أقسامٍ الاول للتّمكن وهو مايدل علىٰ ان الاسم متمكن فى مقتضى الاسميّةِ اى انّهٗ منصرف نحوزيدٌ ورجل والثانى للتنكير وهُو مَايدُلُّ علىٰ انَّ الاسمَ نكرةٌ نحوصهٍ اى اسكُتْ سكوتاًمافى وقتٍ مّاواَمَّا صِهْ بالسّكونِ فمعناهُ اسكت السكوتَ الاٰنَ والثالثُ للعِوَض وهو ما يكون عوضاً عن المضاف اليهِ نحو حينئِذٍ وساعتئذٍ ويومئذٍ اى حين اذا كان كذاوالرابعُ للمقابلة وهو التنوين الذى فى مع المؤنث السالمِ نحو مسلماتٍ وهٰذهِ الأربعةُ تختصُّ بالاسم والخامسُ للترنّمِ وهوالذى يلحقُ اٰخِرَ الابيات والمصاريع كقول الشاعر شعر اقلّى اللّومَ عاذِلُ والعِتابَنْ۔ وقُوْلِى ان اَصَبْتُ لَقَدْاصابَنْ وكقولهٖ ع يااَبَتاعَلّكَ اوعساكَنْ وقديحذَفُ من العَلَم اذا كانَ موصُوفاًبابن اوابنةٍمضافاًالىٰ عَلم اٰخر نحو جاء نى زيدُبْن عمروٍوهندُ ابنةُ بكر))

ترجمہ:

”تنوین وہ نون ساکن ہے جو تابع ہوتا ہے کلمہ کے آخر کی حرکت کے نا کہ فعل کی تاکید کے اور اس کی پانچ قسمیں ہیں: پہلی تمکّن کے لیے ہے اور یہ وہ ہے جو دلالت کرے اس بات پر کہ اسم متمکن ہے اسمیہ کے تقاضے میں یعنی وہ منصرف ہے جیسے زَیْدٌ اور رَجُلٌ اور دوسری تنکیر کے لیے ہے اور یہ وہ ہے جو دلالت کرے اس پر کہ اسم نکرہ ہے جیسے صہٍ یعنی خاموش ہوجا کسی نہ کسی وقت میں اور رہا صہْ سکون کے ساتھ تو اس کا معنیٰ ہے اور تیسری عوض کے لیے ہے اور یہ وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں ہوتی ہے جیسے حینئذٍ اور ساعتئذٍ اور یومئذٍ یعنی جب بھی ایسا ہوا، اور چوتھی مقابلہ کے لیے ہے اور یہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث میں ہوتی ہے جیسے مُسْلِمَاتٍ اور یہ چاروں خاص کی گئی ہیں اسم کے ساتھ۔ پانچویں تنوین ترنم کے لیے ہے اور یہ وہ ہوتی ہے جو اشعار اور مصرعوں کے آخر میں ہوتی ہے جیسے قولِ شاعر: اقلّى اللّومَ عاذِلُ والعِتابَنْ.وقُوْلِى اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْاصابَنْ اور اسی طرح یہ قول يااَبَتاعَلّكَ اَوْعَسَاكَنْ اور یہ کبھی عَلَم سے حذف کردی جاتی ہے جب وہ ابنٌ یا ابنةٌ کا موصوف

بن رہا ہو جو دوسرے علَم کی طرف مضاف ہوں جیسے جَاءَنِیْ زَیْدُ بْنُ عَمْرٍو اورھِنْدُ ابْنَۃُ بکرٍ"

تشریح:

تنوین سے مراد وہ نون ساکنٌ ہے جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہوکر آتا ہے، نہ کہ فعل کی تاکید کے لیے۔کلمہ سے مراد عام کلمہ ہے خواہ وہ حقیقتاً ہو یا حکماً اور کلمہ کے آخری حرف سے مراد وہ حرف ہے جس پر کلام ختم ہوجائے۔حرکت کے تابع ہونے کی قید سے مِنْ اور لَدُنْ کے نون ساکن خارج ہو گئے۔

تنوین کی اقسام:

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں:

① تنوینِ تمکّن: جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم متمکن ہے یعنی منصرف ہے جیسے زَیْدٌ

② تنوینِ تنکیر: جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صہٍ کہ اس کا معنی ہے اُسْکُتْ سُکُوْتاً مَافِیْ وَقْتٍ مَّا یعنی کسی نہ کسی وقت میں خاموش ہوجا۔

③ تنوینِ عوض: وہ ہے کہ جب اسے اسم کے آخر میں لاحق کیا جائے تو یہ مضاف الیہ کے بدلے میں آتی ہے جیسے حِیْنَئِذٍ

④ تنوینِ مقابلہ: یہ جمع مؤنث سالم میں آتی ہے جیسے مُسْلِمَاتٍ

⑤ تنوینِ ترنّم: جو شعروں اور مصرعوں کے آخر میں لاحق ہوتی ہے جیسے قولِ شاعر:

اقلّی اللّومَ عاذِلُ والعِتابَنْ وقُوْلِی ان اَصَبْتُ لَقَدْاصابَنْ

"اے ملامت کرنے والے! ملامت اور عتاب کو کم کردے اور اگر میں نے ٹھیک کیا ہے تو کہہ دے کہ اس نے ٹھیک کیا ہے۔"

پہلی چاروں تنوینیں اسم کے ساتھ خاص ہیں اور پانچویں تنوین اسم وفعل دونوں میں مشترک ہے بلکہ حرف پر بھی آجاتی ہے۔

❁……❁……❁



فصل

نونِ تاکید کا بیان

((فصل نونُ التاکید وهیَ وُضِعَتْ للتاکید الأمر والمضارع اذاکان فیه طلبٌ بازاءِ قد لتاکید الماضی وهی علی ضَرْبَیْن خفیفةٌ ای ساکنةٌ أبداً نحو اضرِبُنْ وثقیلةٌ أی مشدَّدَةٌ مفتوحةٌ ابداًان لَمْ یکن قبلهاالفٌ نحو اضرِبَّنَّ ومکسورةٌ ان کان قبلهاالفٌ نحواضربانِّ واضْربنانِّ وتدخُلُ فی الامروالنهی والاستفهامِ والتمنی والعرضِ جوازاً لِاَنَّ فی کُلٍ منهاطلباً نحواضربن لاتضربن وهل تضربن ولیتك تضربن والا تنزلن بنافتصیبَ خیراًوقد تدخل فی القسم وجوباًلوقوعهِ علیٰ مایکُونُ مطلوباً للمتکلّمِ غالباًفارادُوااَنْ لایکون اٰخرالقسمِ خالیاً عَنْ معنیَ التَّاکیدکمالایخلواوّلهٗ مِنْهُ نحو واللّٰهِ لاَفعلَنَّ کذا۔))

ترجمہ:

''نونِ تاکید اور یہ وہ ہے جو وضع کیا گیا ہے امر اور مضارع کی تاکید کے لیے جب اس میں طلب ہو قَدْ کے مقابلہ میں کیونکہ وہ ماضی کی تاکید کے لیے ہوتا ہے اور وہ (نونِ تاکید دو قسموں پر ہے: خفیفہ یعنی ہمیشہ ساکن رہنے والا جیسے اضربُن اور ثقیلہ یعنی ہمیشہ مشدّد ہ مفتوحہ اگر اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اِضْرِبَنَّ اور مکسورہ اگر اس سے پہلے الف ہو جیسے اضربانِّ اور اضربنانِّ اور یہ داخل ہوتا ہے امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض پر جوازاً اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے اضربنّ اور لاتضربنّ اور لیتك تضربنّ اور الاتنزلنّ بنافتصیبَ خیراً یہ داخل ہوتا ہے قسم میں وجوباً بوجہ اس کے واقع ہونے کے اس پر جو متکلم کا مطلوب ہوتا ہے غالبًا، پس انہوں نے ارادہ کیا کہ نہ ہو قسم کا آخر تاکید کے معنی سے خالی جس طرح اس کا اوّل اس سے خالی نہیں ہوتا جیسے وَاللّٰہِ لَاَفعَلَنَّ کَذَا۔''

تشریح:

نونِ تاکید کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مضارع اور امر پر داخل ہو کر اس کے فعل کی طلب میں تاکید کے معنی پیدا کر دیتا ہے، اسی لیے اسے نونِ تاکید کہا جاتا ہے۔

نونِ تاکید کی اقسام:

نون تاکید کی دو قسمیں ہیں:

① نون تاکید ثقیلہ: یہ ہمیشہ مشدّد ہوتا ہے، پھر اگر اس سے پہلے الف نہ ہوتو یہ مشدّد مفتوح ہوتا ہے جیسے اِضْرِبَنَّ اور اگر اس سے پہلے الف ہوتو یہ مشدّد مکسور ہوتا ہے جیسے اِضْرِبَانِّ

② نون تاکید خفیفہ: یہ ہمیشہ ساکن رہتا ہے جیسے اِضْرِبُنْ وغیرہ۔

یہ دونوں نون امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض پر داخل ہوتے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کا معنی پایا جاتا ہے۔

وقد تدخل في القسم: یہاں قسم سے مراد جوابِ قسم ہے کیونکہ نون تاکید قسم پر داخل نہیں ہوتا۔

((واعلم اِنَّهٗ يجبُ ضَمُّ ما قبلها في جمع المذكرنحواضربُنَّ ليدُلَّ على الوا والمحذوفة وكسرُ ماقبلهافي المخاطبةِ نحواضربِن ليدُلَّ على الياء المحذوفة وفتحُ ماقبلهافي ماعداهماامافي المفردِ فلانهٗ لو ضُمَّ لاالتبَسَ بجمع المذكرِ ولوكُسِرَ لا لتبسَ بالمخاطبةِ))

ترجمہ:

''اور جان لے کہ بیشک واجب ہے ضمہ اس کے ماقبل کو جمع مذکر میں جیسے اضربُنَّ تاکہ وہ دلالت کرے واؤ محذوفہ پر اور اس کے ماقبل کا کسرہ مخاطبہ میں جیسے اِضْرِبِنَّ تاکہ وہ دلالت کرے یاءِ محذوفہ پر اور اس کے ماقبل کا فتحہ ان دونوں کے علاوہ میں، اور رہا مفرد میں تو وہ اس لیے ہے کہ اگر اس کو ضمہ دیا جائے تو جمع مذکر کے ساتھ التباس ہوگا اور اگر کسرہ دیا جائے تو مخاطبہ کے ساتھ التباس ہوگا۔''

تشریح:

یہاں نون تاکید کے ماقبل حرف کا اعراب بیان کیا جا رہا ہے کہ صیغہ جمع مذکر میں خواہ وہ حاضر ہو یا غائب نون تاکید کے ماقبل حرف کو ضمہ دیا جائے گا تاکہ وہ واؤ محذوفہ پر دلالت کرے اور واحد مؤنث حاضر میں نون تاکید کے ماقبل حرف کو کسرہ دیا جائے گا تاکہ وہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے اور ان کے علاوہ واحد مذکر غائب، واحد مذکر حاضر اور واحد مؤنث حاضر میں نون تاکید کے ماقبل کو فتحہ دیا جائے گا اور یہ فتحہ اس لیے دیا جاتا ہے کیونکہ اگر ضمہ دیا جائے گا تو جمع مذکر کے ساتھ التباس ہوگا اور اگر کسرہ دیا جائیگا تو واحد مؤنث حاضر کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔

((وَامّا فِی المثنّی وجمع المؤنث فِلاَنَّ ماقبلهاالفُ نحو اضربآنِّ واضرِبنآنِّ وزِیدت الفُ قبل النون فی جمع المؤنث لکراهة اجتماعِ ثلاث نوناةِ نون الضمیرِ ونونا التاکید ونون الخفیفة لا تدخل فی التثنیة أصلاً ولا فی جمع المؤنثِ لِاَنّهٗ لو حرَّکتَ النونَ لم تبقَ خفیفةً فلم تکن علی الأصلِ وإن أبقیتها ساکنةً یلزم التقاء الساکنینِ علیٰ غیر حدِّہٖ وھو غیر حسنٍ))

ترجمہ:

''اور ہے جو مثنیٰ اور جمع مؤنث (میں فتحہ) تو وہ اس لیے ہے کہ ان کے ماقبل الف ہے، جیسے اِضْرِبَآنِّ اور زیادہ کیا گیا ہے نون سے پہلے الف کو جمع مؤنث میں بوجہ کراہت کے تین نون کے جمع ہونے سے، ضمیر کا نون اور تاکید کے دو نون۔ اور نون خفیفہ نہیں داخل ہوتا تثنیہ میں اصلاً اور نہ ہی جمع مؤنث میں اس لیے کہ اگر تُو نون کو حرکت دے گا تو خفیفہ باقی نہیں رہے گا اور وہ اپنی اصل پر نہیں رہے گا اور اگر تُو اس کو ساکن باقی رکھے تو التقاءِ ساکنین علی غیر حدہٖ لازم آئے گا اور وہ اچھا نہیں ہے۔''

تشریح:

مثنّٰی سے مراد تثنیہ مذکر ومؤنث اور حاضر وغائب کے تمام صیغے ہیں اور جمع مؤنث سے حاضر وغائب دونوں ہی مراد ہیں۔

جمع مؤنث میں نون تاکید کے ماقبل کو فتحہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ ان صیغوں میں نون کے ماقبل جو حرف ہے وہ الف ہے، اس کی مطابقت سے فتحہ دیا جاتا ہے اور جمع مؤنث کے دونوں صیغوں میں نون سے پہلے الف زیادہ کر دیا جاتا ہے اس کراہت کی وجہ سے کہ تین نون جمع نہ ہوسکیں، تین نونوں سے مراد ایک ضمیر کا نون اور دو تاکید کے نون ہیں۔

نون خفیفہ اصلاً تثنیہ کے تمام صیغوں اور جمع مؤنث کے دونوں صیغوں میں داخل نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس نون کو حرکت دے دی جائے تو وہ خفیفہ نہیں رہے گا اور اس کی اصل ٹوٹ جائے گی، اور اگر اسے ساکن ہی باقی رکھا جائے تو التقائے ساکنین علی غیر حدہٖ لازم آئے گا جو غیر حسن ہے۔

یادداشت

علومِ عربیہ میں علمِ نحو کو جو رفعت و منزلت حاصل ہے اس کا اندازہ اسی امر سے بہ خوبی ہو جاتا ہے کہ جو بھی شخص اپنی تقریر و تحریر میں عربی دانی کو اپنانا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے نحو کے اصول و قواعد کی معرفت کا محتاج ہوتا ہے۔ عربی مقولہ ہے: النحو فی الکلام کالملح فی الطعام یعنی کلام میں نحو کا وہی مقام ہے جو کھانے میں نمک کا۔ یقیناً عربیت دانی میں اس علم کو اساسی مقام حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں مدارسِ دینیہ میں تعلیم کے ابتدائی مرحلے سے لے کر اختتامی تک اس موضوع پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور عربی کتب کی تعلیم و تفہیم سے پہلے اس میں رسوخ پیدا کروایا جاتا ہے، کیونکہ اس میں عدمِ مہارت دیگر علوم پر کامل دسترس نہ ہونے کا باعث بنتی ہے۔

یہ کتاب دینی مدارس کے متوسط درجۂ تعلیم کے نصاب میں مقرر ہے۔ اختصار و طوالت سے منزّہ انتہائی جامع اور کثیر فوائد کی حامل ہے۔ اور پھر جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ اس میں نہ صرف اصل عربی کتاب کا اردو ترجمہ شامل ہے بلکہ اس کی تشریح و توضیح میں حضرت الاستاذ مولانا عبد الرشید خلیق صاحب مدظلّہ العالی کے علمی جواہرات اور فنی نکات کو جمع کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کے چند ایک خصائص یہ ہیں:

- عربی متن کے لفظی مطالب واضح کرنے کے لیے لفظی ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ متن کا ہر لفظ حل ہو سکے۔
- زیرِ بحث مسئلے کا مفہوم سمجھانے کے لیے تشریح میں بامحاورہ کلام اور عام فہم اسلوب میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ یوں ہر دو طرح سے استفادے کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔
- ساری عبارت کی اکٹھا تشریح کرنے کے بہ جائے اس عبارت کے مختلف حصے کر دیے گئے ہیں اور پھر ہر حصے میں سے ایک ایک جملے کو لے کر اس پر الگ سے بحث کی گئی ہے تاکہ ہر مسئلہ کی بہ خوبی وضاحت ہو سکے۔
- ایسے الفاظ و کلمات کہ جن پر ایک سے زیادہ اعراب آ سکتے ہیں انہیں اسی مقام پر الگ سے بیان کر کے ان کا اعراب اور ساتھ وجۂ اعراب بھی ذکر کی گئی ہے۔
- صفتِ مشبہ کی بحث کو پہلے عام تشریحی اسلوب میں بیان کر کے پھر اس کی صورِ خمسہ کو نقشے کی مدد سے سمجھایا گیا ہے، جو کہ یقیناً زود فہم انداز ہے۔

ایسے تمام امتیازی خصائص سے آراستہ یہ کتاب بلاشبہ علمی دستاویز میں ایک وقیع اور مفید اضافہ ہے۔ فقیر اس سعادت پر فخر کناں ہے کہ حضرت الاستاذ حفظہ اللہ کے ان علمی شہ پاروں کے جمع و ترتیب کا شرف حاصل ہوا۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

حافظ فیض اللہ ناصر





ڈسٹری بیوٹر

پاکستان میں کتاب و سنت کی اشاعت کا قدیم ادارہ

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37321865
موبائل: 0334-4229127

Web: nomanibooks.com, E-Mail: nomania2000@hotmail.com